مرغوب الفقہ

۸

کتاب الزکوۃ

از

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر

جامعۃ القراءات، کفلیتہ

مرغوب الفقہ ...... ج ۸

زکوۃ ...... اضحیہ ...... نکاح

زکوۃ ،قربانی اور نکاح کے متعلق آٹھ (۹) رسائل کا مجموعہ:

زکوۃ کے اہم اور چند نئے مسائل	غلط چندوں کی قباحت اور زکوۃ کا صحیح مصرف ..
صدقۂ فطر کے مسائل	هداية البرايا فى احكام الضحايا ....
قربانی کے چند اہم مسائل	احاديث النّبويّة فى ايّام الاضحيّة ....
جمعہ کے دن نکاح مستحب ہے	نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم / تحفۂ زوجین

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

اجمالی فہرست رسائل

١	زکوۃ کے اہم اور چند نئے مسائل..........	٢١
٢	غلط چندوں کی قباحت اور زکوۃ کا صحیح مصرف	٦٩
٣	صدقۂ فطر کے مسائل..................	١١١
۴	هداية البرايا فى احكام الضحايا........	١٣٠
۵	قربانی کے چند اہم مسائل..............	١٦٨
٦	احاديث النّبويّة فى ايّام الاضحيّة......	١٩٠
٧	جمعہ کے دن نکاح مستحب ہے.............	٢٠۴
٨	نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم	٢١۵
٩	تحفۂ زوجین.....................	٢٢٧

رسالہ ”زکوۃ کے اہم اور چند نئے مسائل“

پیش لفظ	۲۲
شرائط زکوۃ	۲۳
اموال زکوۃ اور نصاب	۲۵
سونے چاندی کا نصاب	۲۵
نصاب کی پوری تفصیلات	۲۶
درہم کا وزن	۲۶
دینار کا وزن	۲۷
نصاب اور اوزان ایک نظر میں	۲۷
چاندی کا نصاب	۲۷
سونے کا نصاب	۲۸
رتی اور ماشہ کا حساب	۲۸
صاع کا نصاب	۲۸
سونا اور چاندی کا باہم ملایا جانا	۲۹
سونے چاندی میں ملاوٹ	۲۹
زیورات	۳۰
فقر واحتیاج کے متعلق چند ضروری واہم مسائل	۳۱
اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ	۳۲
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۳۴

کیا بینک اکاؤنٹس اموال ظاہرہ میں شامل ہیں؟............	۳۵
زکوۃ میں بنیادی حاجت (حاجت اصلیہ)............	۳۷
کرایہ پردی ہوئی جائداداور غیر مزروعہ اراضی کی زکوۃ............	۳۷
اراضی کے کرایہ پرزکوۃ............	۳۸
تجارت میں پیشگی دی ہوئی قیمت اور کرایہ میں دی گئی ڈپوزٹ پرزکوۃ............	۳۹
اموال زکوۃ کی سرمایہ کاری............	۴۰
زکوۃ کی رقم مستحقین کو مالک بنائے بغیر نفع بخش منصوبوں میں لگانا............	۴۰
اتحاد اسلامی کے فنڈ کے مصرف میں زکوۃ کا استعمال............	۴۱
کمپنیوں کے شیئرز پرزکوۃ............	۴۲
کاشت کی زکوۃ............	۴۴
خالی سلنڈر اور مائع گیس میں زکوۃ کا مسئلہ............	۴۵
انسانی جسم کے بعض اعضاء پرسونے‘ چاندی کا خول چڑھانے پرزکوۃ............	۴۵
صرف سونا نصاب سے کم ہو‘ مگر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو؟............	۴۶
اموال زکوۃ کون کون سے ہیں؟............	۴۶
مال تجارت میں کیا کیا داخل ہیں؟............	۴۷
پلاٹ پرزکوۃ کا مسئلہ............	۴۷
مال تجارت ہی کوزکوۃ میں دینے کا حکم............	۴۷
زکوۃ بصورت سامان یا قیمت............	۴۸
سامان تجارت کی قیمت کے تعین کا طریقہ............	۴۸

مال تجارت کی قیمت کا تعین........................	۴۹
دکان کی زکوۃ نکالنے کا طریقہ اور واجب الاداء وقابل وصول قرضوں اور نقد پر زکوۃ کا حکم........................	۴۹
پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ........................	۵۰
اموال مدرسہ........................	۵۰
وظیفہ طلبہ........................	۵۰
حیثیت سفراء اور مہتمم مدرسہ........................	۵۱
کمیشن پر زکوۃ کی وصولی........................	۵۱
سفراء مدارس کے لئے زکوۃ وصدقات کی رقم سے حصہ لینا جائز نہیں...........	۵۲
مال حرام کی زکوۃ........................	۵۲
حج کی محفوظ رقم پر زکوۃ........................	۵۳
مکان کی خریداری کی رقم پر زکوۃ........................	۵۴
شادی کے لئے جمع رقم پر زکوۃ........................	۵۴
واجب الوصول قرضوں پر زکوۃ........................	۵۴
قرضوں کی دوقسمیں........................	۵۴
طویل المیعاد قرض پر زکوۃ........................	۵۵
فکس ڈیپازٹ پر زکوۃ........................	۵۶
اسلامی بینکوں اور کمپنی کے ریزروفنڈ پر زکوۃ کا حکم........................	۵۶
انعامی بانڈز پر زکوۃ واجب ہے........................	۵۷

پگڑی اور پیشگی کے طور پر دی ہوئی رقم کی زکوۃ	۵۷
حادثات میں ملنے والی رقم پر زکوۃ	۵۸
کمیٹی کی رقم سے زکوۃ	۵۸
زکوۃ بطور گذارہ الاؤنس دینے کا حکم	۵۸
زکوۃ دہندہ جس ملک میں ہوٗاسی ملک کی کرنسی کا اعتبار ہوگا	۵۹
سونے کی زکوۃ میں وقت وجوب کی قیمت معتبر ہے	۵۹
زکوۃ کے لئے نکالی ہوئی رقم کا استعمال	۵۹
زکوۃ دوسری جگہ بھیجنا	٦۰
زکوۃ کی رقم منی آرڈر یا ڈرافٹ سے بھیجنا	٦۰
کرایہ میں زکوۃ کے پیسے استعمال کرنا	٦۰
پبلسٹی پر زکوۃ کی رقم لگانا	٦۰
زکوۃ کی رقم سے کپڑے کی سلائی کی اجرت دینا	٦۰
زکوۃ کی رقم میں سے کمیشن دینے کا کیا حکم ہے؟	٦١
بینکوں سے زکوۃ کی کٹوتی کا حکم	٦١
سرکاری ٹیکسوں کی ادائیگی سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی	٦١
انکم ٹیکس کی ادائیگی سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی	٦١
اکاؤنٹ کی رقم سے قرض کس طرح منہا کریں؟	٦٢
کمپنی کے شیئرز کی زکوۃ کاٹنا	٦٢
زکوۃ کی ادائیگی میں شک ہوتو کیا کرے؟	٦٢

سال گذشتہ کی زکوۃ کا حکم	۶۲
مال ضائع ہوجائے یا کردیا جائے تو؟	۶۳
مال زکوۃ کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے تو؟	۶۳
پیشگی زکوۃ ادا کرنا	۶۴
وقت سے پہلے فقیر کوزکوۃ دی' پھر وہ فقیر مالدار ہوگیا یا مرتد ہوگیا تو؟	۶۴
سال پورا ہونے سے پہلے مرنے والے پر واجب زکوۃ نہیں	۶۴
موت سے زکوۃ ساقط ہوجائے گی	۶۴
شوہر مقروض ہوتو بیوی سے زکوۃ ساقط نہیں	۶۵
مدزکوۃ سے دینی کتابیں طبع کرانا	۶۵
کن کوزکوۃ نہیں دے سکتے؟	۶۵
نابالغ بچے کوزکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہوگی؟	۶۵
داماد کوزکوۃ دینا	۶۶
بہوکوزکوۃ دینا	۶۶
ایک ہی شخص کونصاب کی برابر زکوۃ دینا کیسا ہے؟	۶۶
مدزکوۃ سے میت کی تجہیز وتکفین جائز نہیں	۶۶
چندہ میں عالم یا حافظ کے لئے جورقم دی جاتی ہے'اس میں زکوۃ ادا ہوجائے گی؟	۶۸

فہرست رسالہ: ’’غلط چندوں کی قباحت اور زکوۃ کا صحیح مصرف‘‘

تقریظ: حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی صاحب مدظلہم	۷۰
برطانیہ کے علماء وعوام کی خدمت میں	۷۲
لاکھوں پاؤنڈ کی زکوۃ کا دوسرے ممالک میں صرف ہونا	۷۲
سفراء میں مخلص بھی ہیں اور خائن بھی	۷۲
کیا ہمارے پیسوں کا استعمال غلط تو نہیں ہو رہا ہے؟	۷۲
برطانیہ میں بھی ایک طبقہ بڑی مشکلات میں زندگی گذار رہا ہے	۷۳
برطانیہ میں یونیورسٹی کی فیس کی ادائیگی مشکل ہے	۷۳
برطانیہ میں کسی جامعہ یا دار العلوم کی تعلیم مفت نہیں	۷۳
مدرسہ کی فیس کے لئے ایک باپردہ خاتون کا مزدوری کرنا	۷۴
برطانیہ میں مسلم اسکول کی فیس والدین کے باعث فکروغم بنی ہوئی ہے	۷۴
برطانیہ کے کئی عوام، علماء اور ائمہ بلا مکان کے زندگی گذار رہے ہیں	۷۵
قربانی کا چندہ	۷۶
پانی کے نلکوں کے نام پر چندے	۷۷
ہسپتالوں کے نام پر لاکھوں کا چندہ	۷۷
برطانیہ کی ہیلتھ سروس کیا ہمارے تعاون کی مستحق نہیں؟	۷۸
عملیات کے نام پر حصول مال	۷۹
حکمت کے نام پر چندہ	۷۹
نا اہل طبیب نقصان کا ضامن ہوگا	۸۰

اہل برطانیہ سود پر مکانات لینے پر مجبور........................	۸۱
صبح کا بھولا شام کو آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے........................	۸۲
احادیث وآثار........................	۸۴
زکوۃ بستی کے مالداروں سے لی جاتی اور وہیں کے فقیروں پر تقسیم کی جاتی......	۸۴
آپ ﷺ کے زمانہ میں زکوۃ جہاں سے لی جاتی وہیں تقسیم کی جاتی........	۸۴
عامل مالداروں سے زکوۃ لیتے اور وہیں کے غریبوں پر تقسیم کردیتے........	۸۵
عمر رضی اللہ عنہ کا دیہاتیوں کے صدقات کا شام تک انہیں میں تقسیم کرنا........	۸۶
حضرت ہشام اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ زکوۃ منتقل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے	۸۶
جس شہر سے زکوۃ وصول ہوئی ہے اسی شہر میں واپس لے جاؤ........	۸۷
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دوسرے شہر کی زکوۃ واپس کردی........	۸۷
حضرت قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا: زکوۃ دوسرے شہر نہ بھیجو........	۸۸
حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: زکوۃ منتقل نہ کرو........	۸۸
فقہاء کی صراحت........................	۸۹
شوافع کے نزدیک اپنے شہر ہی میں زکوۃ کی تقسیم واجب ہے، اور منتقل کرنا جائز نہیں، اور منتقلی سے زکوۃ ادا نہ ہوگی........................	۹۰
جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زکوۃ کی منتقلی ناجائز ہے........	۹۱
مصارف زکوۃ کے درجات........................	۹۲
زکوۃ خود صحیح جگہ خرچ کریں، ہر کسی کو سپرد نہ کریں........	۹۲
خاتمہ......رشتہ داروں کو زکوۃ دینے کی اہمیت........................	۹۴
آپ ﷺ عامل کو حکم دیتے کہ صدقات رشتہ داروں میں تقسیم کرو........	۹۴

خرچ کی ترتیب: اپنے پر، پھر اہل پر، پھر اہل قرابت پر، پھر اوروں پر..........	۹۴
رشتہ داروں کے بعد پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو ہرگز نہ بھولنا..............	۹۵
رشتہ دار اور ماتحت پر خرچ کا اجر دوگنا ہے........................	۹۶
رشتہ دار پر خرچ ہونے والا دینار افضل ہے اور دوسری جگہ کم اجر والا ہے........	۹۷
اگر باندی ماموں کو دیتیں تو زیادہ اجر کا باعث ہوتا..................	۹۷
مخالف تکلیف دہ قریبی رشتہ داروں کو زکوۃ وصدقات دینا افضل ہے..........	۹۸
باوجود استطاعت کے رشتہ دار کو محروم کرنے پر جہنمی اژدہے کا عذاب.........	۹۸
رشتہ دار کے سوال پر انکار کرے، تو اللہ تعالی بھی اپنا فضل روک دیں گے......	۱۰۰
رشتہ دار کے محتاج ہوتے ہوئے دوسرے کو صدقہ دیا جائے تو وہ قبول نہیں......	۱۰۰
رشتہ دار پر خرچ نہ کرنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی کا حکم	۱۰۱
نیک لوگوں پر خرچ کا اجر....................................	۱۰۲
افضل دینار وہ ہے جو نیک لوگوں پر خرچ کیا جائے..........................	۱۰۲
اپنے گھر میں صرف متقیوں کو داخل کر.............................	۱۰۲
اپنا کھانا متقیوں کو کھلاؤ.....................................	۱۰۲
افطار کرانے والے کی دعا میں روزہ دار اور نیک لوگوں کو کھلانے کی تعلیم........	۱۰۳
صدقہ کے لئے دیندار نہ ملے تو اپنا صدقہ واپس لے آئے................	۱۰۴
طالب علم کو ایک درہم دینا راہ خدا میں احد کے مثل سونا خیرات کرنا ہے......	۱۰۴
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا اپنی زکوۃ اہل علم ہی پر خرچ کرنا.........	۱۰۵
فقہاء کی صراحت...	۱۰۵
بغیر مجبوری کے زکوۃ دوسری جگہ منتقل کرنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے..........	۱۰۶

فہرست رسالہ ’’صدقۂ فطر کے مسائل‘‘

تقریر عید الفطر کا راز	۱۱۲
صدقۂ فطر کے مختلف اسماء	۱۱۲
﴿قد افلح من تزکی﴾	۱۱۲
صدقۂ فطر کے متعلق احادیث و آثار	۱۱۴
مسائل صدقۂ فطر	۱۱۹
صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت	۱۲۲
صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت	۱۲۲
صدقۂ فطر کی جنس و مقدار	۱۲۳
صدقۂ فطر کے مصارف	۱۲۴
کن کو صدقۂ فطر نہیں دے سکتے ہیں	۱۲۵
متفرق مسائل	۱۲۶
مؤکل کی مرسلہ رقم ملنے سے قبل وکیل کا اپنی رقم سے فطرہ ادا کرنا	۱۲۷
صدقہ فطر کی ادائیگی میں دوسرے شہر کی قیمت کا اعتبار نہیں	۱۲۷
صدقہ فطر وصول کرنے کی غرض سے کمیٹیاں قائم کرنا	۱۲۸
صدقہ فطر وغیرہ کے لئے بیت المال	۱۲۸
حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی میں صدقہ فطرہ سے تعاون کرنا	۱۲۹
صدقہ فطر کا حیلہ	۱۲۹

فہرست رسالہ ’’ھدایۃ البرایا فی احکام الضحایا‘‘

عرض مرغوب...	۱۳۱
غرض تحریر، از: موئلف رسالہ رحمہ اللہ...	۱۳۲
اضحیہ کا لغوی معنی اور اس کی وجہ تسمیہ...	۱۳۳
تقربات مالیہ دو قسم کے ہیں...	۱۳۳
دس درہم کی قربانی کرنا ہزار درہم صدقہ سے بہتر ہے...	۱۳۳
شرع میں اضحیہ کی تعریف...	۱۳۴
وجوب قربانی کی شرائط...	۱۳۴
قربانی کا سبب ورکن...	۱۳۵
قربانی سنت ہے یا واجب؟ اور سنت و وجوب کی دلیل...	۱۳۶
قربانی کا منکر کافر نہیں...	۱۳۸
قربانی کس پر واجب ہے...	۱۳۸
نابالغ پر قربانی...	۱۳۹
کس جانور کی قربانی جائز ہے...	۱۴۰
حاملہ جانور کی قربانی اور جو بچہ پیدا ہو اس کا حکم...	۱۴۲
عیب دار جانور کی قربانی...	۱۴۲
قربانی کا وقت...	۱۴۵
رات میں قربانی کرنا...	۱۴۶
قربانی میں مکان کا اعتبار ہے...	۱۴۷

قربانی میں شرکت........................	۱۴۸
قربانی کا جانور مرجائے یا گم ہوجائے اور پھر مل جائے؟..................	۱۴۸
ایک شریک مرجائے یا نصرانی ہوجائے یا صرف گوشت کی نیت ہو.............	۱۵۰
تین آدمیوں کی قربانی خلط ملط ہوگئی تو..................	۱۵۱
غصب کیے ہوئے جانور کی قربانی..................	۱۵۲
امانت رکھے جانور کی قربانی..................	۱۵۳
قربانی کے گوشت کی تقسیم..................	۱۵۳
نابالغ اپنی قربانی کا گوشت کھائے..................	۱۵۴
نذر کی قربانی کا گوشت کھانا..................	۱۵۴
قربانی خود ذبح کرے..................	۱۵۴
اہل کتاب ومجوسی کا قربانی ذبح کرنا..................	۱۵۵
قربانی کی کھال کے مسائل..................	۱۵۵
دو جانور قربانی کیے تو..................	۱۵۶
زیادہ قیمت والی قربانی افضل ہے..................	۱۵۶
مامور نے قصداً بسم اللہ نہیں پڑھی تو اس پر قیمت واجب ہے..................	۱۵۶
معین ذابح پر بسم اللہ کا حکم..................	۱۵۷
ہنود کو خوش کرنے کے لئے گائے کا ذبح بند کرنا کیسا ہے؟..................	۱۵۸
گائے کو ماں کی طرح سمجھنا اور اس کا گوشت کھانے سے روکنا..................	۱۶۲

فہرست رسالہ ''قربانی کے چند اہم مسائل''

حجاج کی قربانی میں ایسے شخص کی شرکت جس پر وجوب قربانی کا وقت ابھی تک نہ ہوا ہو..	۱۶۹
وکیل کی عید نہیں ہے اور مؤکل کی ہے تو وکیل، مؤکل کی قربانی کرسکتا ہے؟.....	۱۷۱
قربانی کی صحت کے لئے قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار ہے یا جانور کے ذبح ہونے کی جگہ؟..	۱۷۵
مظاہر علوم سہارنپور کی تصدیق..	۱۸۰
دارالعلوم دیوبند کی تصدیق..	۱۸۰
حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم کی تصدیق وتائید.........	۱۸۰
حضرۃ الاستاذ مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری کا مدظلہم کا فتوی..................	۱۸۲
دارالعلوم کراچی کا فتوی اور اکابر دارالعلوم کی تصدیقات........................	۱۸۳
اہل برطانیہ کی قربانی ہندوپاک میں جب تک برطانیہ میں صبح صادق طلوع نہ ہو وہاں تک درست نہیں..	۱۸۴
اصیل کے یہاں قربانی کے دن ختم ہو چکے ہوں اور وکیل کے یہاں باقی ہوں تو..	۱۸۴
قربانی کے دن گذر گئے اور رقم رہ گئی تو وکیل خود صدقہ کرسکتا ہے؟..............	۱۸۶
صورت مسئولہ میں جامعہ خیر المدارس، ملتان کا جواب........................	۱۸۷
از: حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم........................	۱۸۷

فہرست رسالہ ’’احادیث النّبویّۃ فی ایّام الاضحیّۃ‘‘

تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو رکھنے کی ممانعت	۱۹۱
تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو کھانے کی اجازت	۱۹۱
آثار صحابہ رضی اللہ عنہم	۱۹۲
قربانی کے چار دن کے قائلین کے دلائل اور ان کے جوابات	۱۹۴
((کل ایام التشریق ذبح))	۱۹۴
ایام تشریق ایام ذبح ہیں تو پھر نویں کو بھی قربانی جائز ہونی چاہئے	۱۹۴
دور صحابہ میں تمام مراکز اسلام کا فتوی تین دن کا تھا	۱۹۴
جبیر بن مطعم کی روایت علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی صحیح نہیں	۱۹۵
چار دن والی روایت پر اہل حدیث کی خدمت میں چند گذارشات	۱۹۶
نواب صاحب کے نزدیک صحابی کا قول حجت نہیں	۱۹۶
مقلد سے حدیث کا مطالبہ تعجب خیز۔ قربانی کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں، پھر اہل حدیث حضرات قربانی کیوں کرتے ہیں؟	۱۹۷
قربانی کے ایام میں سات مذاہب	۱۹۹
’’الیواقیت‘‘ سے ایام قربانی کے متعلق تین سوالات اور ان کے جوابات	۲۰۰
کیا قربانی کرنے کا صرف ایک ہی دن ہے، دوسرا آرام کرنے کا ہے؟	۲۰۰
ابن عباس رضی اللہ عنہ چار دن کے قائل یا تین دن کے؟ ابن حجر رحمہ اللہ کا تسامح	۲۰۱
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر قربانی کے تین دن ہیں‘ کا حوالہ	۲۰۲

فہرست رسالہ ''جمعہ کے دن نکاح مستحب ہے''

پیش لفظ....................	۵
جمعہ کے فضائل....................	۵
جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت....................	۶
نکاح ہر وقت اور ہر دن جائز ہے....................	۷
جمعہ کے دن پانچ اعمال پر وجوب جنت کی بشارت....................	۷
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد: جمعہ کا دن نکاح کا دن ہے....................	۸
فقہاء ومحدثین کی عبارتیں....................	۸
اکابر کے چند فتاوی....................	۱۰
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی....................	۱۰
''فتاوی دینیہ'' کا فتوی....................	۱۰
حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم کا فتوی....................	۱۰
حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب مدظلہم کا فتوی....................	۱۱
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدظلہم کی تحقیق....................	۱۱
فقہ شافعی کی صراحت....................	۱۱
خاتمہ......شوال میں نکاح....................	۱۲
شوال کی وجہ تسمیہ....................	۱۴
نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم	**۲۱۵**
حضرات صحابہ اور تابعین کا واجب کے خوف سے منقول اعمال کو کبھی کبھی ترک کرنا.	۲۲۳

فہرست رسالہ ''تحفۂ زوجین''

عرض مرتب وسبب تالیف	۲۲۸
تقریظ: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ	۲۳۱
مکتوب گرامی: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ	۲۳۲
مقدمہ: طب نبوی میں مباشرت کے اعلیٰ قوانین	۲۳۵
جماع کے تین مقاصد	۲۳۵
جماع، حفاظت صحت کا ذریعہ ہے	۲۳۶
انسان تین باتوں کا عہد کرلے	۲۳۶
جماع نہ کرنے کے نقصانات	۲۳۷
جماع کا فائدہ	۲۳۷
امام احمد رحمہ اللہ کا مقولہ: ''میں جماع سے نہیں رک سکتا ہوں''	۲۳۷
مضرت رساں جماع	۲۳۸
خوبصورت بیوی کی طرف نظر سے بصارت کی زیادتی	۲۴۱
بیوی کی طرف دیکھنا اوراس کے ہاتھوں کو چھونا گناہوں کو معاف کرتا ہے....	۲۴۲
بیوی سے جماع پر صدقہ کا ثواب	۲۴۲
ایسا جماع ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے	۲۴۳
بیوی سے مصافحہ، معانقہ، بوسہ، صحبت اور غسل جنابت کی فضیلت	۲۴۳
جماع کتنی مدت میں ہونا چاہئے	۲۴۴
جمہور وابن حزم کی رائے کہ ایک طہر میں ایک مرتبہ جماع واجب ہے	۲۴۴

امام احمد رحمہ اللہ کی رائے کہ ہر چار مہینوں میں واجب ہے	۲۴۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی ایک خاتون کا واقعہ	۲۴۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال بجائے بیوی کے بیٹی سے کیوں؟ (حاشیہ)...	۲۴۷
امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے ، اور ایک عورت کی شکایت اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ذہانت	۲۴۸
جماع سے عبادت میں کمی آئے تو کیا کرے؟	۲۵۰
جماع کا بہترین وقت	۲۵۱
عین نماز کے وقت صحبت	۲۵۲
جس گھر میں قرآن رکھا ہو اس میں مجامعت کرنا	۲۵۲
پیشاب و پاخانہ کے تقاضے کے وقت جماع سے مرض کا اندیشہ	۲۵۳
چند راتوں میں صحبت کی ممانعت	۲۵۳
فتاوی حقانیہ کا ایک فتوی	۲۵۴
شب جمعہ میں جماع کی فضیلت	۲۵۵
مباشرت کے وقت کی دعا	۲۵۷
دو بیویاں ہوں تو ایک سے دوسرے کے سامنے ہمبستر نہ ہو	۲۵۸
جماع سے پہلے تقبیل و ملاعبت سے عورت کو تیار کرے	۲۵۹
جماع کا طریقہ	۲۶۳
جماع سے قبل کوئی کپڑا اچھا دے	۲۶۷
بوقت صحبت قبلہ رو منہ نہ کرے	۲۶۸

قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے وطی سے جو بچہ پیدا ہو کیا وہ حرامی ہے؟........	۲۶۸
جماع کے وقت کسی کپڑا وغیرہ سے سر ڈھانپ لے........................	۲۶۹
جماع کے وقت بات چیت........................	۲۷۱
انزال کے وقت کی دعا........................	۲۷۲
جماع سے فراغت پر کیا کرے........................	۲۷۳
جماع سے فراغت پر ذکر کو کپڑے سے صاف کرے........................	۲۷۴
دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو ذکر کو دھولے یا وضو کرلے........................	۲۷۵
کیا جنبی پر فوراً غسل ضروری ہے؟........................	۲۷۷
صحبت اور رات کی راز کی باتیں کسی سے نہ کرے........................	۲۷۸
ایک سبق آموز واقعہ........................	۲۸۰
حالت حیض میں صحبت کی ممانعت........................	۲۸۰
حالت حیض میں جماع پر وعید........................	۲۸۲
حیض کے بعد بغیر غسل کے صحبت جائز ہے یا نہیں؟........................	۲۸۴
وطی کے چند مسائل........................	۲۸۴
حاملہ بالزنا سے وطی جائز نہیں........................	۲۸۴
عورت کا مرد کے ذکر کو منہ میں لینا........................	۲۸۵
مرد کا عورت کی شرمگاہ کو چوسنا اور عورت کے منہ میں اپنا عضو مخصوص دینا......	۲۸۶
خلاف وضع جماع پر خدا کی لعنت اور دوسری وعیدیں........................	۲۸۷
ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر........................	۲۸۹

ربڑ کی عورت سے مباشرت کا حکم	۲۹۴
ہمبستری میں نرودھ ولوپ کا استعمال	۲۹۸
مصنوعی ذکر کا استعمال اوراس سے وجوب غسل کا مسئلہ	۳۰۰
متفرق مسائل	۳۰۰
حاملہ بیوی سے جماع	۳۰۰
نابالغ بیوی سے جماع	۳۰۱
بیوی سے استمنا بالید کرانا	۳۰۲
بیوی کا برہنہ بدن دیکھنا	۳۰۲
بیوی کا شب باشی سے انکار سخت گناہ ہے	۳۰۳
بدون ادائیگی مہر مجامعت درست ہے یا نہیں؟	۳۰۴
کیا عورت پر مرد کا حق ہے کہ وہ رات کو اپنے بستر پر لٹائے	۳۰۵
مباشرت کے وقت بچوں کو چارپائی سے جدا کرنا	۳۰۶
خاتمہ......شب زفاف کے مختصر آداب	۳۰۶
بیوی کے بالوں کو پکڑ کر دعا پڑھنا	۳۰۶

زکوۃ کے چند اہم

اور نئے مسائل

اس رسالہ میں زکوۃ کے کچھ اہم، اور کئی جدید مسائل، اکابر کے فتاوی اور فقہی کتابوں سے مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

پیش لفظ

زکوۃ ایک مالی فریضہ اور عبادت ہے جو پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی ایک دینی فریضہ کی حیثیت سے جاری رہی ہے۔ زکوۃ کوئی حکومت کا ٹیکس نہیں، بلکہ اصحاب مال کو گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں: ایک خود صاحب مال کا کہ گناہوں سے اور مال کی حرص و محبت سے پاک ہو جاتا ہے، اور دوسرا وہ غرباء جو اپنی ضروریات مہیا کرنے سے مجبور ہیں ان کا تعاون۔

زکوۃ کی فرضیت کی ایک حکمت' گناہ کو پاک کرنا ہے، اس لئے حضرات انبیاء علیہم السلام پر بالاجماع زکوۃ فرض نہیں، کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک و معصوم ہیں۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے باب میں ﴿واوصانی بالصّلوۃ و الزّکوۃ﴾ وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان رذائل سے پاک کرنا ہے جو ان کے مقامات و شان کے لائق نہیں ہیں، یا مجھ کو زکوۃ کے احکام کی تبلیغ کرنے کا حکم ملا ہے۔

زکوۃ فرض قطعی ہے، اور اس کی دلیل ''وَاٰتُو الزَّکٰوۃَ'' ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور اس کا مانع قتل کیا جائے گا۔ جب سال پورا ہو جائے تو فوراً ادا کرنا واجب ہے۔ عذر کے بغیر تاخیر کرے گا' تو فاسق ہوگا اور اس کی شہادت رد کر دی جائے گی۔

زکوۃ روزے کی طرح ہجرت کے دوسرے برس رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی۔ (عمدۃ الفقہ ص ۱۹ ج ۳)

اس اہم فریضے کے مسائل پر علماء نے دفاتر کے دفاتر تحریر فرمائے ہیں۔ راقم نے چند ضروری اور بار بار پوچھے جانے سوالات کے مسائل کو آسان انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالی اس حقیر محنت کو قبول فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

شرائط زکوۃ

یہ شرطیں بنیادی طور پر دو طرح کی ہیں: ایک اس شخص سے متعلق جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔ اور دوسرے خود اس مال سے متعلق جس کی زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

زکوۃ ادا کرنے والے سے متعلق شرائط:

(۱)...... مسلمان ہونا۔ اس لئے اگر کوئی کافر مسلمان ہو جائے تو زمانۂ کفر کی زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ۲/۴)

اگر خدانخواستہ کوئی شخص مرتد ہو جائے اور ایک عرصہ کے بعد توبہ کر لے' تو بھی اس پر زمانۂ ارتداد کی زکوہ واجب نہیں۔ (بدائع الصنائع ۲/۴)

(۲)...... بالغ ہونا۔

(۳)...... عاقل ہونا۔ اگر کوئی دائمی جنون میں مبتلا ہو تو صحت کے بعد سال گذرنے پر زکوۃ واجب ہوگی۔ اگر عارضی جنون ہو' یعنی جنون کا دورہ پڑتا رہتا ہو کہ کبھی افاقہ کبھی جنون کی کیفیت تو ایک سال کے اندر اس پر کوئی وقفہ بھی صحت کا آ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی' چاہے پورا سال وہ اسی حالت میں رہے۔ (ہندیہ ص ۱/۱۷۹)

بیہوش پر زکوہ واجب ہوگی چاہے وہ پوار سال اسی حالت میں رہے۔ (ہندیہ ص ۱/۱۷۹)

مال سے متعلق شرطیں:

(۱)...... مکمل ملکیت کا پایا جانا۔ یعنی مال اس کی ملکیت میں ہو اور قبضے میں بھی، لہذا قرض پر حاصل شدہ رقم میں زکوۃ واجب نہیں۔ مہر پر جب تک قبضہ نہ کر لے زکوۃ واجب نہیں۔ رہن رکھی ہوئی چیز پر زکوۃ واجب نہیں۔

البتہ امانت رکھی ہوئی چیز پر گو قبضہ باقی نہیں رہتا' لیکن زکوۃ واجب ہے، اس لئے

بینک میں جمع شدہ رقم پر گوفکس ڈپازٹ پر ہوٗ زکوۃ واجب ہوگی۔اسی طرح کوئی چیز خریدی، مگراس کوابھی قبضہ میں نہیں لیا تب بھی اس پر زکوۃ اجب ہوگی۔

(۲)......حاجت اصلیہ سے زائد ہو۔حاجت اصلیہ سے مراد ضروری اور استعمالی چیزیں ہیں ، جیسے : رہائشی مکان‘ استعمالی کپڑے‘ سواری کے جانور یا گاڑی‘ حفاظت کے ہتھیار‘ زیبائش وآرائش کے سامان‘ ہیرے جواہرات‘ یاقوت وقیمتی برتن وغیرہ،ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔(ہندیہ ص۱۷۲/۱)

صنعتی آلات اور مشینیں جو سامان تیار کرتی ہیں ،اور کرایہ کی گاڑیاں‘ ان میں زکوۃ واجب نہیں،البتہ رنگ ریز جو کپڑے رنگنے کا پیشہ رکھتا ہوٗاس کے پاس محفوظ رنگ میں زکوۃ واجب ہوگی۔(فتح القدیر۱۲۱/۲)

جو کتابیں مطالعہ کے لئے ہوں ان میں زکوۃ واجب نہیں۔(فتح القدیر۱۲۰/۲)

البتہ ان چیزوں میں سے کسی کی بھی تجارت کی جائے تواس میں زکوۃ واجب ہوگی۔

(۳)......مال نامی۔

(۴)......سال کا گزرنا۔مختلف مالوں میں زکوۃ کا جو نصاب شریعت نے مقرر کیا ہے،اس کے مالک ہونے کے بعد سال گزرجائے‘ تب ہی زکوۃ واجب ہوگی۔(المغنی۲۵۷/۲)

البتہ اس سے زرعی پیداوار اور پھل مستثنی ہیں،کھیت کی پیداوار میں جونہی کٹے اور پھل توڑ لئے جائیں اسی وقت عشر نکال دینا ضروری ہے۔(المغنی۲۹۷/۲)

اگر سال کے درمیان میں مقدار نصاب میں کمی ہوجائے تو سونا‘ چاندی‘ نقد رقم اور تجارتی سامانوں میں اصول یہ ہے کہ اگراس مال کا کچھ حصہ بھی باقی رہے تو درمیان سال میں کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں ہوگا،اختتام سال پر مقدار نصاب یااس سے زیادہ جتنا مال

موجود ہو اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

مثال کے طور پر یکم رمضان ۱۴۱۰ھ کو پہلی بار نصاب زکوۃ کا مالک ہوا، سال کے درمیان میں رقم گھٹتی اور بڑھتی رہی، لیکن اگلے سال کی یکم رمضان کو پھر اس کے پاس نصاب زکوۃ موجود ہے یا درمیان سال میں مال کے اضافہ کی وجہ سے وہ دو، تین نصاب کا مالک ہو چکا ہے تو اب اسے یہ کرنا ہوگا کہ اس دوسرے سال یکم رمضان کو اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقد رقم، بینک میں محفوظ رقم، دوکان میں موجودہ تجارتی سامان، سب کی مجموعی قیمت جوڑ لے، کچھ قرض ہو تو اس کو منہا کر لے اور بقیہ رقم میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار پر پچیس کے لحاظ سے زکوۃ ادا کرے۔

اموال زکوۃ اور نصاب

شریعت نے ہر مال پر زکوۃ واجب نہیں کی، بلکہ خاص مال میں زکوہ واجب ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

۱:......معدنی اشیاء میں: سونا چاندی۔

کاغذی نوٹ اور رائج الوقت سکے بھی فی زمانہ سونے چاندی کے حکم میں ہیں۔

۲:......سامان تجارت: کوئی بھی سامان جس کی خرید وفروخت کی جائے۔

۳:......مویشیوں میں: اونٹ، بھینس، گائے، بیل، بکریاں اور گھوڑے۔

۴:......زمینی پیداوار: تمام اجناس، پھل اور ترکاریاں۔

سونے، چاندی کا نصاب

علماء کی ایک بڑی تعداد اور ہندو پاک کے اکثر ارباب افتاء کے نزدیک ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا زکوۃ کا نصاب ہے۔

نصاب کی پوری تفصیلات یہ ہیں

درہم کا وزن

ہندوستان میں سونا اور چاندی کے وزن کے لئے رتی 'ماشہ اور تولہ چلتے تھے، ان کا حساب اس طرح ہے:

۸/رتی = ایک ماشہ اور ۱۲/ماشہ = ایک تولہ، یعنی ۹۶/رتی کا ایک تولہ ہوتا ہے۔

ایک درہم کا وزن ایک مثقال سے تھوڑا سا کم ہے۔ دس درہم ملائیں تو سات مثقال ہوتا ہے، اس کو وزن سبعہ کہتے ہیں۔ کلکیو لیٹر میں اس طرح لکھتے ہیں: (۰.۷۰، مثقال) چونکہ درہم میں زکوۃ لازم ہے، اس لئے ۲۲۰ کو ۰.۷۰ سے ضرب دیں تو ۱۴۰/مثقال ہوتے ہیں، یعنی ۱۴۰/مثقال چاندی ہو تو زکوۃ لازم ہوگی۔

ایک درہم کا وزن ۲۵.۲۰/رتی ہوتا ہے، یا ۳.۱۵ ماشہ یا ۰.۲۶ تولہ یا ۳.۰۶۱/گرام ہوتا ہے۔

۲۰۰ درہم جو نصاب زکوۃ ہے اس کا وزن ۵۰۴۰/رتی ہوتا ہے یا ۶۳۰/ماشہ یا ۵۲.۵۰/تولہ یا ۶۱۲،۳۶/گرام۔

قیراط کے اعتبار سے ایک درہم کا وزن: ۱۴/قیراط ہوتا ہے۔ ۲۰۰/درہم کا وزن: ۲۸۰۰/قیراط ہوگا۔

دینار کا وزن

ایک دینار ایک مثقال کا ہوتا ہے، اس لئے ایک دینار: ۳۶/رتی کا ہوگا، یا ۴.۵۰/ماشہ، یا ۰.۳۷۵/تولہ یا ۴.۳۷۴/گرام وزن ہوگا۔

۲۰/مثقال یعنی ۲۰/دینار سونے میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، اس کا وزن: ۷۲۰/رتی یا

۹۰/ماشہ یا: ۷.۵۰/تولہ یا: ۸۷.۴۸/گرام ہوگا۔

قیراط کے اعتبار سے ایک دینار کا وزن: ۲۰/ قیراط ہوتا ہے اور: ۲۰ /دینار کا وزن: ۴۴۰/قیراط ہوتا ہے۔

نوٹ:......۱۰۰۰/گرام کا ایک کیلوگرام ہوتا ہے۔

نصاب اور اوزان ایک نظر میں

کتنے	برابر	کتنے کے	کتنے	برابر	کتنے کے
۸/رتی	=	ایک ماشہ	۳۵۳۸/گرام	=	ایک صاع
۱۲/ماشہ	=	ایک تولہ	۱۷۶۹/گرام	=	آدھا صاع
۱۱.۶۶۴/گرام	=	ایک تولہ	۱۰۰۰/گرام	=	ایک کیلو
۰.۲۱۸/گرام	=	ایک قیراط	۳.۰۶۱/گرام	=	ایک درہم
۴.۳۷۴/گرام	=	ایک مثقال	۶۱۲.۳۶/گرام	=	نصاب چاندی
۴۴۲.۲۵/گرام	=	ایک رطل	۴.۳۷۴/گرام	=	ایک دینار
			۸۷.۴۸/گرام	=	نصاب سونا

چاندی کا نصاب

درہم	مثقال	قیراط	تولہ	گرام	کتنی زکوۃ ہوگی
ایک درہم	۰.۷	۱۴	۰.۲۶۲	۳.۰۶۱	....
۲۰۰/درہم	۱۴۰	۲۸۰۰	۵۲.۵۰	۶۱۲.۳۶	۱۵.۳۰۹/گرام

سونے کا نصاب

دینار	مثقال	قیراط	تولہ	گرام	کتنی زکوۃ ہوگی
ا/دینار	ا/مثقال	۲۰	۰.۳۷۵	۴.۳۷۵	....
۲۰/دینار	۲۰/مثقال	۴۰۰	۷.۵۰	۸۷.۴۸	۲.۱۸۹/گرام

رتی اور ماشہ کا حساب

درہم	رتی	ماشہ	تولہ	گرام	کتنی زکوۃ ہوگی
ا/درہم	۲۵.۲۰	۳.۱۵	۰.۲۶۲	۳.۰۶۱	....
۲۰۰/درہم	۵۰۴۰	۶۳۰	۵۲.۵۰	۶۱۲.۳۶	۱.۳۱۲/تولہ
ا/دینار	۳۶	۴.۵۰	۰.۳۷۵	۴.۳۷۴	....
۲۰/دینار	۷۲۰	۹۰	۷.۵۰	۸۷.۴۸	۰.۱۸۷/تولہ

نوٹ:......کسی نصاب کو بھی چالیس سے تقسیم کریں تو کتنے گرام یا کتنے تولہ زکوۃ لازم ہوگی وہ نکل آئے گا۔

صاع کا نصاب

صاع	رطل	وسق	کیلو	لیٹر	کتنا واجب ہوگا
ا/صاع	۸	......	۳.۵۳۸	۵.۸۸	صدقۃ الفطر
آدھا صاع	۴	......	۱.۷۶۹	۲.۹۴	۱.۷۶۹ کیلو
۶۰/صاع	......	ا/وسق	۲۱۲.۲۸	۳۵۲.۸۰	عشر
۳۰۰/صاع	......	۵/وسق	۱۰۶۱.۴۰	۱۷۶۴	۱۰۶.۱۴ کیلو

نوٹ:...... اگر ۸/رطل کا ایک صاع ہو تو رطل چھوٹا ہوگا اور ۴۴۲.۲۵/گرام کا ایک رطل ہوگا۔ اور اگر ۵/رطل اور تہائی رطل کا صاع ہو تو رطل بڑا ہوگا اور ۶۶۳.۳۷/گرام کا رطل ہوگا اور دونوں رطلوں کا مجموعی صاع ۳.۵۳۸/کیلو ہوگا۔

(الشرح الثمیری ص ۳۳۶ تا ۳۲۸ ج ۱۔ کتاب الزکوۃ۔ مرغوب الفتاوی ص ۲۸۶ ج ۳)

سونا' چاندی کا باہم ملایا جانا

اگر کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو یا اس کے ساتھ کچھ مال تجارت ہو یا نقد رقم ہو تو ان سب کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا، اگر وہ ساڑے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

سونے' چاندی میں ملاوٹ

سونے اور چاندی کو ڈھالنے کے لئے کچھ نہ کچھ ملاوٹ ناگزیر ہے، اس لئے فقہاء کا خیال ہے کہ اگر سونا چاندی کی مقدار غالب اور کھوٹ کی مقدار کم ہو تو وہ مکمل سونا چاندی ہی سمجھا جائے گا۔ اگر کھوٹ غالب ہو تو وہ بحکم سامان ہے۔ اور اگر خالص اور کھوٹ کا حصہ برابر ہو تو اس سلسلہ میں دونوں طرح کی رائیں منقول ہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ زکوۃ اسی میں ادا کی جائے۔ (فتح القدیر ۲/۱۶۱۔ تاتارخانیہ ۲/۱۳۵)

اگر سونا اور چاندی مخلوط ہو تو اگر چاندی غالب ہو تو تفصیل ہے کہ سونا مقدار نصاب کو پہنچ جائے تو سونے کے ذریعہ اور چاندی مقدار نصاب کو پہنچ جائے تو چاندی کے ذریعہ زکوۃ ادا کی جائے۔ لیکن اگر سونا غالب ہو اور چاندی مغلوب ہو اسی مخلوط سامان کو مکمل سونا تصور کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی۔ (فتح القدیر ۲/۱۶۱)

زیورات

سونا' چاندی جس صورت میں ہو وہ ''اموال زکوۃ'' میں داخل ہے،اس لئے اس میں زکوۃ واجب ہے، چاہے وہ زیوارت کی شکل ہی میں کیوں نہ ہو۔

فقر و احتیاج کے متعلق چند ضروری و اہم مسائل

م:......کسی کے پاس کرایہ کی دوکانات ومکانات ہوں،لیکن ان کا کرایہ اس کے اوراس کے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے ناکافی ہوتو اس شخص کے لئے زکوۃ لینی جائز ہوگی۔

(بدائع الصنائع ۲/ ۴۸)

م:......اسی طرح باغات یا کھیتیاں ہوں اوران کی پیداوار گو دوسو درہم کی قیمت کی ہو،مگر وہ پورے سال کی ضرورت ہی کے لائق ہو،تو زکوۃ لینی جائز ہے۔(بدائع الصنائع ۲/ ۴۸)

م:......دوسرے کے ذمہ دین ہو،لیکن ادائیگی کے لئے مہلت مقرر ہو جو ابھی دور ہواور اسے اپنی ضروریات خوردونوش وغیرہ کے لئے رقم مطلوب ہوتو وہ شخص زکوۃ لے سکتا ہے۔

(البحر الرائق ۲/ ۱۴۰)

م:......شوہر کے ذمہ عورت کا مہر مؤجل ہواور وہ اپنی گذراوقات کے لئے ابھی محتاج و ضرورت مند ہوتو ایسی عورت زکوۃ لے سکتی ہے۔(البحر الرائق ۲/ ۱۴۰)

م:......کسی کو زکوۃ کا حقدار سمجھ کر زکوۃ دی' بعد میں معلوم ہوا کہ وہ فقیر نہیں ہے' تو زکوۃ ادا ہوگئی۔

م:......مستحق زکوۃ کے لئے ضروری ہے کہ جس وقت اس کو زکوۃ دی جائے'اس وقت وہ محتاج وضرورت مند ہو،مثلا: کسی شخص نے پیشگی کسی محتاج کو زکوۃ کی رقم دے دی اور جب سال پورا ہوا اوراصل میں زکوۃ کی ادائیگی کا وقت آیا'اس وقت وہ محتاج شخص غنی ہو چکا ہے'

توزکوۃ ادا ہوگئی۔(تاتارخانیہ۲؍۲۶۰)

م:.......زکوۃ کا مال کسی فقیر سے کوئی مال دار آدمی خرید لے تو صحیح یہی ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور وہ اس کے لئے جائز ہوگا۔(البحرالرائق ۲؍۲۴۵)

م:.......فقرودولت میں نابالغ بچے باپ کے تحت ہوں گے، اگر باپ کے لئے زکوۃ جائز نہ ہوتو ان بچوں کے لئے بھی جائز نہیں۔ اگر باپ فقیر ومحتاج ہواور زکوۃ کا حق دار ہوتو نابالغ بچوں کے لئے بھی زکوۃ جائز ہوگی، گو ماں غنی ہو۔(البحرالرائق ۲؍۲۴۵)

م:.......بالغ لڑکوں کے فقیر ومال دار ہونے میں خود ان کا اعتبار ہے' باپ گو مال دار ہو، لیکن لڑکے خود محتاج ہوں تو زکوۃ لے سکتے ہیں۔(البحرالرائق ۲؍۲۴۵)

م:.......علوم دینیہ کے طلباء گوکمانے پر قادر ہوں،، لیکن اگر علمی استفادہ وافادہ کے لئے خودکو فارغ کرلیں تو زکوۃ لے سکتے ہیں۔(درمختارعلی الرد ۲؍۵۹)

م:.......فقیرعالم کوزکوۃ دینے میں فقیر جاہل سے زیادہ اجروثواب ہے۔(ہندیہ ۱؍۱۸۷)

نوٹ:.......''نصاب کی تفصیلات'' کے علاوہ یہ سارے مسائل' حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب مدظلہم کی ''قاموس الفقہ'' ج۴ سے ماخوذ ہیں۔

اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہر قسم کے اموال کی زکوۃ سرکاری طور پر وصول کی جاتی تھی۔ اس عہد مبارک میں اموال ظاہرہ اور باطنہ کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب قابل زکوۃ اموال کی کثرت ہوگئی' اور اسلامی فتوحات دور دراز تک پھیل گئیں' تو آپ رضی اللہ عنہنے یہ محسوس فرمایا کہ اگر ہر قسم کے اموال کی زکوۃ سرکاری طور پر وصول کی گئی تو لوگوں کے پرائیویٹ مکانوں' دکانوں' اور گوداموں کی تلاشی لینی ہوگی' اوران کے املاک کی چھان بین کرنی پڑے گی' جس سے لوگوں کو تکلیف ہوگی' اوران کے محفوظ مقامات کی نجی حیثیت مجروح ہوگی' جس سے فتنے پیدا ہوں گے' اس لئے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ تفریق قائم فرمادی کہ حکومت صرف اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کرے' اور اموال باطنہ کی زکوۃ مالکان خود ادا کریں۔

اس وقت اموال ظاہرہ میں مویشی اور زرعی پیداوار کو شامل کیا گیا' اور باقی بیشتر اموال نقدی' سونا' چاندی اور سامان تجارت کو اموال باطنہ قرار دیا گیا۔

بعد میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دور آیا تو انہوں نے اس مال تجارت کو بھی اموال ظاہرہ کے حکم میں شمار فرمایا' جو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جایا جا رہا ہو، چنانچہ شہر کے ناکوں پر ایسی چوکیاں مقرر فرمادیں' جو ایسے مال تجارت کی زکوۃ وصول کرلیں، اسی کو فقہاء ''من یمر علی العاشر'' سے تعبیر فرماتے ہیں۔

اب ہمارے دور میں مسئلہ یہ ہے کہ وہ اموال ظاہرہ کیا کیا ہیں' جن سے زکوۃ حکومت کی سطح پر وصول کی جاسکتی ہو؟

زرعی پیداوار اور مویشیوں کا معاملہ تو واضح ہے کہ وہ اموال ظاہرہ میں سے ہیں، لیکن اس دور میں بہت سے اموال ایسے ہیں جن کو اموال ظاہرہ قرار دینے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، مثلا: بینکوں یا دوسرے مالیاتی اداروں میں رکھی ہوئی رقوم جن سے زکوۃ وصول کرنے کے لئے گھروں کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس پر اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ نقود کو فقہاء کرام نے اموال باطنہ میں شمار کیا ہے، لہذا ان کو اموال ظاہرہ میں کیسے شمار کیا جائے؟ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ نقود سے فقہاء کی مراد وہ نقود ہیں جن کا حساب کرنے کے لئے لوگوں کے مکانات وغیرہ کی تلاشی لینی پڑے، مطلق نقود مراد نہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین سے لے کر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور تک تمام خلفاء کے بارے میں یہ ثبوت موجود ہے کہ وہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور دوسرے باشندوں کو دیئے جانے والے وظائف سے ادائیگی کے وقت ہی زکوۃ کاٹ لیتے تھے۔

پھر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے دور میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ کی کوئی تفریق نہ تھی، اس لئے وہ ہر قسم کے اموال سے زکوۃ وصول فرماتے تھے، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنہوں نے یہ تفریق قائم فرمائی تھی، اور نقود کو اموال باطنہ قرار دے کر ان کی زکوۃ سرکاری طور پر وصول کرنی چھوڑ دی تھی، خود ان کے بارے میں موطا امام مالک رحمہ اللہ میں مروی ہے کہ:

عن عائشة بنت قدامة عن ابيها انه قال: كنت اذا جئت عثمان بن عفان اقبض عطائی ، سألنی هل عندک من مال وجبت فيه الزكوة؟ قال : فان قلت نعم، اخذ من عطائی زكوة ذلک المال، وان قلت لا ، دفع الی عطائی۔

(مؤطا امام مالک ص۲۷۳، الزکوۃ فی العین من الذھب والورق)

مؤطا میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی عمل مروی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کی تنخواہوں کی زکوۃ (اس حساب سے) وصول فرمایا کرتے تھے کہ ہر ہزار پر پچیس وصول کر لیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ ج ۳، ما قالوا فی العطاء اذا اخذ)

بلکہ مصنف ابن شیبہ میں اس دور کے تمام امراء کا یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴و۱۸۵ ج ۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں اگرچہ اموال ظاہرہ و باطنہ کی تفریق قائم ہو چکی تھی، لیکن ان کے بارے میں بھی مروی ہے: کان اذا اعطی الرجل عطائه او عمالته اخذ منه الزکوة۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۸۷ ج ۴، رقم ۷۰۳۷)

اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ رحمہ اللہ تنخواہوں اور انعامات سے زکوۃ وصول فرماتے تھے۔ (ص ۱۸۵ ج ۳، ما قالوا فی العطاء اذا اخذ)

ان تمام روایت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جن نقود پر حکومت کو تلاشی کے بغیر اطلاع ہونا ممکن ہو وہ اموال باطنہ میں شامل نہیں ہیں، بلکہ ان سے حکومت زکوۃ وصول کر سکتی ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کی رقوم پر ایک اشکال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی شخص بینک میں رقوم رکھواتا ہے تو شرعاً وہ رقم بینک کے ذمہ قرض ہوتی ہے' امانت نہیں، اسی لئے وہ بینک پر مضمون بھی ہوتی ہے' اور اس پر زیادتی وصول کرنا سود ہوتا ہے' اور جب کسی شخص نے کوئی رقم کسی دوسرے فرد یا ادارہ کو بطور قرض دیدی تو اب اس پر زکوۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب وہ رقم اسے وصول ہو جائے، اس سے پہلے زکوۃ واجب

الاداء نہیں، لہذا بینک اکاؤنٹس سے زکوۃ وضع کرنے پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ زکوہ واجب الاداء ہونے سے پہلے ہی وضع کر لی گئی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس قرض کی نوعیت ایسی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کی رقم حفاظت کی غرض سے اپنے پاس رکھ کر اسے قرض قرار دیدے تاکہ وہ مضمون ہوجائے، اس صورت میں اگر وہ سال بسال اس سے زکوۃ ادا کرتا رہے تو بظاہر اس کی دائیگی میں کوئی اشکال نہیں۔

اور اس کی ایک نظیر یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس کسی یتیم کا مال ہوتا تو وہ اسے بطور قرض اپنے پاس رکھتے تھے، تاکہ وہ ہلاکت سے محفوظ ہوجائے، لیکن ہر سال اس کی زکوۃ نکالتے رہتے تھے۔

آج کل چونکہ زکوۃ کی ادائیگی سے غفلت عام ہے، اس لئے اگر حکومت مالی اداروں سے زکوۃ وصول کرے تو مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی تھی۔

(درس ترمذی ص ۳۹۸ تا ۴۰۲ ج ۲)

کیا بینک اکاؤنٹس اموال ظاہرہ میں شامل ہیں

مجلس مسائل حاضرہ کراچی نے اپنے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ بینک اکاؤنٹس اموال ظاہرہ میں شامل ہیں۔ شرکائے مجلس کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱:...... حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ۔

۲:...... حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ۔

۳:...... حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب۔

۴:......حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔

۵:......حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ۔

۶:......حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب۔

۷:......حضرت مولانا مفتی جمیل خان صاحب رحمہ اللہ۔

اہل علم اور ارباب افتاء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ بینک اکاؤنٹس اموال ظاہرہ نہیں، کیونکہ حضرات فقہاء کی تصریح کے مطابق اموال ظاہرہ یہ ہیں: کھیتیاں' باغات' سوائم' اور وہ مال تجارت جسے مالک شہر سے باہر لے جائے اور اسے لے کر سفر کرے۔ اور بینک اکاؤنٹس ان چار میں شامل نہیں۔ علاوہ ازیں شہر میں ہوتے ہوئے کوئی مال باطن مال ظاہر میں شامل نہیں ہوسکتا، جب شہر سے باہر لے جائیں گے تب مال ظاہر بنے گا، اور بینکی اموال شہر میں ہی موجود ہوتے ہیں۔ اس رائے کے مصدقین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱:......حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب، جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۲:......حضرت مولانا سرفراز صاحب، گوجرانوالہ۔

۳:......حضرت مولانا مفتی محمد عیسی صاحب، مفتی نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

۴:......حضرت مولانا نذیر احمد صاحب، شیخ الحدیث جامعہ فیصل آباد۔

۵:......حضرت مولانا خالد محمود صاحب، لاہور۔

۶:......حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ۔

۷:......حضرت مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب، قاسم العلوم، ملتان۔

۸:......حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب، دارالعلوم فیصل آباد۔

۹:......حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان۔

۱۰:......حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب، مرتب خیر الفتاوی۔

۱۱:......حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! خیر الفتاوی ص۴۹۶ ج۳)

....

زکوۃ میں بنیادی حاجت (حاجت اصلیہ)

وجوب زکوۃ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کے پاس جو مال ہے وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو' حوائج اصلیہ میں جو امور قابل اعتبار ہیں' وہ درج ذیل ہیں:

۱:......اپنے اور اپنے اہل وعیال' نیز زیر کفالت رشتہ داروں سے متعلق روزمرہ کے اخراجات۔

۲:......رہائشی مکان کپڑے' سواری' صنعتی آلات' مشینیں اور دیگر وسائل رزق جن کے ذریعہ کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے۔

۳:......حوائج اصلیہ کا تعین ہر زمانہ' علاقہ اور افراد کے حالات اور ان کے معیار زندگی کی روشنی میں ہوگا۔

۴:......حوائج اصلیہ کے مد میں ضروریات زندگی اور روزمرہ پیش آنے والے اخراجات داخل ہیں' اور اعتبار سال بھر کے اخراجات کا ہوگا' اور آئندہ سال کی ضرورت کے لئے جو سرمایہ محفوظ رکھا جائے گا' زکوۃ نکالتے وقت حوائج اصلیہ میں شمار ہو کر اموال زکوۃ سے منہا نہیں کیا جائے گا۔ (اہم فقہی فیصلے ص۵۵ و ۵۶۔ نئے مسائل اور علماء ہند کے فیصلے ص۴۸)

کرایہ پر دی ہوئی جائداد اور غیر مزروعہ اراضی کی زکوۃ

اول:......کرایہ پر دی گئی اراضی اور جائداد پر وجوب زکوۃ سے متعلق کوئی واضح نص منقول

نہیں ہے۔

دوم:......کرایہ پر دی گئی غیر مزروعہ اراضی اور جائداد کی آمدنی پر فوری وجوب زکوۃ سے متعلق بھی کوئی نص منقول نہیں ہے۔ چنانچہ اکیڈمی طے کرتی ہے کہ:

اول:......کرایہ پر دی گئی اصل اراضی اور جائداد میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

دوم:......جائداد کی آمدنی میں ڈھائی فیصد زکوۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس پر قبضہ کے دن سے ایک سال گذر جائے، بشرطیکہ زکوۃ کی شرائط پائی جاتی ہوں اور کوئی مانع نہ ہو۔

(شرعی فیصلے ص۷۰)

(''ایک سال گذر جائے'' اس کے بعد یہ عبارت مناسب ہے: ''اور وہ پہلے سے صاحب نصاب نہ ہو''۔ اس لئے کہ اگر پہلے سے صاحب نصاب ہو تو پھر اس پر مستقلا سال گذرنا ضروری نہیں، یہ مال مستفاد کے حکم میں آجائے گا،۱۲۔ از: حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہ)

اراضی کے کرایہ پر زکوۃ

اول:...... رہائش کے لئے رکھی گئی اراضی اموال قنیہ میں داخل ہیں، لہذا ان میں زکوۃ مطلق واجب نہیں، نہ رقبہ زمین پر، اور نہ اس کی اجرت کی مقدار پر۔

دوم:......تجارت کے لئے مخصوص کی گئی اراضی عروض تجارت میں سے ہیں، پس اصل رقبہ اراضی میں زکوۃ واجب ہوگی اور سال گذرنے کے وقت اس کی قیمت کا تخمینہ لگایا جائے گا۔

سوم:......کرایہ پر دینے کے لئے مخصوص کی گئی اراضی کی فقط اجرت میں زکوۃ واجب ہوگی، نہ کہ رقبہ اراضی میں۔

چہارم:...... چونکہ کرایہ کی رقم کرایہ دار کے ذمہ میں عقد اجارہ کے وقت ہی سے واجب ہوتی ہے، اس لئے عقد اجارہ کے وقت سے ایک سال پورا ہونے پر کرایہ پر قبضہ کے بعد زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔

پنجم:...... رقبہ اراضی کی زکوۃ اگر وہ تجارت کے لئے ہو اور اس کی آمدنی کی زکوۃ اگر وہ اجارہ کے لئے ہو چالیسواں حصہ ہوگی جیسا کہ سونے، چاندی میں ہے۔

نوٹ:...... ڈاکٹر یوسف قرضاوی کو دفعہ چہارم اور پنجم سے اختلاف ہے۔ ڈاکٹر احمد فہمی ابو سنہ کی رائے میں اراضی کے کرایہ کو معاون پر قیاس کرتے ہوئے جو امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی ہے، اس پر وجوب زکوۃ میں سال گذرنے کی شرط نہیں ہے۔ اور شیخ محمد سالم عدود کے نزدیک قبضہ کے وقت سے سال کا آغاز شمار کیا جائے گا۔ (فقہی فیصلے ص ۲۵۳و۲۵۴)

تجارت میں پیشگی دی ہوئی قیمت اور کرایہ دوکان و مکان میں دی گئی ڈپوزٹ کی رقم پر زکوۃ

ا: الف:...... مال تجارت جس کی مشتری (خریدار) نے پیشگی قیمت ادا کردی ہے، لیکن مبیع (خریدے ہوئے سامان) پر اس کا قبضہ نہیں ہوا ہے تو اس ادا کردہ قیمت کی زکوۃ خریدار پر واجب نہیں ہوگی، بلکہ بائع (فروخت کرنے والے) پر واجب ہوگی۔

ب:...... مبیع (فروخت شدہ مال) کی زکوۃ بیع سلم (یعنی وہ تجارت جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور خریدار کو مال ایک مدت کے بعد متعین تاریخ کو وصول ہوتا ہے، جیسے: کسان کاشتکاری کے وقت نقد قیمت لے کر گندم یا چاول اس شرط پر فروخت کردیتے ہیں کہ وہ آئندہ فلاں متعین تاریخ کو فلاں قسم کا گندم یا چاول خریدار کے حوالہ کردے گا) اور بیع استصناع (یعنی وہ بیع جس میں خریدار کے آرڈر پر کوئی متعین چیز تیار کرکے صنعت کار حوالہ

کرنے کا معاملہ طے کرتا ہے اور اس میں طے شدہ قیمت کل کی کل یا کچھ حصہ پہلے ادا کر دیا جاتا ہے) کی صورت میں مشتری (خریدار) کو مبیع (فروخت شدہ مال) سونپے جانے سے قبل بائع پر واجب ہوگی، اور بیع سلم اور بیع استصناع کے علاوہ کی وہ شکل جس میں مبیع کی تعیین ہو چکی ہے، لیکن مشتری کا اس پر قبضہ نہیں ہوا ہے، تو اس کی زکوۃ بھی مشتری پر واجب نہیں ہوگی۔

۲:......کرایہ دار کی طرف سے مالک مکان ودوکان وغیرہ کو پیشگی دی گئی ضمانت کی رقم پر زکوۃ کرایہ دار کے ذمہ واجب نہیں ہوگی۔

شرکاء سمینار میں سے کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ اس مال کی زکوۃ مالک مکان پر ہوگی، اور دوسری رائے یہ ہے کہ اس مال کی زکوۃ کسی پر نہیں ہوگی۔

اموال زکوۃ کی سرمایہ کاری

اموال زکوۃ کی علی الفور ادائیگی ضروری ہے، جب زکوۃ نکالی جائے، اس وقت جو مستحقین موجود ہوں انہیں مالک بنا دیا جائے، جن کی تعیین اللہ تعالی نے خود سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۶۰ / ﴿انما الصدقات للفقراء والمساکین﴾ الخ میں کر دی ہے۔

لہذا کسی مستحق زکوۃ مثلاً فقراء کے مفاد کی خاطر اموال زکوۃ کی سرمایہ کاری جائز نہیں ہوگی، کیونکہ اس میں متعدد شرعی خطرات ہیں، مثلاً: فوری طور پر زکوۃ نکالنے کے وجوب پر عمل نہ ہوگا، اخراج زکوۃ کے وقت موجود مستحقین اس کے مالک نہیں ہو سکیں گے اور انہیں نقصان ہوگا۔ (فقہی فیصلے ص ۳۲۸)

زکوۃ کی رقم مستحقین کو مالک بنائے بغیر نفع بخش منصوبوں میں مشغول کرنا

اصولی طور پر درست ہے کہ اموال زکوۃ کی ایسے منصوبوں میں سرمایہ کاری کی جائے جو

بالآخر مستحقین زکوۃ کی ملکیت میں آجاتے ہیں' یا وہ منصوبے زکوۃ کی جمع وتقسیم کے ذمہ دار کسی شرعی شعبہ کے ماتحت ہوں، بشرطیکہ مستحقین کی فوری اور اہم ضروریات پوری کی جاچکی ہوں اور نقصانات سے تحفظ کی اطمینان بخش ضمانت موجود ہو۔(شرعی فیصلے ص۹۱)

اتحاد اسلامی فنڈ کے مصرف میں زکوۃ کا استعمال

اول:......اسلامی اتحاد فنڈ کے وقف کے تعاون کے لئے زکوۃ کی رقم استعمال کرنی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں قرآن کریم کے مقرر کردہ زکوۃ کے شرعی مصارف میں وہ استعمال نہیں ہورہی ہے۔

دوم:......اسلامی اتحاد فنڈ کے لئے درست ہے کہ وہ اشخاص اور اداروں کی جانب سے وکیل بن کر درج ذیل شرائط کے ساتھ زکوۃ کو اس کے شرعی مصارف میں خرچ کرے:

الف:......وکیل اور مؤکل دونوں کے اندر وکالت کی شرعی شرائط پائی جائیں۔

ب:......فنڈ اپنے دستور اساسی اور مقاصد میں ایسی مناسب ترمیمات کرے جس کے بعد اس کے لئے اس قسم کے کاموں کی انجام دہی ممکن ہوجائے۔

ج:......اتحاد فنڈ زکوۃ کی مد میں حاصل ہونے والی رقومات کا علیحدہ مخصوص حساب رکھے تاکہ اس کی رقم دوسری آمدنیوں سے مل نہ جائیں، جو زکوۃ کے شرعی مصارف کے علاوہ مدات' جیسے رفاہ عام کے کام وغیرہ میں بھی خرچ کئے جاسکتے ہیں۔

د:......فنڈ کے لئے جائز نہیں کہ زکوۃ کی مد سے حاصل ہونے والی رقومات میں سے کچھ بھی حصہ انتظامی اخراجات اور اسٹاف کی تنخواہوں وغیرہ ایسے مصارف میں خرچ کرے جو زکوۃ کے شرعی مصارف کے ذیل میں نہیں آتے۔

ھ:......زکوۃ ادا کرنے والے کو یہ حق ہے کہ وہ فنڈ کے اوپر یہ شرط لگائے کہ اس کی زکوۃ کی

رقم آٹھ مصارف زکوۃ میں سے اس کے طے کردہ مصرف ہی میں خرچ کرے، اور فنڈ ایسی صورت میں اس شرط کا پابند ہوگا۔

و:......فنڈ اس بات کا بھی پابند ہوگا کہ زکوۃ کے یہ اموال ممکنہ قریب ترین وقت میں اور زیادہ سے زیادہ ایک سال کے اندر مستحقین تک پہنچادے تاکہ مستحقین کے لئے ان سے استفادہ آسان ہو۔(شرعی فیصلے ص ۱۲۱ و ۱۲۲)

کمپنیوں کے شیئرز پر زکوۃ

اول:......شیئرز کی زکوۃ شیئرز ہولڈرس پر واجب ہوگی، اور کمپنی انتظامیہ ان کے نائب کی حیثیت سے زکوۃ نکالے گی، بشرطیکہ کمپنی کے دستور اساسی میں اس کی صراحت کردی گئی ہو، یا جنرل اسمبلی نے ایسی کوئی تجویز پاس کی ہو، یا ملکی قانون کمپنیوں کو زکوۃ نکالنے کا پابند بناتا ہو، یا شیئرز ہولڈرس کی جانب سے کمپنی انتظامیہ کو ان کے شیئرز کی زکوۃ نکالنے کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہو۔

دوم:......کمپنی شیئرز کی زکوۃ اس طرح نکالے گی، جس طرح اشخاص اپنے اموال کی زکوۃ نکالتے ہیں، چنانچہ تمام شیئرز ہولڈرس کے تمام اموال کو ایک ایک شخص کے اموال کی طرح سمجھا جائے گا، اور اس مال کی نوعیت جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے نصاب زکوۃ اور واجب شدہ مقدار زکوۃ میں وہی احکام واصول ہوں گے جو کسی ایک شخص کی زکوۃ کے لئے ہوتے ہیں، یہ رائے ان فقہاء کے نقطہ نظر پر مبنی ہے جو تمام ہی اموال زکوۃ میں ’’شرکت‘‘ (خلط) کو مؤثر مانتے ہیں۔

البتہ ان شیئرز کے حصے مستثنی کردیئے جائیں گے جن میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے، جیسے سرکاری خزانہ کے شیئرز، خیراتی وقف کے شیئرز، خیراتی اداروں اور غیر مسلموں کے

شیئرز۔

سوم:......اگر کمپنی کسی سبب سے اپنے اموال کی زکوۃ نہ نکالے تو شیئرز ہولڈرس پر اپنے شیئرز کی زکوۃ نکالنی واجب ہے، اگر کمپنی کے حسابات دیکھ کر کسی شیئرز ہولڈر کو یہ اندازہ ہو جائے کہ اگر کمپنی مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق زکوۃ نکالتی تو خود اس کے اپنے شیئرز پر کتنی زکوۃ واجب ہوتی؟ تو اسی اعتبار سے وہ اپنے شیئرز کی زکوۃ نکالے گا، کیونکہ شیئرز کی زکوۃ کی صورت میں اصل طریقہ یہی ہے۔

لیکن اگر شیئرز ہولڈرس کے لئے اس بات کی واقفیت ممکن نہ ہو:

تو اگر کمپنی میں شرکت سے اس کا مقصود اپنے شیئرز پر سالانہ منافع کا حصول ہو، تجارت کی نیت نہ ہو تو وہ صرف منافع کی زکوۃ ادا کرے گا، اور دوسرے سمینار میں غیر منقولہ جائداد اور کرایہ پر لگائی جانے والی غیر زراعتی اراضی کی بابت اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلہ کے مطابق ایسے شخص کے اصل شیئرز پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، صرف حاصل ہونے والے منافع پر زکوۃ واجب ہوگی، یعنی شرائط زکوۃ موجود ہوں اور موانع نہ ہوں تو منافع پر قبضہ کے دن سے ایک سال گذر جانے پر چالیسواں حصہ واجب ہوگا۔

اگر شیئرز ہولڈر نے تجارت کی غرض سے شیئرز خریدے ہوں تو وہ اموال تجارت کی طرح زکوۃ ادا کرے گا، چنانچہ جب زکوۃ کا سال آجائے اور شیئرز اس کی ملکیت میں ہوں تو وہ بازاری قیمت پر شیئرز کی زکوۃ ادا کرے گا، اگر شیئرز کا بازار نہ ہو تو ماہرین کی طے کردہ قیمت پر زکوۃ ادا کرے گا، لہذا اس قیمت میں سے، اور اگر شیئرز پر نفع ہو تو نفع میں سے بھی ڈھائی فیصد زکوۃ نکالے گا۔

چہارم:......اگر شیئرز ہولڈر درمیان سال ہی میں اپنے شیئرز فروخت کردے تو اس کی قیمت

اپنے دیگر مال میں شامل کر کے سال پورا ہونے پر مال کی زکوۃ کے ساتھ اس کی زکوۃ نکالے گا، اسی طرح شیئرز کا خریدار بھی اپنے خرید کردہ شیئرز پر مذکورہ طریقہ کے مطابق ہی زکوۃ نکالے گا۔ واللہ اعلم ۔(شرعی فیصلے ص ۱۲۳ و ۱۲۴)

کاشت کی زکوۃ

اول:...... زکوۃ کی مقدار سے کھیتی کی سینچائی پر آنے والے اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے، کیونکہ شریعت نے زکوۃ کی مقدار مقرر کرنے میں سینچائی کے اخراجات کی رعایت رکھی ہے۔

دوم:...... زکوۃ کی مقدار سے زمین کی اصلاح' نالیاں کھودنے اور مٹی منتقل کرنے کے اخراجات منہا نہیں کئے جائیں گے۔

سوم:...... بیج' کھاد اور زراعتی آفات سے حفاظت کے لئے جراثیم کش اشیاء وغیرہ کی خریداری سے متعلق اخراجات اگر زکوۃ نکالنے والے شخص نے اپنے مال سے پورے کئے ہوں تو وہ زکوۃ کی مقدار سے منہا نہیں کئے جائیں گے، لیکن اگر اپنے پاس مال موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کو قرض لینے کی ضرورت پیش آ گئی ہو تو ان اخراجات کو زکوۃ کی مقدار سے منہا کیا جائے گا۔

اس کی دلیل بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی آثار ہیں، جن میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں، وہ یہ کہ کاشتکار نے اپنے پھل کے لئے جو قرض لیا ہو' اسے نکال لے گا، پھر بقیہ کاشت کی زکوۃ ادا کرے گا۔

چہارم:...... کھیتی اور پھلوں پر واجب مقدار میں سے وہ اخراجات منہا کئے جائیں گے جو زکوۃ کو ان کے مستحقین تک پہنچانے میں لازمی طور پر آتے ہوں۔(شرعی فیصلے ص ۳۵۹)

خالی سلنڈر اور مائع گیس میں زکوۃ کا مسئلہ

گیس سلنڈر کا تاجر جو سلنڈر کا مالک ہوتا ہے‘ اس پر خالی سلنڈروں میں کوئی زکوۃ نہیں ہے، کیونکہ ان کا صرف تبادلہ ہوتا ہے‘ اور یہ تجارتی مال میں شامل نہیں ہوتے، اس لئے ان کو دوسرے آلات حرفت پر محمول کیا جائے گا اور زکوۃ صرف گیس میں دینی ہوگی۔

(فتاوی حقانیہ ص۵۲۱۲ ج ۳)

انسانی جسم کے بعض اعضا پر سونے‘ چاندی کا خول چڑھانے پر وجوب زکوۃ مسئلہ

زمانہ قدیم سے بعض مصالح اور حالات کی بنا پر سونے‘ چاندی کو انسانی جسم کے بعض اعضاء پر استعمال کرنے کا رواج چلا آ رہا ہے۔ سونے‘ چاندی کے ان اعضاء کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ اعضاء جو انسانی بدن میں بالکل پیوست ہو جاتے ہیں‘ اور ان کو اپنی جگہ سے الگ کرنا مشکل ہوتا ہے‘ اور الگ کرنے کی صورت میں سخت تکلیف ہوتی ہے، گویا وہ مصنوعی اعضاء‘ انسانی جسم کے حقیقی اعضاء ہو جاتے ہیں۔

اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو الگ کرنا آسان ہوتا ہے اور کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی۔

تو اول الذکر میں زکوۃ واجب نہیں، اس لئے کہ شریعت مقدسہ نے مال نامی ہونے کی جو علت وجوب زکوۃ کے لئے بیان کی‘ وہ یہاں مفقود ہے، اور ثانی الذکر میں زکوۃ واجب ہے، کیونکہ اس میں نمو حکمی پائی جاتی ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص ۵۳۵ ج ۳)

صرف سونا نصاب سے کم ہو، مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب نہیں

س:......ایک شخص کے پاس سونے کا زیور ایک تولہ کا ہے، اس وقت اگر فروخت کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟

ج:......اگر اس کے پاس چاندی کا زیور بقدر زکوۃ ہو تو سونے کی قیمت بھی اس میں شامل کر کے زکوۃ دا کرے۔ اور اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں، مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوۃ ادا کرنا اولی ہے۔ اور اگر صرف سونا ہے چاندی نہیں ہے تو اگر چہ اس کی قمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو زکوۃ لازم نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۷۰ ج ۴، جدید)

اموال زکوۃ کون کون سے ہیں؟

جن چیزں پر زکوۃ فرض ہیں وہ یہ ہیں:

ا:......نقد روپیہ چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہوں، چاہے وہ نوٹ ہوں سکے ہوں۔

۲:......سونا چاندی چاہے وہ زیور کی شکل میں ہو یا سکے کی شکل میں ہو۔

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ رہتا ہے کہ جو خواتین کا استعمالی زیور ہے اس پر زکوۃ نہیں ہے، یہ بات درست نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ استعمالی زیور میں بھی زکوۃ واجب ہے، البتہ صرف سونے چاندی کے زیور پر زکوۃ واجب ہے، لیکن اگر سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا زیور ہے چاہے پلاٹینم ہی کیوں نہ ہو اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

اسی طرح ہیرے جواہرات پر زکوۃ نہیں جب تک تجارت کے لئے نہ ہوں، بلکہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں۔ (فقہی مقالات ص ۱۴۸ ج ۳)

مال تجارت میں کیا کیا داخل ہیں

مال تجارت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کو آدمی نے بیچنے کی غرض سے خریدا ہو لہذا اگر کسی شخص نے بیچنے کی غرض سے کوئی پلاٹ خریدا، یا زمین خریدی، یا کوئی مکان خریدا، یا گاڑی خریدی تو سب چیزیں مال تجارت میں داخل ہیں۔ (فقہی مقالات ص ۱۴۸ ج ۳)

پلاٹ پر زکوہ کا مسئلہ

بہت سے لوگ ''انویسٹمنٹ'' کی غرض سے پلاٹ خریدتے ہیں اور شروع ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ جب اس پر اچھے پیسے ملے گے، تو اس کو فروخت کر دوں گا تو اس پلاٹ کی مالیت پر بھی زکوۃ واجب ہے۔ لیکن اگر پلاٹ اس نیت سے خریدا کہ اگر موقع ہوا تو اس پر رہائش کے لئے مکان بنالیں گے، یا موقع ہوا تو اس کو کرائے پر دیدیں گے، یا کبھی موقع ہوا تو اس کو فروخت کر دیں گے، تو اس صورت میں اس پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔ (حوالۂ بالا)

مال تجارت ہی کو زکوۃ میں دینے کا حکم

م:......زکوۃ میں خود وہ چیز بھی دی جاسکتی ہے، جس پر زکوۃ عائد ہے، لہذا سامان تجارت کی زکوۃ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ نقد روپیہ ہی دیا جائے، بلکہ سامان تجارت جس کی زکوۃ نکالی جارہی ہے اسی سامان تجارت کا کچھ حصہ بطور زکوۃ کے دے سکتے ہیں، البتہ وہ سامان عام استعمال کا سامان نہیں ہے اور خیال یہ ہے کہ غریب اور فقیر کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو اس صورت میں انصاف کے ساتھ اندازہ اور تخمینہ سے اس کی قیمت لگا کر اس کی قیمت پر زکوۃ ادا کی جائے۔ (فقہی مقالات ص ۱۶۹ جلد ۳)

زکوۃ بصورت سامان یا قیمت

سامان تجارت کی زکوۃ خود اس سامان کی صورت میں بھی نکالی جاسکتی ہے، جیسے کتاب یا کپڑے کی زکوۃ خود کتاب یا کپڑے کے ذریعہ، اور اس کی قیمت کی صورت میں بھی؛ جس میں فقراء کے لئے بہتری ہو۔

البتہ قیمت کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو اتنی قیمت زکوۃ میں ادا کی جائے گی جس میں سامان تجارت کی وہی ڈھائی فیصد مقدار اسی قیمت سے خرید کی جاسکے، مثلا: فرض کیجئے کہ ایک کوئنٹل گیہوں زکوۃ میں نکالنا ہے، جس روز زکوۃ واجب ہوئی، اس کی قیمت پانچ روپے تھی، مگر ادا کرنے میں تاخیر ہوئی اور زکوۃ ادا کرتے وقت اس کی قیمت ایک ہزار روپے ہوگئی تو اب اسے ایک ہزار روپے زکوۃ میں ادا کرنے ہوں گے۔ (بدائع الصنائع ۹۱/۲)

سامان تجارت کی قیمت کے تعین کا طریقہ

م:......ایک چیز جس پر زکوۃ فرض ہے وہ ہے ''سامان تجارت'' مثلا کسی کی دکان میں جو سامان برائے فروخت رکھا ہوا ہے، اس سارے اسٹاک پر زکوۃ واجب ہے، البتہ اسٹاک کی قیمت لگاتے ہوئے اس بات کی گنجائش ہے کہ آدمی زکوۃ نکالتے وقت یہ حساب لگائے کہ اگر میں پورا اسٹاک اکھٹا فروخت کروں تو بازار میں اس کی کیا قیمت لگے گی۔ دیکھئے! ایک ''ریٹل پرائس'' ہوتی ہے اور دوسری ''ہول سیل پرائس'' تیسری صورت یہ ہے کہ پورا اسٹاک اکھٹا فروخت کرنے کی صورت میں کیا قیمت لگے گی، لہذا جب دکان کے اندر جو مال ہے اس کی زکوۃ کا حساب لگایا جارہا ہو تو اس کی گنجائش ہے کہ تیسری قسم کی قیمت لگائی جائے، وہ قیمت نکال کر پھر اس کا ڈھائی فیصد زکوۃ میں نکالنا ہوگا، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ عام ''ہول سیل قیمت'' سے حساب لگا کر اس پر زکوۃ ادا کردی جائے۔ فقہی مقالات ۱۵۰/۳

مال تجارت کی قیمت کا تعین

م:...... مال تجارت کی قیمت کے تعین کرنے کا طریقہ تجربہ سے ہے، تجربہ سے اس کا فیصلہ کریں اور انصاف اور احتیاط کے ساتھ اس کی تخمینی قیمت لگائیں کہ جب یہ سامان فروخت ہوگا تو ہمیں اس کے اتنے پیسے ملیں گے، اس طرح قیمت کا تعین کر کے اس کے حساب سے زکوۃ ادا کر دیں۔ (فقہی مقالات ص ۱۶۸ جلد ۳)

دکان کی زکوۃ نکالنے کا طریقہ اور واجب الاداء و قابل وصول قرضوں اور نقد پر زکوۃ کا حکم

سوال:...... میں اپنی دکان کی زکوۃ کس طرح ادا کروں؟ اور کب ادا کیا کروں؟ اور اس کے سامان کی قیمت کون سی لگاؤں؟ کچھ قرضے لوگوں نے مجھے دینے ہوتے ہیں، کچھ میں نے دینے ہیں اور کتنی رقم ہونے پر زکوۃ ادا کروں؟

جواب:...... زکوۃ کا طریقہ یہ ہے کہ قمری حساب سے جس تاریخ کو آپ نے دکان قائم کی ہو اس کا محتاط اندازہ کر لیں، پھر ہر سال جب بھی وہ تاریخ آئے تو پہلے یہ دیکھیں کہ اس تاریخ کو نقد روپیہ کتنا موجود ہے؟ اور بیچنے کے لائق سامان کتنا ہے؟ اس کی ہول سیل قیمت لگالیں، پھر جتنی رقمیں دوسروں کے ذمے واجب الاداء ہیں وہ جوڑ لیں، ان تینوں چیزوں کی مجموعی قیمت لکھ لیں، پھر آپ کے اوپر جو قرضے واجب ہیں وہ اس مجموعی قیمت میں سے منہا کر لیں، جو رقم باقی بچے اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس کا چالیسواں حصہ زکوۃ نکال دیں۔ (فتاوی عثمانی ص ۵۷ ج ۲)

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ

پراویڈنٹ فنڈ (تنخواہ سے لازمی طور پر وضع ہونے والی رقم) جب تک اس پر قبضہ نہ ہوجائے' اس کی زکوۃ واجب نہ ہوگی، جب یہ رقم وصول ہوجائے اور بقدر نصاب ہو اور اس پر ایک سال گذر جائے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔(اور اگر پہلے سے صاحب نصاب ہو تو اس کا حکم مال مستفاد کا ہوگا، اصل نصاب کے ساتھ اس مال کی بھی زکوۃ ادا کرے۔از: حضرت مولانا مفتی اکرام الحق صاحب مدظلہ)

بعض اوقات کچھ لوگ قانونی انکم ٹیکس کی زد سے بچنے کے لئے یا دیگر مصالح کی خاطر اختیاری طور پر اپنی تنخواہ سے کچھ رقم وضع کرا کر پی' ایف' (p,f) جمع کراتے ہیں۔ یہ رقم اگر قدر نصاب کو پہنچ جائے تو سال بہ سال زکوۃ ادا کرنی پڑے گی۔اس اختیاری وضع کرائی ہوئی رقم کی حیثیت ودیعت کی ہے اور مال ودیعت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

اموال مدرسہ

زکوۃ کی جو رقم مدارس یا بیت المال میں اکٹھا ہوتی ہیں' ان کا کوئی مالک متعین نہیں، اسی طرح جو رقم از قسم عطایا وصدقات نافلہ اداروں کو مطلق وجوہ خیر میں صرف کرنے کے لئے یا متعین مدات پر صرف کرنے کے لئے دی جاتی ہیں' وہ دینے والوں کی ملک سے نکل کر اللہ کی ملک میں داخل ہوجاتی ہیں، اس لئے بیت المال' مدارس یا دیگر رفاہی اداروں میں جمع شدہ رقوم پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

وظیفہ طلبہ

مدرسہ میں طلبہ کے قیام وطعام اور تعلیم وغیرہ پر جو مجموعی مصارف آتے ہیں' ان کا

حساب لگا کر ہر طالب علم پر واجب الادا' ماہانہ اخرجات کے بقدر مدزکوۃ ادا کئے جائیں۔ یہ ادائیگی بصورت نقد یا چیک طالب علم کو دی جائے ۔ اور خود مہتمم مدرسہ بھی یہ رقم زکوۃ اکاؤنٹ سے نکال کر مدرسہ کے عام اکاؤنٹ میں اس کی طرف سے جمع کرسکتا ہے' بشرطیکہ بوقت داخلہ' فارم داخلہ میں طالب علم کی طرف سے' اور اگر نابالغ ہوتو اس کے ولی کی طرف سے یہ تصریح کرادی جائے کہ مہتمم مدرسہ اس کی طرف سے از مدزکوۃ اس کے اخراجات مدرسہ کو ادا کرنے کا مجاز ہوگا۔

حیثیت سفراء اور مہتمم مدرسہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل مدارس زکوۃ وصدقات کی جو رقمیں وصول کرتے ہیں فوری طور پر خرچ نہیں ہوتیں، اور بسا اوقات خاصے عرصہ تک باقی رہ جاتی ہیں، جس کی وجہ سے ادائیگی وعدم ادائیگی زکوہ کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے، لہذا فقہ اکیڈمی میں اس سے متعلق سوال نامہ کے جوابات کی روشنی میں ذیل کی تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

زکوۃ کی وصولی میں مہتمم یا اس کا نائب (سفیر ومحصل) طلبہ کا وکیل ہے۔ مہتمم یا اس کے نائب (سفیر ومحصل) کو دے دینے سے زکوۃ ادا ہوجائے گی۔ مہتمم مدرسہ کا فرض ہے کہ زکوۃ کی رقم حسب احکام شرع طلبہ پر صرف کرے۔

کمیشن پر زکوۃ کی وصولی

کمیشن پر زکوۃ کی وصولیابی کا مروجہ طریقہ جائز نہیں۔

بہتر صورت یہ ہے کہ کام کی اجرت مقرر کردی جائے ، مثلا: رمضان میں تحصیل زکوۃ کا کام کرنے پر آپ کو اتنی تنخواہ دی جائے گی، اور ایک نشانہ بھی مقرر کردی جائے کہ کم سے کم اتنی رقم وصول کریں، اور اگر آپ نے اس سے زیادہ وصول کیا تو اس پر مزید انعام دیا

جائے گا، اس طرح تنخواہ بھی مقرر ہو جائے گی، اور انعام' کام میں مزید محنت اور سعی و کوشش کے لئے ترغیب و تحریک کا باعث ہوگا۔ (کتاب الفتاوی ص ۳۳۴ ج ۳)

سفراء مدارس کے لئے زکوۃ وصدقات کی رقم سے حصہ لینا جائز نہیں

س:......بعض سفراء دینی مدارس کے لئے چندہ جمع کرتے ہیں' اور اس چندہ پر ایک مقررہ حصہ بطور کمیشن لیتے ہیں' اور اس کے ساتھ دوران سفر اسی چندہ سے کھاتے' پیتے بھی ہیں۔ کیا سفراء کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......سفیر چندہ دہندہ کا وکیل ہوتا ہے، تملیک سے قبل اس کے لئے زکوۃ اور دیگر صدقات کی رقوم سے کھانا پینا اور اپنا مقررہ حصہ وصول کرنا جائز نہیں' اور نہ عاملین زکوۃ پر قیاس کرنا درست ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص ۵۱۴ ج ۳)

مال حرام کی زکوۃ

۱:......مال حرام کسی کی ملکیت میں آئے اور وہ بعینہٖ موجود ہو' نیز مال کا اصل مالک معلوم ہو تو اس شخص کو وہ پورا مال لوٹا دینا واجب ہے۔

۲:......اگر مال حرام متعین طور پر معلوم نہ ہو سکے' یا اس کی تعداد معلوم نہ ہو سکے' تو غالب گمان کے مطابق مال حرام کی مقدار متعین کی جائے گی، اگر مالک معلوم ہو تو اتنی مقدار میں رقم اس کے مالک کو واپس کر دی جائے' اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو اسی مقدار میں بلا نیت ثواب صدقہ کر دیا جائے۔

۳:......اگر مال حرام کی واپسی اس پر واجب ہوئی اور اس نے واپس نہیں کیا' اور مال حرام اس کے قبضہ میں باقی رہ گیا اور مال کا کوئی انسان مطالبہ کرنے والا نہیں ہے' ایسی صورت میں اس مال کی زکوۃ ادا کرنی بھی واجب ہوگی' اور زکوۃ ادا کرنے کے باوجود حقدار کو

حق لوٹانے یا حقدار کے معلوم ہونے کی صورت میں بلا نیت ثواب صدقہ کرنے کا حکم باقی رہے گا۔

مال حرام میں اصل یہی ہے کہ اگر ایسے مال کا مالک موجود ہو تو اس کو واپس کر دیا جائے ورنہ صدقہ کر دیا جائے۔ اور اگر حرام و حلال مال مخلوط ہو تو تحری و رجحان قلب کے مطابق مال حلال کی مقدار متعین کر کے اس کی زکوۃ دی جائے، مال حرام میں زکوہ واجب نہ ہوگی۔ مگر استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے کے پورے مال کی زکوۃ ادا کر دی جائے تا کہ یقینی اور اطمینان بخش طریقہ پر زکوۃ ادا کرنے والا فریضہ زکوۃ سے بری الذمہ ہو جائے، اور ظالمانہ اور حرام طریقوں سے لوگوں کے مال سے فائدہ اٹھانے والوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔

نیز ایسا نہ ہو کہ مال حرام کھانے والا دو طرفہ فائدہ اٹھائے، اس طرح ایک طرف مال حرام سے انتفاع کرے اور زکوۃ سے بھی بچ جائے۔ (اہم فقہی فیصلے از: ص ۵۵ تا ۶۳)

حج کی محفوظ رقم پر زکوۃ

حج کی نیت سے جو رقم جمع کی ہے' اس پر زکوۃ واجب ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۷۳ ج ۳۔ فتاوی حقانیہ ص ۴۹۳ ج ۳۔ خیر الفتاوی ص ۴۷۴ ج ۳)

جو روپیہ حج کے ٹکٹ کے لئے دے دیا' اور اس کا ٹکٹ خرید لیا اور اس پر سال پورا نہیں ہوا تھا تو اس روپیہ کی زکوۃ لازم نہیں۔ (فتاوی محمودیہ ص ۹۷ ج ۱۷)

آمد و رفت کے کرایہ اور معلم کی وغیرہ کی فیس کے لئے جو رقم دی گئی ہے' اس پر زکوۃ نہیں، اس سے زائد رقم جو کرنسی کی صورت میں اس کو واپس ملے گی' اس میں سے یکم رمضان تک (جب کہ یکم رمضان کو زکوۃ ادا کرتا ہو) جتنی رقم بچے گی اس پر زکوۃ فرض ہے، جو خرچ ہوگئی اس پر نہیں۔ (احسن الفتاوی ص ۲۶۴ ج ۴)

مکان کی خریداری کی رقم پر زکوۃ

کسی نے مکان خریدا، سودا مکمل ہو گیا، وکیل کاغذی کروائی کر رہا ہے، اب اس کے پاس جو رقم جمع ہے، اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ کی رائے وجوب زکوۃ کی ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۴۳ ج ۳)

مگر دوسرے ارباب افتاء کے نزدیک اس مال پر زکوۃ واجب نہیں۔

شادی کے لئے جمع رقم پر زکوۃ

کسی نے اپنی، یا بچوں کی شادی کی نیت سے رقم جمع کی ہو اس پر سال گذرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔ (کتاب الفتاوی ص ۳۳۷ ج ۳)

واجب الوصول قرضوں پر زکوہ

کسی کو قرض دیا، یا مال ادھار فروخت کیا، اور اس کی قیمت ابھی وصول ہونی ہے، تو جب زکوۃ کا حساب لگایا جائے تو بہتر یہ ہے کہ ان واجب الوصول قرضوں کو اپنی مجموعی مالیت میں شامل کر لیں، اگر چہ شرعا وصول ہونے تک ان پر زکوۃ نہیں، مگر وصولی کے بعد تمام سالوں کی زکوۃ ادا کرنی پڑے گی۔ مثلاً ایک لاکھ روپیہ کسی کو قرض دیا اور اس نے پانچ سال کے بعد واپس کیا، تو ان پانچ سالوں کے دوران تو زکوۃ کی ادائیگی واجب نہیں، لیکن وصولی کے بعد پانچ سال کی زکوۃ دینی پڑے گی۔

قرضوں کی دو قسمیں

قرضوں کی دو قسمیں ہیں: ایک تو معمولی قرضے، جن کو انسان اپنی ذاتی ضروریات کے لئے لیتا ہے۔ دوسری قسم کے قرضے بڑے بڑے سرمایہ دار پیداواری اغراض کے لئے لیتے

ہیں، مثلا: فیکٹریاں لگانے' یا مشینریاں خریدنے' یا مال تجارت امپورٹ کرنے کے لئے' لئے جاتے ہیں۔اس دوسری قسم کے قرضوں کو مجموعی مالیت سے منہا کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ ان سرمایہ داروں پر ایک پیسے کی بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ وہ لوگ الٹے مستحق زکوۃ بن جائیں گے۔ان قرضوں کے منہا کرنے میں شریعت نے فرق رکھا ہے۔اس میں تفصیل ہے۔

پہلی قسم کے قرضے تو مجموعی مالیت سے منہا ہو جائیں گے' اور ان کو منہا کرنے کے بعد زکوۃ ادا کی جائے گی۔اور دوسری قسم میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی نے تجارت کی نیت سے قرض لیا اور اس قرض کو ایسی اشیاء خریدنے میں استعمال کیا جو قابل زکوۃ ہیں، مثلا: خام مال خریدا' یا مال تجارت خریدلیا' تو اس کو مجموعی مالیت سے منہا کیا جائے، لیکن اگر اس سے ایسے اثاثے خریدے جو نا قابل زکوۃ ہیں تو اس قرض کو مجموعی مالیت سے منہا نہیں کریں گے۔مثلا ایک شخص نے بینک سے ایک کروڑ روپے قرض لئے اور اس رقم سے ایک پلانٹ (مشینری) باہر سے امپوٹ کرلیا' چونکہ یہ پلانٹ قابل زکوۃ نہیں، اس لئے کہ یہ مشینری ہے' تو اس صورت میں یہ قرضہ منہا نہیں ہوگا،لیکن اس سے خام مال خریدلیا تو چونکہ یہ قابل زکوۃ ہے' اس لئے یہ قرض منہا کیا جائے گا۔(فقہی مقالات ص۱۵۶ج۳)

طویل المیعاد قرض پر زکوۃ

سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے لئے جانے والے طویل المیعاد قرضوں کی صورت میں ہر سال جو قرض کی قسط ادا کرنی ہے' اموال زکوۃ میں سے منہا کی جائے گی' اور باقی اموال زکوۃ پر زکوۃ واجب ہوگی' پورا قرض منہا نہیں کیا جائے گا۔(اہم فقہی فیصلے ص۵۷)

س:......بعض لوگ بینکوں سے طویل مدت کے لئے قرضے لیتے ہیں۔کیا ایسے قرضے

وجوب زکوۃ سے اسی طرح مانع ہیں، جس طرح دوسرے قرض مانع ہیں؟

ج:.......اس مسئلہ میں فقہاء کرام کی دو رائے ہیں، لیکن قاعدہ اور ظاہر کے لحاظ سے جس کو متأخرین فقہاء نے راجح بھی قرار دیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایسے قرضہ جات مانع زکوۃ نہیں۔

(فتاوی حقانیہ ص۵۱۰ ج۳۔ کتاب الفتاوی ص۲۶۰ ج۳)

فکس ڈیپازٹ پر زکوۃ

بینک کے فکس ڈپازٹ میں زکوۃ فرض ہے، مگر ادائیگی بوقت وصول لازمی ہوگی۔

(فتاوی حقانیہ ص۵۰۵ ج۳)

تنبیہ:.......فکس ڈپازٹ میں جو رقم زیادہ ملتی ہے وہ سود ہے، اس لئے اولاتو فکس ڈپازٹ کرانا ہی جائز نہیں، اور اگر کرالیا ہو تو جو زائد رقم ملے، اس کو غرباء پر یا رفاہی کاموں پر خرچ کر دینا واجب ہے۔ (کتاب الفتاوی ص۳۲۷ ج۳)

اسلامی بینکوں اور کمپنی کے ریزروفنڈ پر زکوۃ کا حکم

م:.......اسلامی بینکوں کے نفع میں سے ایک معینہ حصہ قانوناً ریزروفنڈ کے نام سے رکھا جاتا ہے، اسی طرح مشترک سرمائے کی تمام کمپنیوں کے ریزروفنڈ عرفاً و قانوناً کمپنی ہی کے اثاثوں کا حصہ ہے، جسے آئندہ کے خسارے وغیرہ کی تلافی کے لئے شرکاء نے تقسیم کرنے کی بجائے الگ کر کے رکھ لیا ہے، لیکن وہ انہی کی ملک ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مملوک اموال کا کچھ حصہ الگ اٹھا کر اس لئے رکھ دے کہ آئندہ جب کوئی بیماری پیش آئے گی تو اس کو خرچ کرے گا۔ رہا یہ کہ جب تک کوئی رقم ریزروفنڈ کا حصہ ہے، اس پر شرکاء کو تصرف کا اختیار نہیں ہوتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ پابندی خود شرکاء نے باہمی رضامندی سے لگائی ہے اور وہ جب چاہیں حصہ داروں کی

عمومی میٹنگ بلا کر اس شرط کو ختم کر سکتے ہیں، لہذا ان کا تصرف اس لحاظ سے برقرار ہے۔ نیز جب کبھی کمپنی ختم ہوگی تو دوسرے اثاثوں کی طرح ریز روفنڈ کے اثاثے بھی انہی شرکاء پر تقسیم ہوں گے۔ نیز اگر کوئی شخص کمپنی کے ختم ہونے سے پہلے اپنا حصہ فروخت کرے گا تو اس کی قیمت میں ریز روفنڈ میں اس کا جو حصہ ہے وہ بھی منعکس ہوگا، لہذا ریز روفنڈ (reserve fund) یقیناً حصہ داروں کی ملکیت ہے اور قابل زکوۃ ہے۔

(فتاوی عثمانی ص ۴۷ ج ۲)

انعامی بانڈز پر زکوۃ واجب ہے

فقہاء کرام نے دین کی تین اقسام لکھی ہیں، جس میں دین وسط کی تعریف بانڈز پر صادق آتی ہے، اس لئے کہ بانڈز خود مال نہیں، بلکہ یہ اس مال کی رسید ہے جو آپ کا حکومت یا کسی پرائیویٹ ادارے کے پاس قرض کی شکل میں موجود ہے، اس لئے بانڈز کی مالیت پر زکوۃ واجب ہے، لیکن جب یہ بانڈز مالیت کی شکل اختیار کر کے آپ کے ہاتھ میں آجائے تو گذشتہ اور موجودہ سب سال کی زکوۃ دینا لازم ہے۔ (فتاوی حقانیہ ص ۵۰۵ ج ۳)

پگڑی اور پیشگی کے طور پر دی ہوئی رقم کی زکوۃ

اس زمانہ میں مکان، دوکان، خصوصا کارخانے کرایہ پر لینے کے لئے کرایہ دار سے مالک مکان ودوکان ایک معتد بہ رقم بطور زر پیشگی حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ رقم لاکھ، دولاکھ تک بھی پہنچ جاتی ہے، اور کرایہ کی جگہ خالی کرنے تک مالک مکان کے پاس رہتی ہے، اور جگہ خالی کرنے کے موقع پر ملتی ہے۔ یہ مدت سال، دوسال بھی ہوسکتی ہے، یا دس، بیس سال بھی۔ اس عرصے تک مالک مکان اس سے نفع حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس رقم پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’میری رائے میں مکان‘ دوکان اور کارخانے کی کرایہ داری پر دیا ہوا (ایڈوانس) ایسا مال ہے جو مالک کے قبضہ وتصرف میں نہیں ہے‘ مال رہن کی طرح ہے‘ نیز ضروریات و وسائل رزق میں مشغول ہے، اس لئے ان پر بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، جب وہ رقم واپس آجائے گی تو سال گذرنے پر زکوۃ دینی ہوگی۔ (فتاوی قاضی ص ۸۷)

حادثات میں ملنے والی رقم پر زکوۃ

جہاز‘ ریل‘ کار‘ بس وغیرہ کے حادثات میں کسی مسافر کی موت واقع ہوگئ‘ اور کمپنی کی طرف سے اس کے ورثاء کو جو رقم ملی وہ ورثاء کی وارث کی ملکیت ہے‘ اس پر دوسرے اموال کی طرح زکوۃ واجب ہوگی۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۲۲ ج ۱۷)

کمیٹی کی رقم سے زکوۃ

آج کل چند آدمی کمیٹی کے نام سے ماہانہ کچھ رقم جمع کرتے ہیں‘ پھر وقت مقررہ پر ایک آدمی کو وہ جملہ رقم دی جاتی ہے‘ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور ہر ممبر کو اپنی پوری رقم مل جاتی ہے۔ اب جس کو پوری رقم اولا مل جائے تو اس پر پوری رقم کی زکوۃ ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں اس کی رقم تو کچھ ہے بقیہ قرض ہے، مثلا: بیس ہزار کی کمیٹی ہے اور ممبروں کی تعداد دس ہے‘ تو اس بیس ہزار میں سے دو ہزار اس شخص کے اپنے ہیں اور باقی دوسرے ممبروں کے ہیں۔ اس صورت میں جس شخص کو اولا رقم ملی ہے‘ اس پر دو ہزار کی زکوۃ دینی ہوگی باقی اٹھارہ ہزار کی زکوۃ اس پر واجب نہیں۔ (فتاوی حقانیہ ص ۵۰۹ ج ۳۔ خیر الفتاوی ص ۴۹۰ ج ۳)

زکوۃ بطور گذارہ الاؤنس دینے کا حکم

جن غرباء کو زکوۃ کی رقم ماہانہ مقرر ہے، اس میں اس امر کی خبر گیری ضروری ہے کہ ان کا

استحقاق دائمی ہو، انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں، کسی وقت تنگ دستی' کسی وقت فراخ دستی، اگر کسی وقت ان کو غنی حاصل ہو گیا تو پھر ان کو دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

(خیر الفتاوی ص ۳۸۸ ج ۳)

آج کل زمین کے فروخت ہونے پر کل کا فقیر مالدار بن جاتا ہے، اس لئے ایسے حالات میں جو ادارے رفاہی کام کر رہے ہیں' اور زکوۃ کی رقم ماہانہ بیواؤں وغیرہ غرباء پر تقسیم کرتے ہیں' ان کو زکوۃ کی مد میں خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

زکوۃ دہندہ جس ملک میں ہو اسی ملک کی کرنسی کا اعتبار ہوگا

زکوۃ دہندہ جس ملک میں قیام پذیر ہے اس ملک کی کرنسی کا اعتبار ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ زکوۃ میں زکوہ ادا کرنے والے کے مال کا چالیسواں حصہ واجب ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۱۳ ج ۳)

سونے کی زکوۃ میں وقت وجوب کی قیمت معتبر ہے

سونے' چاندی کی زکوۃ اور عشر میں وقت وجوب کی قیمت معتبر ہے، البتہ زکوۃ سوائم میں وقت اداء کی قیمت کا اعتبار ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۲۶۸ ج ۴)

سال ختم پر بازاری نرخ سے (نہ کہ اصل خرید کے اعتبار سے) جتنی قیمت کا مال موجود ہؤاس کی زکوۃ ادا کی جائے گی۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۱۰ ج ۱۷)

زکوۃ کے لئے نکالی ہوئی رقم کا استعمال

کسی شخص نے زکوۃ ادا کرنے کی نیت سے ایک رقم الگ نکالی، پھر کسی ضرورت سے اسے استعمال کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اس کے بجائے دوسری رقم سے زکوۃ ادا کر دے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۴۱ ج ۳)

زکوۃ دوسری جگہ بھیجنا

دوسری جگہ کے لوگ غریب محتاج ہوں، یا اعزہ واقارب ہوں، اور وہ ضرورت مند ہوں، یا اس جگہ لوگ دینی تعلیم میں مشغول ہوں، تو ایسے لوگوں کو زکوۃ کے پیسے بھیجنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ بعض مواقع میں زیادہ ثواب ملے گا، جب کہ اخلاص نیت ہو۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۱۵۵ ج ۵)

زکوۃ کی رقم منی آرڈر، یا ڈرافٹ سے بھیجنا

زکوۃ کی رقم بذریعہ منی آرڈر، اور ڈرافٹ بھیجی جاسکتی ہے، کیونکہ مجبوری ہے، اس لئے اس طرح کی تبدیلی سے زکوۃ کی دائیگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ منی آرڈر وغیرہ کی فیس میں زکوۃ، فطرہ کی رقم استعمال نہیں کی جاسکتی۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۱۶۴ ج ۵)

کرایہ میں زکوۃ کے پیسے استعمال کرنا

غرباء کی امداد کے لئے کپڑے، دوائی، جوتے، وغیرہ بھیجنے میں ہوائی جہاز، یا ٹرین وٹرک وغیرہ کے کرایہ میں زکوۃ کی رقم استعمال کرنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، اس لئے کہ زکوۃ میں تملیک مستحق بلاعوض شرط ہے اور وہ شرط یہاں مفقود ہے۔ (رحیمیہ ص ۱۵۰ ج ۵ وص ۲۷۰ ج ۷)

پبلسٹی پر زکوۃ کی رقم لگانا

آج کل بہت سے ادارے زکوۃ اور دوسرے عطیات جمع کرنے کے لئے بہت سی رقم پبلسٹی پر خرچ کرتے ہیں، تو زکوۃ کی رقم پبلسٹی پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ (فقہی مقالات ص ۱۴۸ ج ۳)

زکوۃ کی رقم سے کپڑے کی سلائی کی اجرت دینا

س:......میں زکوۃ کے پیسے سے کپڑا خریدتا ہوں اور اس کو سلا کر یتیم خانہ لے جا کر یتیم

بچوں کو دیدیتا ہوں۔ کیا زکوۃ کی رقم سے سلائی کی اجرت دے سکتا ہوں؟

ج:......اگر یتیم خانہ کے بچوں کا ناپ لے کر ان کی مرضی کے مطابق کپڑا سلوایا، اور وہ لباس شرعاً ممنوع نہ ہو تو اس صورت میں زکوۃ کی رقم سے سلائی کی اجرت ادا کرنے کی گنجائش ہے کہ معطہ لہ کے حق میں یہ سلائی کپڑے کے عین میں اضافہ کے حکم میں ہے، مگر بے خطر صورت یہ ہے کہ مستحق کو کچا کپڑا، اور رقم دے دی جائے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق سلوالے۔ (فتاوی رحیمیہ ص٣٦٦ ج ٧)

زکوۃ کی رقم میں سے کمیشن دینے کا کیا حکم ہے؟

اگر دوسری جگہ پیسے بھیجنے میں کمیشن دینا پڑتا ہوں، مثلاً: زکوۃ کے ایک ہزار بھیجیں اور مرسل الیہ کو آٹھ سو روپے پہنچتے ہیں تو، دو سو روپے زکوۃ کے شمار نہ ہوں گے، لہذا دو سو روپے اور ادا کرنے ہوں گے۔ (فتاوی رحیمیہ ص١٠ ج ٢)

بینکوں سے زکوۃ کی کٹوتی کا حکم

بینکوں اور مالیاتی ادادروں سے زکوۃ کٹوتی سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ احتیاطاً ایسا کرلیں یکم رمضان آنے سے پہلے دل میں یہ نیت کرلیں کہ میری رقم سے جو زکوۃ کٹے گی، وہ میں ادا کرتا ہوں۔

سرکاری ٹیکسوں کی ادائیگی سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی

م:......سرکاری ٹیکسوں کی ادائیگی سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔ (فتاوی عثمانی ص٦٧ ج ٢)

انکم ٹیکس کی ادائیگی سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی

م:......انکم ٹیکس کی ادائیگی سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔ (فتاوی عثمانی ص٦٩ ج ٢)

اکاؤنٹ کی رقم سے قرض کس طرح منہا کریں؟

اگر کسی کا سارا اثاثہ بینک میں ہی ہے، خود اس کے اپ کچھ نہیں، اور دوسری طرف اس کا قرض ہے، تو بینک تاریخ آنے پر زکوۃ کاٹ لیتا ہے، حالانکہ اس رقم سے قرضے منہا نہیں ہوتے، جس کے نتیجہ میں زکوۃ زیادہ کٹ جاتی ہے۔ اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ تاریخ آنے سے پہلے رقم کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھ دے، اس میں زکوۃ نہیں کٹتی۔ اور ہر شخص کو کرنٹ اکاؤنٹ ہی میں رقم رکھنی چاہئے، سیونگ اکاؤنٹ میں نہ رکھے، اس لئے کہ وہ سودی ہے۔ دوسرا حل یہ ہے کہ وہ شخص بینک کو لکھ دے کہ میں صاحب نصاب نہیں ہوں، تو قانونا اس کی رقم سے زکوۃ نہیں کاٹی جائے گی۔ (فقہی مقالات ص۱۶۰ ج۳)

کمپنی کے شیئرز کی زکوۃ کاٹنا

جب کمپنی شیئرز پر سالانہ منافع تقسیم کرتی ہے تو اس وقت وہ کمپنی زکوۃ کاٹ لیتی ہے، لیکن کمپنی ان شیئرز کی جو زکوۃ کاٹتی ہے وہ اس شیئرز کی فیس ویلیو کی بنیاد پر زکوۃ کاٹتی ہے، حالانکہ شرعا ان شیئرز کی مارکیٹ قیمت پر زکوۃ واجب ہے۔ مثلا ایک شیئر کی فیس ویلیو پچاس روپے تھی اور اس کی مارکیٹ ویلیو ساٹھ روپے ہے تو اب کمپنی نے پچاس روپے کی زکوۃ ادا کی، لہذا دس روپے کی زکوۃ الگ دینے ہوگی۔ (فقہی مقالات ص۱۶۱ ج۳)

زکوۃ کی ادائیگی میں شک ہو تو کیا کرے؟

زکوۃ ادا کی یا نہیں؟ اس میں شک ہو تو دوبارہ زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ (رحیمیہ ص۱۳ ج۲)

سال گذشتہ کی زکوۃ کا حکم

اگر کسی نے دو سال یا زیادہ کی زکوۃ ادا نہیں کی، تو دو سال کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اگر

ایک سال کی زکوۃ ادا کرنے کے بعد بھی مقدار نصاب باقی رہے، ورنہ صرف ایک سال کی واجب ہوگی۔

یعنی جب کہ اس کے پاس صرف ایک نصاب ہے، اس سے زائد نہیں تو اس میں سے بقدر زکوۃ سال پورا ہونے پر دین ہوگیا اور سال آئندہ کے لئے نصاب باقی نہیں رہا تو سال آئندہ کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (فتاوی محمودیہ ص٩٣ ج١٧)

پہلی زکوۃ منہا کرنے کے بعد جو رقم بچی، دوسرے سال اس کی زکوۃ ادا کرے، پھر اس کے بعد جو رقم باقی ہے، تیسرے سال اس کی زکوۃ دے۔ (احسن الفتاوی ص٢٦٥ ج٤)

مال زکوۃ ضائع ہوجائے یا کردیا جائے تو؟

نصاب زکوۃ کا مالک ہونے اور اس مال پر سال گذرنے کے بعد، لیکن زکوۃ ادا کرنے سے قبل مال قصداً ضائع کردے تو اس پر ضائع کردہ مال کی زکوۃ واجب ہوگی، لیکن ایسا نہ ہوا ہو (یعنی قصداً ضائع نہ کیا ہو) تو ادائیگی پر قدرت یا بیت المال کے محصل کی طلبی کے باوجود زکوۃ ادا نہ کی ہو پھر بھی زکوۃ اس سے ساقط ہوجائے گی۔

البتہ فقہاء احناف میں امام کرخیؒ کا خیال ہے کہ "محصل بیت المال" کے مطالبہ کے باوجود ادا نہ کرے تو وہ زکوۃ کا ضامن ہوگا۔

(تاتارخانیہ ص٢٩٣ ج٢، اسلام کا نظام عشر وزکوۃ ص١٤٢)

مال زکوۃ کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے تو؟

اگر نصاب زکوۃ کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا تو اسی تناسب سے زکوۃ بھی ساقط ہوجائے گی۔

(بدائع الصنائع ص٢٣ ج٢۔ اسلام کا نظام عشر وزکوۃ ص١٤٢)

پیشگی زکوۃ ادا کرنا

ایک سال سے زیادہ کی زکوۃ پیشگی دیدینا جائز ہے۔اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس تین سو درہم ہیں اور اس نے ان میں سے دوسو درہم کی زکوۃ بیس سال کے لئے سو درہم دیدیئے۔(عمدۃ الفقہ ص ۵۵ ج ۳)

وقت سے پہلے فقیر کو زکوۃ دی' پھر وہ فقیر مالدار ہو گیا یا مرتد ہو گیا تو؟

اگر وقت سے پہلے کسی فقیر کو زکوہ دیدی اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ فقیر مالدار ہو گیا یا مرتد ہو گیا تو جو کچھ اس کو زکوۃ دی ہے' جائز ہے۔اس لئے کہ وہ زکوۃ ادا کرنے کے وقت اس کا مصرف تھا، پس اس کو دینا صحیح ہو گیا' اور ان عارضات کی وجہ سے اس کا مصرف ہونا ختم نہیں ہوتا،اس لئے کہ فقیر کو دینے کے وقت مصرف صحیح ہونے کا اعتبار ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص ۵۷ ج ۳)

سال پورا ہونے سے پہلے مرنے والے پر واجب زکوۃ نہیں

اگر کوئی شخص سال پورا ہونے سے پہلے مرجائے' تو اس کے مال سے زکوۃ نہیں نکالی جائے گی، بلکہ کل مال وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔(عمدۃ الفقہ ص ۱۵۶ ج ۳)

موت سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی

جس شخص پر زکوۃ ہے' جب وہ مرجائے تو زکوۃ اس کی موت سے ساقط ہو جاتی ہے، یعنی اس کے ترکہ سے نہیں لی جائے گی ،لیکن اگر اس نے وصیت کی ہو تو تہائی ترکہ میں سے ادا کی جائے گی ۔اور اگر اس کے سب وارث (بشرطیکہ سب بالغ ہوں۔مرغوب) اجازت دیدیں تو کل ترکہ میں سے ادا کی جائے گی۔(عمدۃ الفقہ ص ۵۷ ج ۳)

شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوۃ ساقط نہیں

شوہر مقروض ہے' اور بیوی کے پاس بقدر نصاب زیور وغیرہ ہو اور وہ مقروض نہ ہو تو' چونکہ بیوی نصاب کی مالک ہے، لہذا اس پر زکوہ واجب ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۲ ج ۴)

مد زکوۃ سے دینی کتابیں طبع کرانا

مد زکوۃ سے کوئی دینی کتاب طبع کرائی' اور تاجرانہ قیمت لگا کر مستحقین زکوۃ کو دی گئی تو بلا شبہ' بدون کسی قباحت کے زکوۃ ادا ہوگئی، بلکہ یہ کتب دینیہ کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۲۸۲ ج ۴)

کن کو زکوۃ نہیں دے سکتے

''اصول'': ماں' باپ، دادا' دادی، نانا' نانی، وغیرہ۔ ''فروع'': بیٹا' بیٹی، پوتا' پوتی، نواسہ' نواسی وغیرہ۔ زوجین: میاں' بیوی' ان رشتہ داروں کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ سادات' نیز صاحب نصاب کو بھی زکوۃ نہ دی جائے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۰۹ ج ۱۷)

میاں' بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے، طلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہیں گذر جاتی زکوۃ دینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ص ۲۶۹ ج ۴)

نابالغ بچے کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا ہوگی؟

اگر نابالغ عقلمند اور سمجھدار ہو' قبضہ کو سمجھتا ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے۔ اور جو بچہ بہت چھوٹا ہو' قبضہ کو سمجھتا نہ ہو' اور لین دین کے قابل نہ ہو' تو ایسے بچہ کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ ہاں اگر بچہ کا ولی اس کی طرف سے قبضہ کرلے تو ادا ہو جائے گی۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۳۶۸ ج ۷)

داماد کو زکوۃ دینا

داماد غریب ہو تو زکوۃ کے پیسے دے سکتے ہیں۔ (فتاوی رحیمیہ ص۱٦۱ ج ۵)

بہو کو زکوۃ دینا

بہو کو زکوۃ، فطرہ دینا دینا جائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۱۲۴ ج ۱۷)

ایک ہی شخص کو نصاب کی برابر زکوۃ دینا کیسا ہے؟

ایک ہی آدمی کو اس قدر زکوۃ دینا کہ وہ صاحب نصاب بن جائے، یہ مکروہ ہے۔ ہاں مقروض کو اس کے قرض کی برابر، یا اس سے بھی زائد رقم دے سکتے ہیں، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، مگر یہ زاید رقم ایک نصاب کی برابر نہ ہو۔ اسی طرح عیالدار کو اتنی رقم دے سکتے ہیں کہ اگر اولاد پر تقسیم کی جائے تو ہر بچہ صاحب نصاب نہ بن سکے، اتنی رقم دینا بلا کراہت درست ہے۔ ہاں جب ایک بار نصاب کی برابر رقم دی گئی، اور وہ صاحب نصاب بن گیا، تو اب دوبارہ دوسری زکوۃ کی رقم اس کو نہیں دی جاسکتی۔ (فتاوی رحیمیہ ص۱۳ ج ۲)

مد زکوۃ سے میت کی تجہیز و تکفین جائز نہیں

مد زکوۃ سے میت کی تجہیز و تکفین جائز نہیں۔ بوقت ضرورت یہ صورت ہوسکتی ہے کہ میت کا ولی مستحق زکوۃ ہو تو اس کو مد زکوۃ سے رقم دیدی جائے وہ اس سے تجہیز و تکفین وغیرہ کرے۔ (احسن الفتاوی ص۲۹۳ ج ۴۔ فتاوی محمودیہ ص۱۱۳ ج ۱۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا مفتی احمد صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب مدظلہم کا ایک فتوی ارسال خدمت ہے، اگر حضرت والا کے نزدیک یہ جواب صحیح ہوتو تصدیق فرمادیں اور بصورت دیگر جو جواب صحیح ہو تحریر فرمائیں۔

بہت سے مدارس کے سفراء وعلماء اس طریقہ سے چندہ کرتے ہیں، اگر مرسلہ فتوی صحیح نہ ہوتو کوئی ایسی صورت تحریر فرمادیں جس سے مدارس کا نقصان بھی نہ ہو اور ایک جاری طریقہ بند نہ ہوجائے۔

جو حضرات ایک عالم یا حافظ کا خرچ دے رہے ہیں ان میں زکوۃ کی رقم ادا ہوسکتی ہے یا نہیں، وجہ اشکال یہ ہے کہ یہ رقم تین چار سال، بلکہ بعض مرتبہ سات آٹھ سال تک جمع رہے گی، اس صورت میں کوئی حرج ہے؟ فقط والسلام طالب دعا۔

مرغوب احمد لاجپوری

چندہ میں عالم یا حافظ کے لئے جو رقم دی جاتی ہے اس میں زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

حامدا و مصلیا ۔ محبّ مکرم مولانا مرغوب احمد صاحب زیدت مکارمکم

آپ کا گرامی نامہ بدست مولانا مفتی عباس صاحب بسم اللہ سلمہ ملا ''ایک عالم یا ایک حافظ کے مصارف کے نام سے ارباب مدارس کا رقم وصول کرنا اور ایک متعینہ طالب علم پر یہ بتدریج خرچ کرنا کہ اس کو ہم حافظ یا عالم بنائیں گے'' اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب مدظلہم کا فتوی عدم جواز کا پڑھا، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

فقط والسلام ۔ [۱] العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

....

[۱]......حضرت مفتی احمد بیمات صاحب کے فتوی کا خلاصہ یہ ہے کہ: ارباب مدرسہ کو اس طرح ایک حافظ یا عالم کے مصارف کی نیت سے چندہ لینا جائز نہیں، کیونکہ:

۱:......جس بچہ کے نام پر رقم لی گئی وہ اس مقصد میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں؟ کسی کو خبر نہیں۔

۲:......تکمیل حفظ کی مدت کوئی متعین نہیں، بچہ کی ذہانت پر موقوف ہے، اس لئے جو رقم تین سال یا کم و بیش مدت کے لئے وصول کی ہے اس میں بے احتیاطی کا خطرہ رہے گا۔

۳:......بعض مرتبہ تعلیم درمیان میں موقوف ہو جاتی ہے، اس صورت میں بھی وصول کردہ رقم میں احتیاط مشکل ہوگا۔

۴:......کبھی طالب علم مدرسہ بدل دیتا ہے، اس صورت میں اس کے نام پر وصول کردہ رقم کا کیا ہوگا؟ ان وجوہات کی بنا پر یہ صورت جائز نہیں۔

غلط چندوں کی قباحت اور زکوۃ کا صحیح مصرف

سفراء میں مخلص بھی اور خائن بھی، کیا ہمارے پیسوں کا استعمال غلط تو نہیں ہو رہا ہے، برطانیہ میں بھی ایک طبقہ بڑی مشکلات میں زندگی گذار رہا ہے، غلط چندوں کی بھرمار، زکوۃ کا صحیح مصرف رشتہ دار، پھر اہل محلّہ، پھر اہل بستی وغیرہ ہے۔ زکوۃ ہر کسی کو نہ دی جائے، رشتہ دار اور اہل دین پر خرچ کرنے کی اہمیت وغیرہ امور پر مشتمل مفید اور ایک دعوت فکر اور سوچ کا نیا پیغام دینے والا رسالہ۔

از : مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعة القراءات، کفلیة

تقریظ: حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی صاحب مدظلہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ، اما بعد

زکوۃ اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔ صاحب نصاب پر اس کو ہر سال نکالنا ضروری ہے، اور اس کو کہاں دینا چاہئے؟ اور کس کو دینا چاہئے؟ اس کے مصارف بھی اللہ تعالی جل شانہ نے قرآن پاک میں واضح فرمائے ہیں، اور اہل علم اس کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالی کی یہ تقسیم صحیح اصولوں کے مطابق ہو تو یہ مالی محتاجی بھی دنیا میں باقی نہ رہے، اور حب مال کا جو مرض ہے وہ بھی ہمارے دلوں سے نکل جائے۔

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر جو وعیدیں احادیث میں بتائی گئی ہیں، وہ دل کو درست کرنے کے لئے کافی اور وافی ہیں۔ زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی اور گڑ بڑی کرنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں کتنی سختی کی وہ ہر ایک کے سامنے ہے۔

اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے ہم لوگوں کو مغربی ممالک میں رہنے سہنے کی سہولت عطا فرمائی، اور مشرقی ممالک کی طرح غریبی اور تنگی سے ہم کو نجات عطا فرمائی، یہ اس کا کرم و احسان ہے۔ ہمارے گناہوں اور بے راہ روی سے وہ اس کو چھین نہ لیں اور ہم کو محروم نہ کر دیں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ہماری ان سہولتوں کی وجہ سے بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں تو کوئی محتاج ہے ہی نہیں، اس لئے زکوۃ و صدقات کس کو دیں؟ یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ یہاں بھی ایک اچھا خاصہ طبقہ شرعی اصولوں کے اعتبار سے محتاج اور زکوۃ کا مستحق ہے۔ ایک طرف ہمارا رہن سہن اور زندگی گذارنے کی سہولت، دوسری طرف زکوۃ مال کا میل کچیل ہونا ہمیں اچھا نہیں

لگتا کہ ہم اسے لیں، اور مورگیج اور سود کی لعنت میں آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ حدیث پاک میں ’’تؤخذ من اغنیائھم و ترد علی فقرائھم ‘‘ کا ارشاد ہے جس کو فقہاء نے افضل قرار دیا ہے، اور محتاجوں اور ضرورت کی جگہوں پر بھیجنا بھی درست قرار دیا ہے۔

آج بھی الحمدللہ مشرقی ممالک میں بہت ساری جگہوں پر دینی مدارس ہیں، اور علم کی اشاعت ہورہی ہے، اس کو بند تو نہیں کرنا چاہئے، مگر اپنے یہاں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا بندو بست بھی ہونا چاہئے، اس سلسلہ میں ڈیوز بری کے حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب نے قلم اٹھایا، اور اس رسالہ میں تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا جو قابل غور ہے۔

سب سے پہلے تو میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ مغربی ممالک کے لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اللہ تعالی نے ان سے ایک بہت اہم کام لیا ہے، اور ان کی تجاویز اور تحریر سے میں متفق ہوں۔

اللہ تعالی اس رسالہ کو قبول فرمائے اور ہم کو صحیح راستہ اور طریقہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، فقط والسلام

العبد: اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۵ ؍رجب المرجب ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۱؍اپریل ۲۰۱۹ء

بریڈفورڈ۔ یو کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برطانیہ کے علماء وعوام کی خدمت میں

لاکھوں پاؤنڈ کی زکوۃ کا دوسرے ممالک میں صرف ہونا

برطانیہ سے ہر سال بلا مبالغہ لاکھوں پاؤنڈ کی زکوۃ دوسرے ممالک میں جاتی ہے اور صرف ہو رہی ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک سے مدارس کے سفراء کے علاوہ رفاہ عام کے نام پر بنی ہوئی بے شمار چیریٹیاں، بیوہ اور یتیم کی امداد کے لئے بنے ہوئے ادارے، اور اگر کہیں مسلمان پر ظلم ہو جائے اور انہیں کیمپوں میں پناہ دینے کا وقت آجائے تو ان مظلموں کی اعانت پر ہمدردوں کا ایک وفد، اور زلزلوں اور سیلاب وغیرہ قدرتی آفات میں مبتلا مصیبت زدوں کے نام پر چندوں کا ایک لامتناہی سلسلہ اس طرح زکوۃ وصدقات کی وصولی میں مصروف ہے کہ اللہ کی پناہ۔

سفراء میں مخلص بھی ہیں اور خائن بھی

ظاہر ہے ان میں ایک قلیل تعداد مخلصین اور غمگساروں کی ہے، جنہیں واقعی مصیبت زدوں کی اعانت کا جذبہ ہے اور وہ پورے خلوص اور دلی درد وغم سے ان کی اعانت کے لئے کوشاں ہیں۔ مگر اس حقیقت سے بھی کوئی صاحب عقل انکار نہیں کرسکتا کہ ان رقوم کے وصول کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد یا تو سرے سے خائنوں کی ہے، یا رقم کا بڑا حصہ صحیح مصرف کے بجائے غلط مصرف میں اور اپنے ذاتی اخراجات وغیرہ میں صرف کر رہی ہے۔

کیا ہمارے مالوں کا استعمال غلط تو نہیں ہو رہا ہے

اہل مال اور مساجد کے ذمہ دار حضرات کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے

کہ سفراء کی صحیح تحقیق کی جائے، کہیں ہمارے مالوں کا استعمال غلط تو نہیں ہو رہا ہے۔

اسی طرح اہل علم اور ائمہ مساجد کی بھی ذمہ داری ہے کہ اپنے مقتدیوں اور اہل بستی کی ذہن سازی کریں کہ جس طرح زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے اسی طرح شریعت مطہرہ نے اس پر بھی توجہ دلائی کہ مال صحیح جگہ اور صحیح مصرف میں خرچ ہو۔

برطانیہ میں بھی ایک طبقہ بڑی مشکلات میں زندگی گذار رہا ہے

اس تمہید کا مقصد تو یہ ہے کہ ہمارا مال جو دوسرے ممالک میں صرف ہو رہا ہے، اس پر کڑی نظر رکھی جائے۔ لیکن اس مقالہ میں ایک اور بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ: اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ برطانیہ میں کوئی فقیر اور مستحق زکوۃ نہیں ہے، سب ہی مالدار ہیں، اور خود زکوۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اس نظریہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ برطانیہ میں بھی ایک طبقہ بڑی مشکلات میں زندگی گذار رہا ہے، اور سو فی صد زکوۃ کا مستحق ہے، ہر شہر اور ہر بستی میں ایسے افراد کی ایک تعداد ہے۔ مثلا: اس وقت یہاں دوسرے ملکوں سے مہاجرین بڑی تعداد میں آئے ہیں، ان میں ایسے بھی ہیں جو کسی وجہ سے حکومت کے تعاون سے محروم ہیں اور بڑی آزمائش سے دوچار ہیں۔

خود یہاں کے باشندوں میں کچھ بیواؤں، اور بوڑھوں کو بھی مالی مشکلات درپیش ہیں، متعدد وجوہ سے وہ یا تو حکومت کی بینیفٹ سے محروم ہیں یا اس قدر کم مقدار میں بینیفٹ ملتی ہے جس پر گذر اوقات نہیں ہوسکتا۔

برطانیہ میں یونیورسٹی کی فیس کی ادائیگی مشکل ہے

یہاں کے حالات بدل چکے ہیں اور دن بدن بدل رہے ہیں۔ برطانیہ میں اعلی تعلیم کے لئے ہمارے بچے بچیاں یونیورسٹی میں جانا چاہیں تو فیس کی ادائیگی۔ جس کا اندازہ

تقریباً نو ہزار پاؤنڈ ہیں- اکثر والدین کے لئے ناممکن نہیں تو مشکل تر ضرور ہے۔ اور اگر کسی کے ایک سے زائد بچے یونیورسٹی جانا چاہیں تو فیس کی ادائیگی ناممکن ہے۔

برطانیہ میں کسی جامعہ یا دارالعلوم کی تعلیم مفت نہیں

یہاں کے دارالعلوم اور جامعات میں ایک بھی ادارہ ایسا نہیں جہاں تعلیم مفت ہو، ہر ادارہ میں فیس ادا کرنا ضروری ہے، اور یہ فیس بھی تقریباً ہر سال بڑھ رہی ہے، اس وقت ایک طالب علم کی سالانہ فیس تین سے ساڑھے تین ہزار پاؤنڈ ہیں، اگر دو تین بھائی کسی مدرسہ میں داخل ہونا چاہیں تو ان کی فیس ادا کرنا عام والدین کے لئے محال ہے۔

مدرسہ کی فیس کے لئے ایک باپردہ خاتون کا مزدوری کرنا

ایک باپردہ عورت نے مجھے فون کیا کہ: مولانا! میں کبھی گھر سے باہر کام اور مزدوری پر نہیں گئی، میرے شوہر کی آمدنی سے گھر کا خرچ چل جاتا ہے، مگر اب میں نے اپنے بچے کو ایک درس نظامی کے ادارے میں داخل کیا ہے اور میرے شوہر کی تنخواہ اتنی نہیں کہ ہم اس سے مدرسہ کی فیس ادا کرسکیں، اس لئے مجبوراً میں نے ایک ایسی جگہ پر جہاں صرف عورتیں کام کرتی ہیں، کام شروع کیا ہے، کیا میرے لئے اس طرح کام پر جانا جائز ہے؟۔

مجھے اس فون سے اس قدر تکلیف ہوئی کہ میں بیان نہیں کرسکتا، میں سوچ رہا تھا کہ برطانیہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں پاؤنڈ کا چندہ بیرون ممالک میں جاتا ہے اور ان میں کئی چندے تو غلط مواقع میں استعمال ہورہے ہیں، اور یہاں کی ایک باپردہ خاتون اپنے بچے کی تعلیم کی فیس کے لئے مزدوری کرنے پر مجبور ہے۔

اے برطانیہ کے مالداروں، اور اے قوم کے لیڈروں- اور بہت ادب کے ساتھ- اے علماء اور اے ارباب اہتمام اور مدارس کے ذمہ داروں! کیا اللہ تعالی کے یہاں ہم سے

اس پر سوال نہیں ہوسکتا؟

برطانیہ میں مسلم اسکول کی فیس والدین کے لئے باعث فکر وغم ہے

الحمدللہ برطانیہ کے کئی شہروں میں لڑکیوں کے لئے مسلم اسکول کا انتظام ہے، واقعی اس حیا سوز ماحول میں اہل دین کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے، مگر اس میں فیس کی ادائیگی والدین کے لئے باعث فکر وغم بنی ہوئی ہے۔

یہاں کی زکوۃ اور دوسری رقوم سے کئی ممالک میں مدارس قائم ہوئے اور ہو رہے ہیں، اور ان میں مکمل تعلیم بلا کسی فیس کے ہے، بلکہ ان اداروں میں پڑھنے والوں کو وظائف دیئے جاتے ہیں، کبھی ہمیں خیال آیا کہ ہمارے یہ بچے بڑی مشکل سے فیس ادا کر کے پڑھ رہے ہیں، اور ان کے والدین فیس کے علاوہ بھی ضروری اخراجات کا بوجھ برداشت کر رہے ہیں، کاش یہاں کے جامعات اور مدارس بھی اس کی فکر کرتے کہ یہاں بھی بچے مفت تعلیم حاصل کر سکتے، اور والدین نا قابل برداشت بوجھ اٹھانے سے محفوظ رہتے۔ اگر یہاں کے علماء اور ارباب اہتمام اس پر توجہ فرمائیں تو اس ملک میں بھی ہمارے جامعات اور درس نظامی کے ادارے بلا فیس کے چل سکتے ہیں۔

برطانیہ کے کئی عوام، علماء اور ائمہ بلا مکان کے زندگی گذار رہے ہیں

برطانیہ کے پیسوں سے دوسرے ممالک کے غرباء کے ہزاروں نہیں لاکھوں مکانات بنائے گئے، مگر یہاں کے کئی عوام اور علماء اور ائمہ یا تو بلا مکان کے زندگی گذار رہے ہیں، اور کرایہ کے مکانات یا کونسلوں کی رہائش گاہوں میں مجبوراً رہ رہے ہیں۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ بے شمار ایسی مساجد ہیں جہاں سے ہزاروں نہیں لاکھوں کی رقوم دوسری جگہ گئیں اور وہاں کے اہل علم کے مکانات تیار ہوئے، اور مقامی امام کرایہ کے

مکان میں ہیں، اور بعض تو مسجد سے میل دو میل کے فاصلہ پر کاؤنسل کے مکان میں رہ کر موسم گرما کے چھوٹی رات میں چار بجے اور موسم سرما کی رات میں سخت سردی اور برف باری میں اپنی قیام گاہ سے دور مسجد میں حاضر ہوکر کم تنخواہ میں قوم کو امامت کرا کر اپنا فریضہ پورا کر رہے ہیں، مگر قوم کے کسی فکرمند ذہن میں ان ائمہ کی مشکلی اور ان کی دلی کیفیت کا خیال تک نہیں گیا، ہاں اس پر تو تبصرہ ہوا کہ: آج امام صاحب فجر میں غائب ہو گئے، یا تاخیر سے پہنچے۔ اللہ ہماری قوم کو صحیح سمجھ نصیب فرما۔

قربانی کا چندہ

ایک اور طریقہ چل پڑا ہے، ہر ادارے والے قربانی کا چندہ کر رہے ہیں، رمضان ہی سے اکثر اداروں کے سفراء زکوۃ' صدقہ للہ کے ساتھ قربانی کا اعلان بھی ضرور کرتے ہیں، اور بعض تو بہت معمولی رقم میں بڑے جانور کے نام سے اچھی خاصی تعداد کی رقمیں وصول کرتے ہیں۔ مدارس کے علاوہ ہر چیریٹی بھی قربانی کی اپیل کر رہی ہے، اور اب تو لوگ اپنے طور پر بغیر کسی ادارے کے اپنی تجارت کے لئے قربانی کی رقم جمع کر رہے ہیں۔ اور بعض غریب علاقوں کے نام پر ہزاروں نہیں لاکھوں جانور کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔ نہ جانے چند علاقوں میں قربانی کے محدود ایام میں لاکھوں جانور کی قربانی کس طرح ہو رہی ہے؟ اور ایک وافر مقدار میں جانور کہاں سے مل جاتے ہیں اور خریدے جاتے ہیں؟

بعض معتمد ذرائع سے یہ اطلاع بھی موصول ہوئی کہ ہزاروں جانور کے نام پر چندہ کی رقوم سے بہت کم مقدار میں جانور ذبح ہو رہے ہیں اور بقیہ رقوم چند غلط قسم کے لوگ ہڑپ کر رہے ہیں، اور مسلمانوں کی ایک اہم واجب کی ادائیگی سے کھلواڑ ہو رہا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم لوگ بہت سوچ سمجھ کر اپنی قربانی کی فکر کریں، سات حصے ہی کیا

ضروری ہیں؟ اپنا ایک واجب حصہ صحیح طور پر ادا ہو جائے یہی کافی ہے۔ اور اب تو برطانیہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو قربانی نہیں کر سکتے، اس لئے اپنی واجب قربانی یہیں پر کرنی چاہئے۔ اور ان تک گوشت پہنچانا چاہئے۔ ایسے اہل علم بھی ملے جو قربانی کی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے ایام قربانی میں بھی گوشت کے منتظر تھے۔

برطانیہ کے ذمہ دار حضرات اور اہل علم سے درخواست ہے کہ اس موضوع پر ترغیب دے کر امت کی قربانی درست کرائیں۔ اور اسی ملک میں قربانی کی سنت ادا کی جائے، اور یہیں پر قربانی کر کے اپنی اولاد کو اس سنت پر عمل کرنے کا سبق سکھلایا جائے۔

پانی کے نلکوں کے نام پر چندے

بعض لوگ اس سوچ میں رہتے ہیں کہ اس وقت اہل مال کس مد میں زیادہ خرچ کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں، اور مخلصین کا ایک طبقہ کس کار خیر میں صرف کو زیادہ باعث اجر سمجھتا ہے۔ چندے کے بعض ماہرین نے یہ محسوس کیا کہ اس وقت پانی کے نام سے مال بٹورنے کا سنہرا موقع ہے، تو پانی کے نلکے اور بورنگ کے عنوان سے لاکھوں پاؤنڈ جمع کئے، اور ایک ایک نلکے پر کئی کئی معطین کو فوٹو بھجوا کر مطمئن کر دیا۔ ایسے خائنوں کو پکڑا بھی گیا، مگر....

ہسپتالوں کے نام پر لاکھوں کا چندہ

ایک دور ہسپتالوں کا بھی چل پڑا ہے، دسیوں ادارے مسلم شفاخانوں کی ضرورت بیان کر کے قوم کا اس طرح ذہن بنا رہے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت شفاخانے ہیں۔ اور کئی جگہوں پر تو بلا ضرورت کروڑوں کی لاگت سے خوشنما تعمیرات پر جو پیسہ خرچ کیا گیا ہے، اللہ کی پناہ۔ ضرورت ہے کہ اہل خیر حضرات اسراف اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے بہترین علاج ومعالجہ پر پیسے خرچ کرنے کی طرف توجہ کریں،

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ واقعی ایک اہم اور غیر معمولی ضرورت ہے، اور اس عنوان سے لوگ لاکھوں پاؤنڈ کا چندہ کر رہے ہیں، اور الحمدللہ امت کے چند گنے چنے افراد اس کام میں بے مثال خدمت انجام دے رہے ہیں، ان حضرات کی حوصلہ افزائی اور مدد کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اب برطانیہ کا ہیلتھ نظام پہلے کے مقابلہ کچھ نہ کچھ کمزور ہو رہا ہے، اس لئے اہل برطانیہ اپنی رقم سے یہاں کے شفاخانوں کا تعاون بھی کرنے کی طرف توجہ دیں۔

برطانیہ کی ہیلتھ سروس کیا ہمارے تعاون کی مستحق نہیں؟

اس ملک میں ہماری دوائی مفت، ہسپتال مفت، آپریشن مفت، ولادت کا نظام مفت، بلکہ ضرورت پر ایمبولنس سروس، نرس و خدمت گذاروں کا ایک بے مثال سلسلہ، گردے کے بیماروں کے لئے ڈائلیسز کا مہنگا علاج نہ صرف مفت، بلکہ ان مریضوں کو گھروں سے ہسپتال تک لانے اور لے جانے کا قانون مزید براں۔ شوگر کے مریضوں کے لئے جس طرح کی ادویات اور انجکشن کا خیال رکھا جاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ معذوروں اور ذہنی کمزوری میں مبتلا بیماروں کے لئے مختلف نوعیت کے علاجوں کے جو ادارے ہیں، ان کی بھی نظیر نہیں۔ پھر ایسے بیماروں کے لئے مستقل فنڈ اور ان کے خدمت گذاروں کی تنخواہ وغیرہ کیا کیا خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے۔

کیا اس طرح کی سہولیات کا فائدہ اٹھانے کے بعد ہم پر اس کی ذمہ داری نہیں کہ ہم یہاں کی ہسپتالوں اور ہیلتھ سروس کے اداروں کا تعاون کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرف توجہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری مساجد میں جہاں مختلف اداروں اور تنظیموں کے لئے چندہ ہوتا ہے، اگر سال دو سال میں ایک مرتبہ اپنے اپنے علاقے کی ہسپتال کے لئے بھی اپیل

کی جائے اور رقم پہنچائی جائے تو مالی تعاون کے ساتھ ساتھ یہ یہاں کہ لوگوں کے لئے اسلام کی بہترین دعوت بھی ہے،اور اہل وطن اور ارباب حکومت کے نزدیک مسلمانوں کا عمدہ کارنامہ اور تعصب پسند جماعت کی تردید کے لئے بہترین نمونہ بھی ہوسکتا ہے۔

عملیات کے نام پر حصول مال

ہمارے بگڑے ہوئے معاشرہ کی ایک مہلک بیماری ہے: سحر و جادو کا وسوسہ اور وہم۔ ذرا سی بیماری ہوئی، یا اور کوئی تکلیف آئی، فورا خیال آتا ہے کہ کسی نے جادو کردیا، کسی نے کوئی تعویذ کردی وغیرہ، اور پھر عاملوں کے چکر میں پھنس کر سینکڑوں نہیں ہزاروں پاؤنڈ برباد کررہے ہیں، اور بے دین عاملوں کی ایک اچھی خاصی دکان چل رہی ہے۔

تعجب ہے کہ عامل بھی وہ جو سنت کا دشمن، شکل و شباہت غیروں کی، لباس اوروں کا، یہاں تک کہ نماز تک سے غافل، اگر کوئی نماز پڑھ بھی لیتا ہے تو جماعت کی نماز سے محروم، ایسے عاملوں کے بہکاوے میں اپنا مال ضائع کررہے ہیں۔

ہمارے واعظین اور خطباء جمعہ اور دوسرے مواقع میں درددل سے اس پر نکیر کریں اور محبت سے انہیں سمجھائیں، کیا بعید ہے کہ ع

اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حکمت کے نام پر چندہ

بہت تعجب ہے کہ برطانیہ کے تعلیم یافتہ ماحول میں پلنے والی قوم اس قدر بھولی (اور صحیح لفظوں میں) بھوٹ کیوں بن گئی۔ یہاں الحمدللہ اب تک علاج کی مفت سہولت ہے، اور ہماری ناقدری کے سبب اس نعمت میں کمی ضرور آرہی ہے، تاہم جتنا ہے وہ بھی بے حد غنیمت اور اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے۔

اب یہاں کچھ نیم حکیموں نے جنہوں نے نہ حکمت سیکھی اور نہ اس فن میں کوئی مہارت حاصل کی بیماروں کا علاج شروع کر دیا ہے، دوائیاں دے رہے ہیں، نسخے بتا رہے ہیں، اور آمدنی کا ایک ذریعہ شروع کر دیا ہے۔ اور ہمارے کچھ لوگ ان نا اہل حکیموں کے جال میں پھنس کر الٹی سیدھی دوائیاں لے رہے ہیں۔ یہ مقولہ تو مشہور ہے ع

نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملاّ خطرۂ ایمان

عربی میں اس مثل کو کس قدر حکیمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے:

''الحکماء الجهّال رُسل عزرائيل''

نا اہل طبیب نقصان کا ضامن ہوگا

شریعت میں کسی بھی عمل کے لئے بنیادی شرط ''اہلیت'' کی ہے، اہلیت اور مطلوبہ صلاحیت کے بغیر جو فعل انجام دیا جائے وہ بہرحال ناروا ہے، گو اتفاقی طور پر اس سے بہتر نتیجہ حاصل ہو جائے۔ طبیب جاہل کی تعریف میں گر چہ فقہاء کی عبارتیں مختلف ہیں، مگر شریعت نے نا اہل طبیب کو نقصان کا ضامن ٹھہرایا ہے، حدیث شریف میں ہے:

(۱)......عن عمرو بن شعيب ، عن ابيه عن جده رضى الله عنه : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : من تطبّب ولا يُعلمُ منه طِبٌّ ، فهو ضامن۔

(ابوداؤد، باب فيمن تطبّب ولا يُعلمُ منه طِبٌّ فَأعْنَتَ ، كتاب الديات ، رقم الحديث:۴۵۸۶)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے علاج کیا، حالانکہ وہ علاج کی اہلیت رکھنے میں معروف نہ ہو تو وہ نقصان کا ضامن ہوگا۔

(۲)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ايُّما طبيب تطبّب على قوم لا يُعرف

له تطبب قبل ذلک فأعَنَتَ، فهو ضامن۔

(ابوداؤد، باب فیمن تطبَّب ولا یُعلمُ منه طِبٌّ فَأعْنَتَ ،کتاب الدیات ، رقم الحدیث:۴۵۸۷)

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس طبیب نے لوگوں کا علاج کیا، حالانکہ پہلے سے وہ اس فن میں معروف نہیں تھا، چنانچہ وہ باعث مشقت ہوجائے (اوراس کے علاج سے کسی کونقصان پہنچ جائے) تو وہ ضامن ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ نا اہل طبیب کو مناسب تعزیر وسرزنش کی جائے۔علامہ ابن رشد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ:

’’و لم یکن من اهل المعرفة فعلیه الضرب والسجن والدیة‘‘۔

ترجمہ:...... اگر معالج فن طب سے واقف نہ ہوتو سرزنش اور قید کی سزا اور دیت واجب ہوگی۔(بدایة المجتهد ص۳۲۳ج۲)

(جدید فقہی مسائل ص۲۲ج۵،اسلام اور جدید میڈیکل مسائل)

اہل برطانیہ سود پر مکانات لینے پر مجبور

برطانیہ میں کتنی بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے سودی قرض لے کر مکانات خریدے ہیں،اس لئے کہ اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے، کاش کچھ لوگ اس کی فکر کرتے کہ یہاں کوئی اس طرح کا بینک یا ادارہ قائم ہوتا جو یہاں کے نوجوانوں کو بلاسودی قرضے دے کران کی گھر کی ضرورت کو پوری کرتا۔

یہ سب مشکلات اس لئے ہیں یہاں اب تک کوئی اس طرح کے ادارے اور چیریٹیوں کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی کہ جو صرف اور صرف اہل برطانیہ کی کفالت واعانت کے لئے وجود میں آئی ہوں، الا ماشاء اللہ۔

نہ جانے ہمارے اہل حل وعقد اور قوم کے بڑے سمجھے جانے والے لیڈر، یہاں تک کہ علماء ومشائخ کی نظر بھی اس اہم ضرورت کی طرف کیوں مبذول نہیں ہوئی؟۔

الحمد للہ اب بعض حضرات کو اس اہم ضرورت کا ادراک ہوا، اور ایک چھوٹے سے پیمانے پر کوشش شروع ہوئی کہ برطانیہ کی زکوۃ وصدقات اور للہ رقم کا ایک حصہ یہاں بھی خرچ ہونا چاہئے، اور یہاں کے اہل ضرورت اور حاجت مندوں کی خبر گیری کرنی چاہئے۔

اور یہ کوئی کسی مولوی کی سوچ نہیں بلکہ شریعت مطہرہ کا حکم بھی یہی ہے کہ مقامی طور پر زکوۃ کا خرچ کرنا اولی ہے، اور بلا ضرورت دوسرے شہر یا دوسرے ملکوں کی طرف زکوۃ کا منتقل کرنا مکروہ ہے۔ (جیسا کہ آگے آرہا ہے)

صبح کا بھولا شام کو آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے

خیر اب تک جو ہوا سو ہوا ع

صبح کا بھولا شام کو آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے

آئندہ غفلت برتنے کے جرم سے توبہ کرنی چاہئے اور تمام شہر والے اس کی فکر کریں، اس کے لئے مشورہ کریں، اپنی اپنی مساجد میں علماء اور اہل حل وعقد کو جمع کریں، اور اس موضوع پر کھل کر بات کریں، اور ان کی ذہن سازی کی جائے کہ کس طرح ہمارے یہاں کے لوگوں کی مشکلات کا حل نکالا جائے۔

اس مضمون کا قطعا مطلب یہ نہیں کہ ایک پیسہ بھی باہر نہ بھیجا جائے، پورے عالم کے دینی مدارس اور ادارے- بشرطیکہ وہ صحیح معنی میں ادارے ہوں، اور قوم کے ہوں، ذاتی پروپرٹی نہ ہوں- اسلام کی حفاظت کے قلعے ہیں، ان کا تعاون ہر صاحب ایمان کا اخلاقی حق ہے۔ اسی طرح امت کے ان مصیبت زدوں اور مظلوموں کی اعانت بھی اسلامی

اخوت کا ایک باب ہے، مشکل حالات میں ان کا تعاون ہر انسان کا اخلاقی فریضہ ہے۔البتہ یہ ضروری ہے کہ یہاں کی رقم کا کچھ نہ کچھ حصہ یہاں کی ضرورتوں کے لئے خرچ کرنے کا ایک منظّم پروگرام بنایا جائے۔

اس وقت ملکی طور پر نہیں صرف بستی کی حد تک اس طرح کا کوئی ادارہ ہونا چاہئے جس میں مقامی زکوۃ، صدقہ، للہ کی رقمیں جمع کی جائیں اور یہاں کے طلبہ اور اسٹیوڈنٹ اور طالبات، اور مسلم اسکول کی بچیوں کی تعلیم، اور بے گھر افراد کے مکانات کی خریداری وغیرہ ضروریات پر صرف کی جائیں۔

اگر پورا ملک اور ملک کی ہر بستی اور ہر مسجد اور محلّہ والے اس کی فکر کریں تو انشاء اللہ بہت ساری رقم جو اس وقت غلط جگہوں پر خرچ ہو رہی ہیں، اور غلط افراد یا غلط ادارے یا غلط چیریٹی کے نام پر جمع ہو رہی ہیں، اور بعض منتظم اپنی جائداد بنانے میں خرچ کر رہے ہیں، وہ بھی بند ہو جائے گا، اور یہاں کے اہل ضرورت کی مدد بھی ہوگی۔ ؎

اب بھی موقع ہے اندھیروں کا کرو کوئی علاج
ورنہ یہ نسل اجالوں کو ترس جائے گی

ان یادداشتوں کے بعد چند احادیث و آثار نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ زکوۃ کو رشتہ داروں کے بعد اپنی بستی کے فقراء پر خرچ کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔

اللہ تعالی اس مختصر تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمائے، ناظرین کو اور جہاں تک یہ آواز پہنچے ان کو اس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اللہ کرے کہ یہ چند صفحات مقصد میں کامیابی کا ذریعہ ثابت ہوں۔ خدا ہم چنیں کند۔ مرغوب احمد لاجپوری

۲۷ر جمادی الاولی ۱۴۴۰ھ، مطابق: ۳ر فروری ۲۰۱۹ء بروز، اتوار

احادیث وآثار

زکوۃ بستی کے مالداروں سے لی جاتی اور وہیں کے فقیروں پر تقسیم کی جاتی

(۱)......عن ابن عباس رضی الله عنهما : ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث معاذا الی الیمن فقال :......فاعلمهم ان الله افترض علهیم صدقة فی اموالهم ، تؤخذ من اغنیائهم و ترد علی فقرائهم۔

(بخاری، باب وجوب الزکوة ،کتاب الزکوة ، رقم الحدیث:۱۳۹۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا، تو فرمایا: پھر ان کو سکھلاؤ کہ اللہ تعالی نے ان کے مالوں میں ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جاتی ہے اور ان کے فقراء پر خرچ کی جاتی ہے۔

تشریح:......علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کہ یمن کے مالداروں سے زکوۃ لے کر یمن کے غرباء اور فقراء میں تقسیم کردو، آپ نے اپنے پاس مدینہ منورہ اسے نہیں منگوایا۔(زادالمعاد ص۳۰۸)

آپ ﷺ کے زمانہ میں زکوۃ جہاں سے لی جاتی وہیں تقسیم کی جاتی

(۲)......ان زیادا – او بعض الامراء – بعث عمران بن حصین رضی الله عنه علی الصدقة ، فلمّا رجع قال لعمرانَ : این المال ؟ قال : وللمال ارسلتنی ؟ أخذناها من حیث کنّا نأخذُها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ، و وضعناها حیث کنّا نضعُها علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

ترجمہ:......زیاد یا بعض امراء نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا، جب آپ واپس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا مال کہاں ہے؟ آپ نے جوابا فرمایا: کیا مجھے مال کے لئے بھیجا تھا؟ ہم نے زکوۃ لی جس طرح کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں لیا کرتے تھے اور جہاں صرف کیا کرتے تھے وہاں صرف کردی۔

(ابوداؤد، باب فی الزکوۃ تُحمل من بلدٍ الی بلدٍ ،کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث:۱۶۲۵۔

ابن ماجہ، باب ماجاء فی عمّال الصدقۃ ،کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث:۱۸۱۱)

عامل مالداروں سے زکوۃ لیتے اور وہیں غریبوں پر تقسیم کردیتے

(۳)......عن عون بن ابی جحیفۃ ، عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال : قدم علینا مُصدِّقُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، فأخذ الصدقۃ من اغنیائنا فجعلھا فی فقرائنا ، وکنت غلاما یتیما فاعطانی منھا قلوصا۔

(ترمذی، باب ما جاء ان الصدقۃ تؤخذ من الاغنیاء فترد علی الفقراء ، ابواب الزکوۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، رقم الحدیث:۶۴۹)

ترجمہ:......حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کی طرف سے زکوۃ وصول کرنے والے (شخص) آئے ،انہوں نے ہمارے مالداروں سے زکوۃ وصول کی اور ہمارے غریبوں پر تقسیم کی۔اس وقت میں یتیم لڑکا تھا، چنانچہ مجھے زکوۃ کے مال سے ایک جوان اونٹنی دی۔

تشریح:......حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ عامل زکوۃ وصول کرنے کے بعد وہیں غریبوں میں تقسیم بھی کردیا کرتا تھا۔خالی ہاتھ جاتے اور خالی ہاتھ لوٹ آتے

تھے۔اوراگرزکوۃ کامال زیادہ ہوتا اورغریب کم ہوتے اورتقسیم سے مال بچ جاتا تووہ مدینہ منورہ لے آتے۔(تحفۃ الالمعی ص۵۶۴ج۲)

عمر رضی اللہ عنہ کا دیہاتیوں کے صدقات کا شام تک انہیں میں تقسیم کرنا

(۴)......سئل عمر رضی الله عنه عما يؤخذ من صدقات الاعراب ، كيف يصنع بها ؟ فقال :والله لَاَرُدَّنَّ عليهم الصدقة حتى تَروح على احدهم مئة ناقة او مئة بعير

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷۴ج۶، من قال ترد الصدفقة فی الفقراء اذا اخذت الاغنياء ،كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۰۷۴۸۔مترجم ص۴۹۲ج۳)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ :دیہاتیوں سے لئے ہوئے صدقات کا کیا جائے؟(کہاں خرچ کئے جائیں) آپ نے فرمایا:اللہ کی قسم!میں صدقات کوان پرلوٹاتا رہوں گا یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے پاس شام کے وقت سواونٹنیاں یا سواونٹ ہوں۔

حضرت ہشام اورحضرت حسن بصری رحمہما اللہ زکوۃ منتقل کرنے کومکروہ سمجھتے تھے

(۵)......عن هشام او غيره عن الحسن : انهما كانا يكرهان ان تخرج الزكوة من بلد الى بلد۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۹۵ج۶، فی الصدقة يخرج بها من بلد الى بلد، من كرهه ،كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۰۴۰۷۔مترجم ص۴۳۴ج۳)

ترجمہ:......حضرت ہشام رحمہ اللہ یا کسی اور سے منقول ہے کہ حضرت ہشام اورحضرت حسن

بصری رحمہما اللہ زکوۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

(۶)......عن اشعث عن الحسن : انه کره ان تحمل الصدقة من بلد الی بلد۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۹۵ ج ۶ ، فی الصدقة یخرج بها من بلد الی بلد، من کرهه ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث: ۱۰۴۰۸۔ مترجم ص ۴۳۴ ج ۳)

ترجمہ:......حضرت اشعث رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ زکوۃ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

جس شہر سے یہ زکوۃ وصول ہوئی ہے اسی شہر میں واپس لے جاؤ

(۷)......عن فرقد السبخی قال : بعث معی بزکوة الی مکة ، فلقیت سعید بن جبیر رضی الله عنه فقال : ردها الی الارض التی حملتها منها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۹۶ ج ۶ ، فی الصدقة یخرج بها من بلد الی بلد، من کرهه ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث: ۱۰۴۱۲۔ مترجم ص ۴۳۴ ج ۳)

ترجمہ:......حضرت فرقد السبخی فرماتے ہیں کہ: میرے ساتھ زکوۃ (کی رقم) مکہ مکرمہ بھیجی گئی، (تاکہ میں اہل مکہ پر خرچ کروں) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی (اور میں نے تفصیل سنائی تو) انہوں نے فرمایا: جس شہر سے یہ زکوۃ وصول ہوئی ہے اسی شہر میں واپس لے جاؤ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے دوسرے شہر کی زکوۃ واپس کردی

(۸)......ان عمر بن عبد العزیز رحمه الله بُعِث الیه بزکوة من العراق الی الشام ، فردها الی العراق ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۹۵ ج ۶ ، فی الصدقة یخرج بها من بلد الی بلد، من کرهه ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث: ۱۰۴۰۹۔ مترجم ص ۴۳۴ ج ۳)

ترجمہ:......حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے پاس عراق کی زکوۃ شام کی طرف بھیجی گئی، تو آپ نے وہ زکوۃ (واپس) عراق کی طرف لوٹادی۔

حضرت قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا: زکوۃ دوسرے شہر نہ بھیجو

(۹)......سألتُ امرأة القاسم ، فقالت : اجتمع عندنا دراهم من زكوتنا ، فبعثت بها الى الشام ؟ فقال : ادفعوها الى الامير الذى بالمدينة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۹۵ ج۶، فى الصدقة يخرج بها من بلد الى بلد، من كرهه ،كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۰۴۱۰۔مترجم ص۴۳۴ ج۳)

ترجمہ:......ایک عورت نے حضرت قاسم رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ: ہمارے پاس کچھ زکوۃ کے دراہم جمع ہیں، کیاان کوشام بھیج دیں؟ آپ نے فرمایا: مدینہ منورہ کے جو حاکم ہیں ان کو دو، (دوسرے شہر نہ بھیجو)۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: زکوۃ منتقل نہ کرو

(۱۰)......عن الضحاک قال : ضع الزكوة فى القرية التى انت فيها ، فان لم يكن فيها فقراء فالى التى تليها۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۹۵ ج۶، فى الصدقة يخرج بها من بلد الى بلد، من كرهه ،كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۰۴۱۱۔مترجم ص۴۳۴ ج۳)

ترجمہ:......حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس گاؤں میں آپ ہیں زکوۃ کو اسی گاؤں میں رکھیں، ہاں اگر اپنے گاؤں میں فقراء نہ ہوں تو قریب والی بستی میں خرچ کرو۔

تشریح:......معلوم ہوا کہ اگر برطانیہ میں زکوۃ کے مستحقین نہ ہوں تو یورپ والوں کا حق اور ممالک سے مقدم ہے۔

فقہاء کی صراحت

’’و کره نقلها بعد تمام الحول لبلد آخر لغير قريب واحوج وأورع وانفع للمسلمين بتعليم‘‘ قوله : (وكره نقلها) اى تحريما ، ولو الى مادون مسافة القصر ـ (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص۷۲۲، باب المصرف ،كتاب الزكوة)

ترجمہ:......اورزکوۃ کا سال کے پورا ہونے کے بعد دوسرے شہر (یا ملک) کی طرف منتقل کردینا ایسے آدمی کے لئے جوقریبی عزیز، یا زیادہ ضرورت مند، یا زیادہ متقی، یا تعلیم کے لئے زیادہ نفع بخش نہ ہومکروہ ہے۔ (سرورالنجاح ترجمہ نورالایضاح ص۱۷۰)

نوٹ:......علامہ طحطاوی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں کہ: زکوۃ کو دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

نوٹ:......مزید دیکھئے! ہدایہ ص۲۲۶ ج۱، باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز ـ فتاوی عالمگیری ص۱۹۰ ج۱، الباب السابع فى المصارف ،كتاب الزكوة۔

مسئلہ:......سال پورا ہونے کے بعد زکوۃ کے مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر دوسرے شہر میں زکوۃ دینے والے کے رشتہ دار (قرابت والے لوگ) ہوں، یا دوسرے شہر کے لوگ اس شہر والوں سے زیادہ محتاج ہیں تو مکروہ نہیں۔

(عمدۃ الفقہ ص۱۳۴ ج۳۔ زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ)

مسئلہ:......زکوۃ ادا کرنے میں وہاں کے فقیر معتبر ہیں جہاں مال ہو، زکوۃ دینے والے کے مکان کا اعتبار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ اگر مال والا شخص کسی اور شہر میں ہو اور مال دوسرے شہر میں تو تمام روایات کے مطابق زکوۃ اس شہر کے فقیروں کو دی جائے جہاں مال ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص۱۳۵ ج۳۔ زکوۃ ادا کرنے کا طریقہ)

تنبیہ:......**المعتبر فی الزکوۃ فقراء مکان المال۔**

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۷۲۲، باب المصرف ،کتاب الزکوۃ)

ویعتبر فی الزکوۃ مکان المال فی الروایات کلھا۔

(شامی ص۳۰۴ج۳، باب المصرف ،کتاب الزکوۃ، ط: دار الباز ، مکۃ المکرمۃ)

مسئلہ:...... یہ بات بھی بہتر ہے کہ زکوۃ دینے میں اہل شہر کو مقدم رکھا جائے۔ ہاں اگر دوسری جگہ زیادہ محتاج ہوں، یا کوئی زیادہ اہم مصرف ہو یا اقرباء ہوں تو دوسرے شہر میں زکوۃ بھیجنے میں قباحت نہیں، بلکہ زیادہ بہتر ہے۔

(قاموس الفقہ ص۸۷ج۴،جن مستحقین کوزکوۃ دینی بہتر ہے)

حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علاقے میں زکوۃ کی تقسیم کا خیال رکھا جائے، وہاں کے فقراء مساکین بیواؤں اہل ضرورت کا اولا خیال کیا جائے،عموما باہر سے آنے والوں کولوگ زکوۃ وصدقات دے دیتے ہیں، اورعلاقے کے مستحقین رہ جاتے ہیں، سو یہ شرعی نظام زکوۃ کے خلاف ہے، ہاں اگر علاقے کے لوگوں کے مقابلہ دوسری جگہ زیادہ ضرورت ہو یا زیادہ نفع بخش ہو یا صالح متقی پرہیز گار ہو جیسے مدارس کا نظام تو یہ بہتر ہے۔ (شامی ص۳۵۴ج۲۔شمائل کبری ص۱۹ج۹)

شوافع کے نزدیک اپنے شہر ہی میں زکوۃ کی تقسیم واجب ہے، اور منتقل کرنا جائز نہیں، اور منتقلی سے زکوۃ ادا نہ ہوگی

شوافع کے نزدیک تو اہل شہر ہی میں زکوۃ کی تقسیم واجب ہے، یعنی دوسری جگہ زکوۃ کا منتقل کرنا جائز نہیں، اس سے ترک واجب لازم آئے گا، اور زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

(شرح مہذب ص۲۱/۲۲ج۶)

’’تحفۃ الباری‘‘ میں ہے:

جس بستی میں زکوۃ واجب ہو(اور) وہاں مستحقین موجود ہوں تو مالک کو دوسری جگہ زکوۃ منتقل کرنا.....جائز نہیں ہے،اوراس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ صحیحین کی روایت میں ہے: ان کے امیروں سے زکوۃ لے کرانہیں کے فقراء کولوٹائی جائے گی۔اور ہر بستی کے مستحقین کی نگاہ اورامیدیں اس کے زکوۃ سے وابستہ ہوں گی،اور یہ نقل کرنا ان کی وحشت کا باعث ہوگا۔(تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی ص ۳۵۱ ج ۱،فصل :اصناف کا استیعاب)

جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک زکوۃ کی منتقلی ناجائز ہے

جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ نقل کے عدم جواز کے قائل ہیں، پس اگر کسی نے زکوۃ منتقل کی تو اصح قول کے مطابق عند المالکیہ جائز ہوجائے گی ، اور شافعیہ کے یہاں جائز نہ ہوگی علی الاصح ،الا یہ کہ اس جگہ میں مستحقین زکوۃ موجود نہ ہوں۔اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے حنابلہ سے دونوں روایتیں نقل کی ہیں۔اور حنفیہ کے نزدیک بلاضرورت و مصلحت نقل کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المنضود ص ۵۵ ج ۳۔بذل المجہود ص ۴۶۰ ج ۶ ، باب فی الزکوۃ ھل تُحمل من بلدٍ الی بلد)

مصارف زکوۃ کے درجات

فقہاء نے زکوۃ کی تقسیم کے جو درجات بیان فرمائے ہیں ان میں بھی بستی والوں کا ذکر کیا ہے۔ ''نورالایضاح'' میں ہے:

(۱)......والافضل صرفها للأقرب فالاقرب من كل ذى رحم محرم منه ، ثم جيرانه ثم لاهل محلته ، ثم لاهل حرفته ، ثم لاهل بلدته۔

(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص۷۲۲، باب المصرف ،كتاب الزكوة)

ترجمہ:......اور زکوۃ کا بہترین مصرف درجہ بدرجہ قریب ترین رشتہ دار ہے، پھر اپنا پڑوسی، پھر اہل محلّہ، پھر ہم پیشہ، پھر شہر والے۔ (سرورالنجاح ترجمہ نورالایضاح ص۱۷۰)

زکوۃ خود صحیح جگہ خرچ کریں، ہر کسی کو سپرد نہ کردیں

(۲)......عن عائشة ۔(ابن ماجہ، باب ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ کو میں نے نہیں دیکھا کہ صدقہ خیرات کی تقسیم دوسروں کے حوالے فرماتے ہوں، بلکہ خود سے سائلین کے ہاتھ میں دیتے۔ (ابن ماجہ، سبل الہدا ص۴۰۸ ج ۸۔ شمائل کبری ص۳۶ ج ۹)

(۲)......رجل : سأل ابن عمر ادفع الزكوة الى الامراء ؟ فقال ابن عمر : ضعها فى الفقراء والمساكين ، الخ۔

(مصنف ابن عبدالرزاق ص۴۸ ج۴، باب موضع الصدقة ، و دفع الصدقة فى مواضعها ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۶۹۲۸)

ترجمہ:......ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: زکوۃ حاکموں اور خلفاء کو دوں کہ نہ دوں؟ آپ نے فرمایا: اسے خود سے فقراء و مساکین کو دو۔

تشریح:.......یعنی جو خلیفہ ظلم سے لوگوں کی زکوۃ وصول کرتے ہیں اور اپنی جائداد بناتے ہیں اور اپنی عیاشی میں خرچ کرتے ہیں ان کو نہ دو، بلکہ خود ہی غریبوں کو پہنچاؤ۔

آج بھی کئی ادارے اور ان کے سفراء غریب و نادار کے نام پر زکوۃ وصدقات وصول کرتے ہیں، اور ان پیسوں کو اپنی جائداد بنانے، اور اپنی عیاشی پر بے دریغ خرچ کر رہے ہیں، اس لئے ہر کسی کو زکوۃ دے کر نہ اپنے مال کو ضائع کرو، اور نہ امت کے فقراء اور غریبوں کا حق مارو۔

خاتمہ......رشتہ داروں کو زکوۃ دینے کی اہمیت

آپ ﷺ عامل کو حکم دیتے کہ صدقات رشتہ داروں میں تقسیم کرو

(۱)......عن ابن عمر، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان اذا بعث السعاة على الصدقات امرهم بما اخذوا من الصدقات ان يجعل فى ذوى قرابة من اخذ منهم، الاول فالاول، فان لم يكن له قرابة فلاولى العشيرة ثم لذى الحاجة من الجيران وغيرهم۔

(مجمع الزوائد ص۱۸۲ ج ۳، باب تفرقة الصدقات، كتاب الزكوة، رقم الحديث:۴۴۶۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ جب کسی کو صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجتے تو ان کو حکم دیتے کہ ان سے صدقات لے کر ان کے قریبی رشتہ داروں میں حسب مراتب تقسیم کردو، اگر رشتہ دار نہ ہو تو خاندان والوں کو دے دو، پھر ضرورت مند پڑوسیوں اور ان کے علاوہ کو دے دو۔

خرچ کی ترتیب: اپنی ذات پر، پھر اہل پر، پھر اہل قرابت پر، پھر اوروں پر

(۲)......عن جابر قال: اعتق رجل من بنى عُذرة عبدا له عن دبر، فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: ألك مال غيره؟ فقال: لا، فقال: من يشتريه منى؟ فاشتراه نُعيم بن عبد الله العَدوى بثمان مائة درهم، فجاء بها رسول الله صلى الله عليه وسلم فدفعها اليه، ثم قال: ابدأ بنفسك فتصدق عليها، فان فضل شىء فَلِاَهْلِك، فان فضل عن اهلك شىء فلذى قرابتك، فان فضل عن ذى قرابتك شىء فهكذا وهكذا، يقول فبين يديك و عن يمينك وعن

شمالک۔

(مسلم، باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم اهله ثم القرابة ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث:۹۹۷)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بنی عذرہ کے ایک شخص نے ایک غلام کو مدبر بنا کر آزاد کیا، اس بات کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی مال ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون اس غلام کو مجھ سے خریدے گا؟ حضرت نعیم بن عبداللہ عدوی رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم میں اسے خرید لیا، اور پیسے آپ ﷺ کے پاس لے آئے، رسول اللہ ﷺ نے وہ پیسے اس غلام کے مالک کو مرحمت فرمائے اور فرمایا: خرچ کی ابتدا اپنی ذات سے کر، پھر اگر کچھ بچ جائے تو اپنے اہل پر خرچ کر، پھر بھی کچھ بچ جائے تو قرابت داروں پر خرچ کر، اور پھر قرابت داروں سے بھی بچ جائے تو ادھر ادھر خرچ کر، (آپ ﷺ دائیں، بائیں اور سامنے و پیچھے ہاتھوں سے اشارہ فرما رہے تھے، یعنی پھر صدقہ خوب کرو)۔

رشتہ داروں کے بعد پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو ہرگز نہ بھولنا

(۳)......عن معاذ بن جبل قال : اقبل رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم ، فقال : یا رسول الله ! من اعطی من فضل ما خولنی الله ؟ قال : ابدأ بأمک و ابیک واختک واخیک الادنی فالادنی ، ولا تنسوا الجیران و ذا الحاجة۔

(معجم طبرانی (کبیر) ص ۱۵۰ ج ۲۰، ابو رفاعة عن معاذ بن جبل ، رقم الحدیث:۳۱۱)

ترجمہ:......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک صاحب آپ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! جو اللہ تعالی نے مجھے دیا ہے اس میں بچ جائے تو کس پر خرچ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ، بہن اور بھائی سے خرچ کرنا شروع

کرو، پھر جو قریب ہو، پھر جو قریب ہو، اور پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو ہرگز نہ بھولنا۔

رشتہ دار اور ماتحت پر خرچ کا اجر دوگنا ہے

(۴)......عن سلمان بن عامر ، يبلغ به النبى صلى الله عليه وسلم قال : ..... الصدقة على المسكين صدقة ، وهى على ذى الرحم ثنتان : صدقة و صلة۔

(ترمذی، باب ما جاء فى الصدقة على ذى القرابة ، كتاب الزكوة، رقم الحديث:۶۵۱)

ترجمہ:......حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: مسکین غریب (جو اجنبی ہو) اس پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے (یعنی اس کا ثواب ایک گنا ہے) اور رشتہ دار پر خرچ کا ثواب دوگنا ہے، ایک صدقہ کا اور ایک صلہ رحمی کا۔

(۵)......عن ابى امامة : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : ان الصدقة على ذى قرابة يضعف اجرها مرتين۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۳، باب الصدقة على الاقارب وصدقة المرأة على زوجها ، كتاب الزكوة، رقم الحديث:۴۶۵۱)

ترجمہ:......حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریبی رشتہ دار پر صدقہ وخیرات دوگنا ثواب رکھتا ہے۔

(۶)......عن زينب امرأة عبد الله قالت : سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أيُجزِئُ عنّى من الصدقة النفقة على زوجى و ايتام فى حجرى ؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : لها اجران : اجر الصدقة واجر القرابة۔

(ابن ماجہ، باب الصدقة على ذى قرابة ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۸۳۴۔

بخاری، باب الزكوة على الزوج والايتام فى الحجر ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۴۶۶)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: میرا اپنے خاوند پر اوران یتیموں پر جو میری پرورش میں ہیں خرچ کرنا صدقہ میں کافی ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دہرا اجر ملے گا، صدقہ کا اور صلہ رحمی کا۔

رشتہ دار پرخرچ ہونے والا دینار افضل ہے اور دوسری جگہ کم اجر والا ہے

(۷)......الا اخبركم بخمسة دنانير افضلها و احسنها ؟ افضلها دينار انفقته على والديک ، و دينار انفقته على نفسک و عيالک ، و دينار انفقته على ذى قرابتک واخسها و اقلها اجرا دينار انفقته فى سبيل الله عز وجل۔

(كنز العمال ، الصدقة على ذى قرابة ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۱۶۳۹۷)

ترجمہ:......(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا:) کیا میں تمہیں پانچ دیناروں کا نہ بتاؤں کہ کون ان میں سے افضل ہے اور کون سا ان میں سے کم درجہ والا ہے؟ افضل دینار وہ ہے جس کو تو اپنے والدین پر خرچ کرے، اور وہ دینار جس کو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے، اور وہ دینار جس کو تو اپنے رشتے داروں پر خرچ کرے، اور سب سے کم درجہ والا وہ دینار ہے جو تو اللہ عز وجل کے راستے میں خرچ کرے۔

اگر باندی ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ اجر کا باعث ہوتا

(۸)......عن ميمونة بنت الحارث رضى الله عنها : انّها اعتقَتُ وِلِيدةً فى زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم : فذكَرَتُ ذلک لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال : لو أعطَيُتِها أخوالک كان اعظم لاجرک۔

ترجمہ:......حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے

زمانہ میں ایک باندی آزاد کی، اورآپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگرتم یہ باندی اپنے ماموں کودیتیں تو یہ تمہارے لئے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

(مسلم، باب فضل النفقة والصدقة على الاقربين والزّوج والاولاد والوالدين ولو كانوا مشركين كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۹۹۹)

مخالف تکلیف دہ قریبی رشتہ داروں کوزکوۃ وصدقات دینا افضل ہے

(۹)......عن حكيم بن حزام : ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصدقات ايها افضل ؟ قال : على ذى الرحم الكاشح ۔(مجمع الزوائدص۲۲۳ج۳، باب الصدقة على الاقارب وصدقة المرأة على زوجها ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۴۶۴۸)

ترجمہ:......حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ قریبی رشتہ دار جو مخالفت اورعداوت رکھتا ہواس پر صدقہ کرنا افضل ترین صدقہ ہے۔

(۱۰)......عن ابى ايوب الانصارى قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان افضل الصدقة على ذى الرحم الكاشح۔

(مجمع الزوائدص۲۲۲ج۳، باب الصدقة على الاقارب وصدقة المرأة على زوجها ، كتاب الزكوة ، رقم الحديث:۴۶۴۷)

ترجمہ:......حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: افضل ترین صدقہ اس قریبی رشتہ دار پر ہے جو دل میں عداوت اور مخالفت رکھتا ہو۔

باوجود استطاعت کے رشتہ دار کومحروم کرنے پر جہنمی اژدہے کا عذاب

(۱۱)......عن جرير بن عبد الله بن البجلى رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى

الـلـه عليه وسلم : ما من ذى رحم يأتى ذا رحِمِه ، فيسألُه فضلا اعطاه الله ايّاه فيبخل عليه الا اخرج الله له من جهنّم حيّة يُقال لها شُجاع يَتَلَمَّظُ فَيُطَوِّقُ به۔

(الترغيب والترهيب ص۱۸ ج۲، الترهيب من ان يسال الانسان مولاه او قريبه من فضل ماله فيبخل عليه ، أو يصرف صدقته الى الاجانب واقرباؤه محتاجون)

ترجمہ:......حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے رشتہ دار کے پاس آئے اور اس سے کسی ایسی چیز کا سوال کرے جس سے اللہ تعالی نے اسے نوازا ہے، اور وہ اس سے بخل کرے، نہ دے تو اللہ تعالی اس کے لئے جہنم سے ایک اژدہا نکالیں گے جو زبان کو حرکت دے رہا ہوگا جسے اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔

(۱۲)......عـن بهـز بـن حـكيم عن ابيه عن جده رضى الله عنه قال : قلت يا رسول الـلـه ! مـن ابر ؟ قال : امک ...... وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يسأل رجـل مـولاه مـن فـضل هو عنده ، فيمنعه ايّاه الا دُعى له يوم القيامة فضلُه الذى منعه شجاعا اقرعَ۔(ابوداؤد، باب فى بر الوالدين ، كتاب الادب ، رقم الحديث:۵۱۳۹)

ترجمہ:......حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ بھلائی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ، آپ ﷺ نے ۳رمرتبہ ماں کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا: جو شخص اپنے آزاد کئے ہوئے غلام سے اس مال کا مطالبہ کرے جو کہ اس کی ضرورت سے زائد ہو، اور اسے وہ (وسعت کے باوجود انکار کردے تو اسی شی کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو زہریلا اژدہا بنا دیا جائے گا (جو اسے کاٹے گا)۔

رشتہ دار کے سوال پر انکار کرے، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا فضل روک دیں گے

(۱۳)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ایما رجل اتاه ابن عمه یسأله من فضله فمنعه منعه الله فضلَه یوم القیامة۔

(الترغیب والترهیب ص۱۸ ج۲، الترهیب من ان یسال الانسان مولاه او قریبه من فضل ماله فیبخل علیه ، أو یصرف صدقته الی الاجانب واقرباؤه محتاجون)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس اس کے چچا کا بیٹا آئے اور اس سے کسی چیز کا سوال کرے، اور وہ اسے دینے سے انکار کردے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنا فضل روک دے گا۔

رشتہ دار کے محتاج ہوتے ہوئے دوسرے کو صدقہ دیا جائے تو وہ قبول نہیں

(۱۴)......عن ابی هریرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ..... یا امة محمد ! والذی بعثنی بالحق لا یقبل الله صدقة من رجل وله قرابة محتاجون الی صلته ویصرفها الی غیرهم ، والذی نفسی بیده ، لا ینظر الله الیه یوم القیامة۔

(مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۳، باب الصدقة علی الاقارب وصدقة المرأة علی زوجها ، کتاب الزکوة، رقم الحدیث: ۴۶۴۸۔ الترغیب والترهیب ص۱۸ ج۲، الترهیب من ان یسال الانسان مولاه او قریبه من فضل ماله فیبخل علیه ، أو یصرف صدقته الی الاجانب واقرباؤه محتاجون)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اے امت محمدیہ جس ذات نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے صدقہ کو قبول

نہیں فرماتے کہ: اس کے قریبی رشتہ دار محتاج اور حاجت مند ہوں اور وہ غیروں پر صدقہ و خیرات کررہا ہو، قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، خدائے پاک اسے قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں۔

رشتہ دار پر خرچ نہ کرنے پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالی کا حکم

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ دار حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ نہ کرنے کی قسم کھائی تو اللہ تعالی نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی ﴾۔

ترجمہ:......اور تم میں سے جو لوگ اہل خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں۔ (سورۂ نور، پارہ: ۱۸/ آیت نمبر: ۲۲۔ آسان ترجمہ ص ۷۴۷)

جو دو تین مخلص مسلمان اپنی سادہ لوحی سے منافقوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے، ان میں ایک مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو مہاجر صحابی تھے، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار بھی تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کی مالی مدد فرمایا کرتے تھے۔ جب ان کو پتہ چلا کہ مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ایسی باتیں کی ہیں، تو انہوں نے قسم کھالی کہ میں آئندہ ان کی مالی مدد نہیں کروں گا۔ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے غلطی ضرور ہوگئی تھی، لیکن پھر انہوں نے سچے دل سے توبہ بھی کرلی تھی، اس لئے اللہ تعالی نے اس آیت میں متنبہ فرمایا کہ ان کی مالی مدد نہ کرنے کی قسم کھانا ٹھیک نہیں ہے۔ جب انہوں نے توبہ کرلی ہے تو ان کو معاف کردینا چاہئے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے نزول کے بعد ان کی مالی امداد دوبارہ جاری کردی، اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا، اور فرمایا کہ: آئندہ کبھی اس امداد کو بند نہیں کروں گا۔

نیک لوگوں پر خرچ کا اجر

افضل دینار وہ ہے جو نیک لوگوں پر خرچ کیا جائے

(۱)......افضل دینار ینفقه الرجل علی عیاله ، و دینار ینفقه الرجل علی دابته فی سبیل الله ، ودینار ینفقه الرجل علی اصحابه فی سبیل الله عز وجل۔

(کنز العمال آداب الصدقة ، الزکوة ، رقم الحدیث:۱۶۲۲۲)

ترجمہ:......(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) افضل دینار وہ ہے جو آدمی اپنے عیال پر خرچ کرے (پھر وہ دینار جو راہ خدا میں کام آنے والی سواری پر خرچ کرے (پھر) وہ دینار جس کو آدمی اپنے ان ساتھیوں پر خرچ کرے جو اللہ عزوجل کے راستے میں (اس کے ساتھ) چلتے ہیں۔

اپنے گھر میں صرف متقیوں کو داخل کر

(۲)......لا تدخل بیتک الا الاتقیاء ولا تول معروفک الا مؤمنا۔

(کنز العمال آداب الصدقة ، الزکوة ، رقم الحدیث:۱۶۲۹۶)

ترجمہ:......(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) اپنے گھر میں صرف متقیوں کو داخل کر، اور اپنی نیکی کا رخ صرف مؤمن کی طرف رکھ۔

اپنا کھانا متقیوں کو کھلاؤ

(۲)......عن ابی سعید رضی الله عنه : عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا تصاحب الا مؤمنا ، ولا یأکُلُ طعامک الا تَقِی۔

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مؤمن کے علاوہ کسی کی صحبت مت اختیار کرو، اور تیرا کھانا متقی کے سوا اور کوئی نہ کھائے۔

(ابوداؤد، باب من یؤمر ان یُجالسَ ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۴۸۳۲۔ترمذی، باب ما جاء فی صحبۃ المؤمن ، ابواب الزھد ، رقم الحدیث:۲۳۹۵)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کے علاوہ کسی کی صحبت مت اختیار کرو، اور تیرا کھانا متقی کے سوا اور کوئی نہ کھائے۔

(۲)......عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :........فاطعموا طعامکم الاتقیاء و أولُوا معروفکم المؤمنین۔رواہ البیھقی فی شعب الایمان ، وابو نعیم فی الحلیۃ۔

(مشکوۃ ص۳۶۹، باب الضیافۃ ، کتاب الاطعمۃ)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: .....اپنا کھانا متقیوں کو کھلاؤ، اور اپنی نیکیاں مؤمنوں کے ساتھ کرو۔

(۶)......قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اضف بطعامک من تحبہ فی اللہ تعالی۔اخرجہ ابن المبارک فی البر والصلۃ۔

(احیاء العلوم ص۲۸۸ ج۱، کتاب الزکوۃ ، بیان دقائق الآداب الباطنۃ فی الزکوۃ ، الوظیفۃ الثامنۃ)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے کھانے کے لئے اس شخص کی ضیافت کرو جس سے تم کو محبت فی اللہ ہو۔

افطار کرانے والے کی دعا میں روزہ دار اور نیک لوگوں کو کھلانے کی تعلیم

شریعت مطہرہ نے جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں دعا کے ساتھ تعلیم بھی ہے۔ افطار کرانے والے کو جو دعا دی جاتی ہے، وہ یہ ہے:

(۱)......اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ ، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ

الْمَلاَئِکَۃُ۔

(ابوداوٗد، باب فی الدعاء لرب الطعام اذا اکل عندہ ، کتاب الاطعمۃ ، رقم الحدیث:۳۸۵۴۔

ابن ماجہ، باب فی ثواب من فطّر صائما ،کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۱۷۴۷)

ترجمہ:......تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں، اور تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں، اور تمہارے لئے فرشتے رحمت کی دعا کریں۔

(۲)......اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَغَشِیَتْکُمُ الرَّحْمَۃُ ، وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ [الْأَبْارُ] ، وَ تَنَزَّلَتْ عَلَیْکُمُ الْمَلاَئِکَۃُ۔

(کتاب الدعاء (للطبرانی) ص۲۸۷، باب ما یقول من افطر عند قوم ، رقم الحدیث:۹۲۲/۹۲۵)

ترجمہ:......تمہارے پاس روزہ دار افطار کریں، اور تمہیں (اللہ تعالیٰ کی) رحمت ڈھانپ لے، اور تمہارا کھانا نیک اور ابرار لوگ کھائیں، اور تمہارے پاس فرشتے (رحمت لے کر) اتریں۔

ان دونوں دعاؤں میں واضح طور پر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمہارا کھانا روزہ دار اور نیک لوگ کھائیں۔معلوم ہوا نیک اور صالح لوگوں کا تعاون مطلوب ومرغوب ہے۔

صدقہ کے لئے دیندار نہ ملے تو اپنا صدقہ واپس لے آئے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا جس نے صدقہ نکالا اور اس نے غیر دینداروں کے علاوہ کسی کو نہ پایا تو اپنا صدقہ واپس لے آئے۔(دین سے اور غافل کو نہ دے)۔(بلوغ الامانی ص ۱۹۶۔شمائل کبریٰ ص۴۲ ج ۹)

طالب علم کو ایک درہم دینا راہ خدا میں احد کے مثل سونا خیرات کرنا ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے

کسی طالب علم کو ایک درہم دیا تو گویا راہ خدا میں جبل احد کے مثل سونا خیرات کیا۔

(فضائل العلم والعلماء۔فتاوی رحیمیہ ص ۶ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا اپنی زکوۃ اہل علم ہی پر خرچ کرنا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ اپنی زکوۃ وخیرات اہل علم ہی پر خرچ کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ: میں نبوت کے درجہ کے بعد علماء کے درجہ سے افضل کسی کا مرتبہ نہیں دیکھتا ہوں۔

(احیاء العلوم ص ۲۸۸ ج ۱، کتاب الزکوۃ ، بیان دقائق الآداب الباطنۃ فی الزکوۃ۔مذاق العارفین ترجمہ اردو احیاء علوم الدین ص ۳۴۶ ج ۱)

فقہاء کی صراحت

(۱)......التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل۔

(فتاوی عالمگیری ص ۱۸۷ ج ۱، الباب السابع فی المصارف ،کتاب الزکوۃ)

(۲)......قال فی المعراج : التصدق علی العالم الفقیر افضل اھ، أی من الجاھل الفقیر، قھستانی۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۷۲۲، باب المصرف ،کتاب الزکوۃ)

ترجمہ:......عالم فقیر پر صدقہ کرنا (اور زکوۃ وغیرہ عطیات سے مدد کرنا) جاہل پر خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

بغیر مجبوری کے زکوۃ دوسری جگہ منتقل کرنا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت برطانیہ کے حالات پہلے سے بہت بدل چکے ہیں، خود یہاں کے لوگ مالی مشکلات کے شکار ہیں۔ضروری اشیاء میں مہنگائی عوام کے لئے ایک مسئلہ بن چکی ہے۔ حکومت کی طرف سے آئے دن تعاون میں کمی ہورہی ہے۔بینیفٹ نظام پہلے کے مقابلہ میں بہت حد تک اپنی ساخت کھو چکا ہے۔ہیلتھ سروس کے ادارے خود مالی مشکلات سے دوچار ہیں۔چھوٹے چھوٹے ہسپتالوں کو بند کر کے چند میلوں پر ایک بڑے ہسپتال کا نظام شروع کر دیا گیا ہے۔مختلف دواؤں اور کریموں پر پابندی عائد ہوچکی ہے کہ ڈاکٹر وہ دوائیں مریضوں کے لئے تجویز نہیں کرسکتا، مریض خود انہیں خریدنے کا مکلّف ہے، وغیرہ۔

دوسری طرف جامعات اور دارالعلوموں اور اسلامی اسکول، اور یونیورسٹی کی فیس ہزاروں پاؤنڈ تک پہنچ چکی ہیں۔کسی شخص کے دوتین بچے ہوں اور وہ ان کو اسلامی تعلیم دلوانا چاہے تو مشکل، بلکہ ناممکن ہے۔مسلمان بچے اور بچیاں اعلی تعلیم کے لئے یونیورسٹی جانا چاہیں تو سودی قرض لینے پر مجبور ہیں۔میت کی تدفین وتکفین کے اخراجات بھی بعض حضرات کے لئے نا قابل برداشت ہورہے ہیں۔اور برطانیہ سے ہزاروں نہیں لاکھوں پاؤنڈ کی رقوم بیرون ممالک میں زکوۃ' صدقہ' للہ کے نام سے صرف ہورہی ہیں۔ان حالات میں چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱)……دوسرے ممالک میں زکوۃ کی منتقلی کا شرعی حکم کیا ہے؟ اپنے ملک میں اہل حاجت اورزکوۃ کے مستحقین کے ہوتے ہوئے زکوۃ وصدقات کی رقم دوسری جگہ بھیجی جاسکتی ہے؟

(۲)……زکوۃ کے اولین مستحقین کون لوگ ہیں؟

(۳)……شریعت میں فقیر ومسکین کی کیا تعریف ہیں؟

(۶/۵/۴)…… یہاں کے جامعات میں پڑھنے والے طلبہ اور طالبات کی فیس میں زکوۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے؟ دنیوی تعلیم کے لئے جو بچے اور بچیاں یونیورسٹی جانا چاہیں، ان کی فیس زکوۃ وصدقہ کی رقم سے ادا کی جاسکتی ہے؟ یہاں کے مکاتب دینیہ میں بھی بعض بچے ایسے ہیں کہ ان کے والدین فیس ادانہیں کرسکتے، کیا ان نابالغ بچوں کی فیس زکوۃ و صدقہ کی رقم سے دی جاسکتی ہے؟

(۷)……کسی میت پر کفن ودفن کے اخراجات زکوۃ وصدقہ کی رقم سے ادا کئے جاسکتے ہیں؟

امید کہ ان سوالات کے تفصیلی جوابات مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

یوسف ماماپٹیل	سلیمان بوڈیات	حنیف نرولوی
سلیمان ماکڈا	احمد سرکار	مرغوب احمد لاجپوری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۳/اپریل ۲۰۱۹ء، بروز بدھ

……………………………………………………

باسمہ تعالی

الجواب و باللہ التوفیق ، حامدا و مصلیا ومسلما :

(۱)……اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے، قیامت تک کے لئے جو بھی حالات پیش آتے رہیں گے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ان کے متعلق واضح رہنمائی موجود ہے۔ زکوۃ

اسلامی بنیادی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے۔صاحب نصاب پر ہر سال اس کی ادائیگی ضروری ہے۔کتنی مقدار سال ہونے پر زکوۃ فرض ہوگی اوراس کی ادائیگی کے لئے کس کو مالک بنانا ضروری ہے؟ قرآن پاک اور حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے، اورفقہاء نے اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ذکر کی ہے۔یو،کے، میں پہلے جو سہولیات اور آسانیاں تھیں اب ہماری بداعمالیوں اور ناشکری اور کفران نعمت کی وجہ سے چھینی جارہی ہیں۔ جو حالات اب پیش آرہے ہیں وہ آپ نے سوال میں ذکر کئے ہیں اور وہ صحیح بھی ہیں۔شرعی اصولوں کے مطابق یہاں پر بھی ایک اچھی خاصی تعداد مستحق زکوۃ کی موجود ہے۔حضوراقدس ﷺ کےارشادعالی'' تؤخذ من اغنیائهم و ترد علی فقرائهم '' کی وجہ سے جس جگہ مال ہو،وہیں کے رہنے والے غرباءحق جوار کی وجہ سے زکوۃ کے زیادہ حقدار ہیں،اورافضل طریقہ بھی یہی ہے،اس لئے بغیر کسی سخت ضرورت اورمجبوری کے زکوۃ دوسری جگہ منتقل کرنا ہمارے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ کسی خاص اوراہم ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے دوسری جگہ زکوۃ بھیجی جائے توبلا کراہت جائزاوردرست ہے۔

''الدرالمختاراورردالمحتار''میں ص۳۰۴ج۳ر پرلکھاہے:

''و کره نقلها ای من بلد الی بلد آخر ، لان فیه رعایة حق الجوار ، فکان اولی، زیلعی ، المتبادر منه ان الکراهة تنزیهیة ،تأمل ، فلو نقلها جاز ، لان المصرف مطلق الفقراء ، درر ، ویعتبر فی الزکوة مکان المال فی الروایات کلها اه،''۔

''فتاوی عالمگیری''میں بھی ص۱۹۰ج ار پرایسا ہی لکھاہے:

''و یکره نقل الزکوة من بلد الی بلد ، الا ان ینقلها الانسان الی قرابته او الی قوم هم احوج الیها من اهل بلده ، ولو نقل الی غیرهم اجزأ وان کان مکروها''۔

جیسا کہ آپ نے سوال میں لکھا ہے کہ: ''اپنے ملک میں اہل حاجت اور مستحق کے ہوتے ہوئے'' الخ، تو مقامی مستحقین کی رعایت کرنا بہت ضروری ہے، اس لئے اپنی زکوۃ میں سے کچھ حصہ مقامی ضرورت میں اور کچھ حصہ بیرونی ضروریات میں دینے سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

(۲)......اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں: ﴿ انما الصدقات للفقراء ﴾۔(سورۂ توبہ، آیت نمبر: ۶۰) میں جن اصناف کو ذکر کیا ہے، اور فقہاء نے ''کتاب الزکوۃ'' میں ''ابواب المصارف'' میں جو تفصیل بتائی ہے وہ مستحقین ہیں، لہذا جس کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو، مسلمان ہو تو ان کو زکوۃ کا مال دینا درست ہے۔

اپنی زکوۃ کا مال اپنے اصول: باپ، دادا، اور فروع: اولاد اور اولاد کی اولاد کو دینا جائز نہیں ہے، اس کے علاوہ دوسرے رشتہ دراوں کو مثلاً: بھائی، بہن، بھانجی، بھتیجی، چچا، پھوپھی، داماد وغیرہ بشرطیکہ وہ غریب اور محتاج ہوں دینا جائز ہے، بلکہ ایسے رشتہ داروں کو دینے میں دوہرا ثواب ملے گا، ایک تو زکوۃ کی ادائیگی کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔صرف دو چیزوں کو مدنظر رکھیں: ایک شرعی غریب ہو، اور مال مالک بنا کر دیا جائے۔'' ولا یدفع المزکی زکوۃ ماله الی ابیه وجده وان علی ، ولا الی ولده وولد ولده ، وان سفل ، ولا الی امرأته ، ولا تدفع المرأة الی زوجها ، هداية ، و قيد بالولد لجوازه بقية الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال والفقراء ، بل هم اولی ، لانه صلة و صدقة''۔(ردالمحتار)

(۳)......فقیر اس کو کہا جاتا ہے: جس کے پاس نصاب کے برابر مال نامی نہ ہو۔اور جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، دوپہر کو کھایا تو شام کو کھانے کے لئے نہ ہو، نہ کپڑے ہو، تو ایسوں کو مسکین کہتے ہیں۔هو فقیر وهو من له ادنی شیء ای دون نصاب ای نام فاضل عن الدین فلو مدیونا فهو مصرف کما یاتی.... ......ومسکین علی المذهب من انه

اسوء حالا من الفقير وقيل على العكس و الأول أصح بحر۔ (ردالمحتار ۲/۵۸)

(۶/۵/۴)......لڑکا اورلڑکی جب نابالغ ہو وہاں تک وہ اپنے کے باپ کے مالدار ہونے پر مالداراورغریب ہونے پر غریب تصور کئے جاتے ہیں، لیکن جب بالغ ہوگئے تو وہ مستقل قرار دیئے جاتے ہیں، اورخودمختار کہے جاتے ہیں، اس لئے جن لڑکوں یالڑکیوں کے پاس نصاب کے برابر مال نہیں ہے تو ان کوزکوۃ دینا اوران کا زکوہ لینا دونوں درست ہے، اس لئے دینی یادنیوی تعلیم حاصل کرنے کی فیس ادا کرنے کے لئے زکوۃ کی رقم لینایاتملیکا دینا دونوں درست ہے۔نابالغ اور سمجھ دار بچے کوجبکہ اس کاباپ شرعامستحق زکوۃ ہے زکوۃ کی رقم دینادرست ہے، قبضہ کرنے کے بعدوہ فیس ادا کرسکتا ہے۔

(۷)......میت کے کفن ودفن میں زکوۃ اورصدقۂ واجبہ کی رقم لگانا صحیح نہیں ہے، زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔صدقات نافلہ اوراللہ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں، زکوۃ کے لئے تملیک یعنی مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے، اورمردہ کو جوکفن دیا جاتا ہے وہ اس کا مالک نہیں ہوتا، اس لئے اس میں زکوۃ خرچ کرنا جائزنہیں ہے۔''ہدایہ'' ص۱۸۵ج ۱/میں ہے:''ولا يبنى بها مسجد ولا يكفن بها ميت ، لانعدام التمليك وهو الركن ، ولا يقضى بها دين ، الخ''۔

فقط واللہ اعلم، کتبہ: العبداسماعیل کچھولوی غفرلہ

۳۰/رجب المرجب، مطابق: ۶/اپریل ۲۰۱۹ء

الجواب صحیح
(حضرت مولانا مفتی) اکرام الحق (صاحب)

الجواب صحیح
(حضرت مولانا مفتی) شبیر احمد (صاحب)

الجواب صحیح
(حضرت مولانا مفتی) یوسف ساچا (صاحب)

الجواب صحیح
(حضرت مولانا مفتی) موسی بدات (صاحب)

صدقۂ فطر کے مسائل

اس رسالہ میں صدقۂ فطر کے متعلق احادیث، صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار، اور فقہی مسائل، اکابر کی تصنیفات اور ان کے فتاوی سے، تفصیل سے جمع کئے گئے ہیں

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

تقررعیدالفطر کاراز

(۱)...... ہر قوم میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جس میں عام طور سے خوشی منائی جاتی ہے، بہت عمدہ لباس پہنا جاتا ہے اور عمدہ کھانے کھائے جاتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ((ان لکلّ قوم عیدا و ھذا عیدنا)) یعنی ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (بخاری، باب سنّۃ العیدین لاھل الاسلام ، کتاب العیدین ، رقم الحدیث:۹۵۲)

(۲)...... یہ وہ دن ہے کہ جب لوگ اپنے روزوں سے فارغ ہو چکے ہیں اور ایک طرح کی زکوۃ ادا کر چکتے ہیں تو اس دن، ان کے لئے دو قسم کی خوشیاں جمع ہو جاتی ہیں: طبعی اور عقلی، طبعی خوشی تو ان کو اس کے لئے حاصل ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہو جاتے ہیں اور محتاجوں کو صدقہ مل جاتا ہے۔ اور عقلی خوشی یہ ہے کہ خدا تعالی نے عبادت مفروضہ کے ادا کرنے کی ان کو توفیق عطا فرمائی، اور ان کے اہل وعیال کو اس سال تک باقی رکھنے کا ان پر انعام کیا، اس لئے ان خوشیوں کے اظہار کا حکم ہوا۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۱۱۱)

صدقۂ فطر کے مختلف اسماء

صدقۃ الفطر کے لئے حدیث اور فقہ کی کتابوں میں مختلف تعبیرات ملتی ہیں: صدقۃ الفطر، زکوۃ الفطر، زکوۃ رمضان، زکوۃ الصوم، صدقۃ الصوم، صدقۂ رمضان، صدقۃ الرؤس اور زکوۃ الابدان۔ (عمدۃ القاری ص ۱۰۷ ج ۹۔ اسلام کا نظام عشر وزکوۃ ص ۱۶۵)

﴿قد افلح من تزکی﴾

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ:
آیت قرآنی: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی﴾۔ (پ:۳۰، سورۂ اعلی، آیت ۱۴)

میں تزکی سے مراد صدقۂ فطر ہے۔ (المغنی ص ۳۵۱ ج ۲۔ اسلام کا نظام عشر وزکوۃ ص ۱۶۶)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ: جو کوئی صدقۂ فطر کا ادا کرے' اور عیدگاہ کے راستے میں تکبیر کہتا ہوا جاوے' اور عیدگاہ میں پہنچنے کے بعد بھی کہے' اور عید کی نماز پڑھے' تو میں امید رکھتا ہوں کہ اس آیت کی بشارت میں داخل ہوگا، پس ''تزکی'' کا لفظ اس سورۃ میں زکوۃ سے ماخوذ ہے' اور صدقۂ فطر کا واجب ہونا یا فرض' حکم زکوۃ کا رکھنا ہے، پس یہ لفظ اشارہ صدقۂ فطر کے دینے کی طرف ہوا۔ (تفسیر عزیزی ص ۲۳۴ ج ۴)

صدقۂ فطر کے متعلق احادیث وآثار

(۱)......آپ ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا۔

(۱)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : فرض زکوۃ الفطر، الخ۔

(بخاری، باب صدقۃ الفطر علی العبد و غیرہ من المسلمین ، کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث: ۱۵۰۴)

(۲)......آپ ﷺ لوگوں کو عید گاہ کی جانب نکلنے سے قبل صدقۂ فطر نکالنے کا حکم فرماتے۔

(۲)......عن ابن عمر قال : امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : بزکوۃ الفطر ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوۃ۔

(ابوداؤد، باب متی تؤدی ،کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث:۱۶۱۰۔ترمذی، باب ما جاء فی تقدیمھا قبل الصلوۃ ،کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث:۶۷۷۔نسائی، باب الوقت الذی یستحب ان تؤدی صدقۃ الفطر فیہ ، کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث:۲۵۲۰)

(۳)......آپ ﷺ نے فرمایا: آسمان اور زمین کے درمیان روزہ معلق رہتا ہے اوپر نہیں چڑھتا ہے جب تک کہ صدقۂ فطر نہ نکالا جائے۔

(۳)......قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : صومُ شھر رمضانَ معلّق بین السّماء والارض ، ولا یُرفع الا بزکوۃ الفطر۔

(الترغیب والترھیب ص۹۷ ج۲، الترغیب فی صدقۃ الفطر وبیان تأکیدھا ،کتاب الصوم)

(۴)......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے امیر تھے) انہوں نے رمضان کے آخر میں (خطبہ میں) فرمایا: اپنے روزوں کی

زکوۃ نکالو! تو لوگوں نے (تعجب سے) ایک دوسرے کو دیکھنا شروع کیا، لوگ یہ بات نہ سمجھے، اس پر انہوں نے کہا کہ: اہل مدینہ میں سے یہاں کون کون موجود ہیں؟ اٹھو! اپنے بھائیوں کو بتاؤ، یہ وہ نہیں جانتے۔

(۴)......عن الحسن قال : خطب ابن عباس فی آخر رمضان علی منبر البصرة فقال اخرجوا صدقة صومکم ، فکأنَّ الناس لم یعلموا ، فقال : من هٰهنا من اهل المدینة ؟ قوموا الی اخوانکم فعلِّموهم ، فانهم لا یعلمون ، الخ۔

(ابوداؤد، باب من روی نصف صاع من قمح ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث:۱۶۲۲)

(۵)......نبی پاک ﷺ نے صدقہ فطر کو ہر مرد، عورت، آزاد و غلام پر ایک صاع جو یا کھجور یا نصف صاع گیہوں کو فرض قرار دیا۔

(۵)......فرضها رسول الله صلی الله علیه وسلم علی کلّ ذکر وانثی حرّ و مملوک ، صاعا من شعیر او تمر أو نصف صاع من قمح ، الخ۔

(نسائی، مکیلة زکوة الفطر ،کتاب الزکوة ، رقم الحدیث:۲۵۰۷)

(۶)......آپ ﷺ نے صدقۂ فطر ایک صاع کھجور، ایک صاع جو، غلام پر، مرد پر، عورت پر، ہر چھوٹے پر، بڑے پر، فرض قرار دیا، جو مسلمان ہو، اور حکم دیا کہ نماز کی جانب نکلنے سے پہلے ان کو ادا کردیں۔

(۶)......عن ابن عمر قال : فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم : زکوة الفطر صاعا من تمر أو صاعا من شعیر علی العبد والحرّ والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین ، وأمر بها ان تؤدی قبل خروج النّاس الی الصلوة۔

(بخاری، باب فرض صدقة الفطر ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث:۱۵۰۳)

(۷)......آپ ﷺ نے ایک منادی کو اعلان کرنے کے لئے بھیجا جو مکہ کی گلیوں میں اعلان کر رہا تھا: صدقہ فطر تمام مسلمانوں پر واجب ہے، مرد، عورت، آزاد، غلام، بچوں اور بڑوں پر، دو مد اور ایک صاع اس کے علاوہ (جو، کھجور پر)۔

(۷)......انّ النبی صلی الله علیه وسلم : بعث منادیا فی فجاج مکة : ألا ان صدقة الفطر واجبة علی کل مسلم ذکر أو انثی حر أو عبد صغیر أو کبیر مدّان من قمح أو سواه صاع من طعام۔

(ترمذی، باب ماجاء فی صدقة الفطر ، کتاب الزکوة ، رقم الحدیث:۶۷۴)

(۸)......آپ ﷺ نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا چھوٹوں، بڑوں، مرد، عورت پر، اور جو ان کی کفالت میں ہو۔

(۸)......انّ النبی صلی الله علیه وسلم : فرض زکوة الفطر علی الصغیر والکبیر ، والذکر والانثی ممن تمونون۔

(دار قطنی ص ۱۲۳ ج ۲، کتاب زکوة الفطر ، رقم الحدیث:۲۰۵۸)

(۹)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر غلام کا صدقہ فطر نکالا کرتے تھے، جو ان کے پاس قریب ہو یا دور، دوسری جگہ ہوں، اور ہر اس کا نکالا کرتے تھے، جو ان کی نگرانی اور پرورش و کفالت میں ہوا کرتے تھے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(۹)......عن نافع کان عبد الله یؤدی زکوة الفطر عن کل مملوک له فی ارضه و غیر ارضه ، وعن کل انسان کان یعوله صغیر او کبیر، الخ۔

(سنن کبریٰ بیہقی ص ۲۷۴ ج ۸، باب اخراج زکوة الفطر و غیره ممن تلزمه مؤنتُه ، کتاب الزکوة رقم الحدیث:۷۷۵۶)

(۱۰)......آپ ﷺ نے فرمایا: صدقۂ فطر نہیں ہے، مگر اس پر جو مالدار ہو۔

(مسند احمد۔شمائل کبریٰ ص۶۱)

(۱۱)......آپ ﷺ نے صدقۂ فطر کا حکم دیا کہ ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو، یا دو مد یا نصف صاع گیہوں، ہر شہری اور دیہاتی، چھوٹا، بڑا، آزاد اور غلام نکالے۔

(۱۱)......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انہ امر بزکوۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر ، او مدین من قمح ، علی کل حاضر و باد ، صغیر و کبیر ، حر و عبد۔(دارقطنی ص۱۲۴ ج۲ ، کتاب زکوۃ الفطر ، رقم الحدیث:۲۰۶۸)

(۱۲)......آپ ﷺ نے فرمایا: صدقۂ فطر کی مقدار جو اور چھوہارے میں سے ایک صاع ہے اور گیہوں سے نصف صاع۔

(دارقطنی ص۱۲۹ ج۲، کتاب زکوۃ الفطر ، رقم الحدیث:۲۰۹۷)

(۱۳)......آپ ﷺ نے صدقۂ فطر کے سلسلہ میں عمر بن حزم کو لکھا کہ: نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ادا کریں۔(شمائل کبریٰ ص۶۱)

(۱۴)......آپ ﷺ نے عید کے دو دن یا ایک دن قبل خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ: صدقۂ فطر ہر آدمی کی جانب سے نصف صاع گیہوں ہے، اس کے علاوہ میں ایک صاع ہے۔ (مثلاً: جو، کھجور)۔

(۱۴)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : خطب قبل العید بیوم أو اثنین ، فقال : ان صدقۃ الفطر مُدّان من بُر عن کل انسان ، أو صاع مما سواہ من الطعام۔

(دارقطنی ص۱۲۹ ج۲، کتاب زکوۃ الفطر ، رقم الحدیث:۲۰۹۲)

(۱۵)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ صبح عید الفطر کے دن

اس وقت تک نہ نکلتے' جب تک کہ اپنے اصحاب (فقراء ومساکین) کو صبح صدقہ فطر ادا نہ فرما دیتے۔ (شمائل کبریٰ ص ۶۱)

(۱۶)......آپ ﷺ نے فرمایا: صدقۂ فطر روزہ رکھنے والوں کے لئے لغو' اور فحش باتوں سے پاکی کا ذریعہ ہے' اور مسکینوں کے لئے ایک کھانا ہے' جس نے اسے نماز سے قبل ادا کیا' یہ صدقہ مقبول ہے' اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ بھی ایک خیرات ہے۔

(۱۶)......عن ابن عباس قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر طهرة للصيام من اللغو والرفث، و طعمة للمساكين، من اداها قبل الصلوة، فهى زكوة مقبولة، ومن اداها بعد الصلوة، فهى صدقة من الصدقات۔

(ابوداؤد، باب زكوة الفطر، كتاب الزكوة، رقم الحديث: ۱۶۰۹۔ ابن ماجہ، باب صدقة الفطر، كتاب الزكوة، رقم الحديث: ۱۸۲۷)

نوٹ:...... یہ تمام روایات وآثار ''شمائل کبریٰ'' از: ص: ۶۱ تا ۶۶ سے ماخوذ ہیں۔
بعد میں جہاں بآسانی حوالے مل گئے وہ نقل کر دیئے گئے ہیں۔

....

عام فقہاء نے صدقۃ الفطر کو زکوۃ ہی کی طرح فرض قرار دیا ہے، بلکہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (المغنی ص ۳۵۱ ج ۲)

البتہ چونکہ اس کی فرضیت قرآن یا متواتر حدیث سے ثابت نہیں' اس لئے احناف اس کو واجب قرار دیتے ہیں' نہ کہ فرض۔ (بدائع الصنائع ص ۶۹ ج ۲)

غرض صدقۃ الفطر کے ضروری ہونے پر سب ہی فقہاء ومحدثین کا اتفاق ہے۔

(اسلام کا نظام عشر وزکوۃ ص ۱۶۶)

مسائل صدقۂ فطر

م:......صدقۂ فطر اس شخص پر واجب ہے جو آزاد اور مسلمان ہو‘ اور ایسے نصاب کا مالک ہو جو اس کی اصلی حاجت سے زائد ہو‘ خواہ وہ مالِ نصاب بڑھنے والا ہو‘ یا نہ ہو۔

م:......زکوۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب میں یہ فرق ہے کہ‘ زکوۃ فرض ہونے کے لئے چاندی‘ سونا‘ یا تجارت کا مال ہونا ضروری ہے۔ صدقۂ فطر کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے‘ جو حاجت اصلیہ سے زائد ہو‘ اور قرض سے بچا ہوا ہو۔

م:......پس اگر کسی شخص کے پاس روز مرہ کے استعمالی کپڑوں اور برتنوں و دیگر سامان کے علاوہ اگر حاجت اصلیہ سے زائد سامان ہو‘ اور ان سب کی قیمت نصاب زکوۃ کے برابر‘ یا زیادہ ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی، مگر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

م:......جس کو زکوۃ اور صدقہ کا پیسہ لینا درست ہے‘ اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں‘ اور جس کو صدقہ اور زکوۃ لینا درست نہیں‘ اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ (دین کی باتیں ص ۲۱۷)

م:......کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال و اسباب ہے‘ لیکن وہ قرضدار بھی ہے‘ تو قرضہ مجرا کر کے دیکھو کیا بچتا ہے، اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے‘ جتنے میں زکوۃ واجب ہوتی ہے تو صدقۂ فطر واجب ہے‘ اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

(دین کی باتیں ص ۲۱۷، از: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

م:......جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے‘ اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے۔ (درمختار ص ۷۴ ج ۲)

م:......صدقۂ فطر کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں: آزاد ہو۔ مسلمان ہو۔ صاحب نصاب ہو۔

م:......شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک نابالغ اور مجنون پر بھی واجب ہے۔اور ان کا ولی ان کے مال سے صدقۂ فطر ادا کرے۔

م:......اگر ولی نے نابالغ اور مجنون کے مال سے صدقۂ فطر ادا نہ کیا تو نابالغ کے بالغ ہونے اور مجنون کے افاقہ کے بعد اس کی ادائیگی واجب ہوگی۔

م:......صدقۂ فطر اپنی طرف سے اور نابالغ بچوں کی طرف سے واجب ہے۔

م:......نابالغ بچہ مالدار ہے تو اس کے مال سے صدقۂ فطر واجب ہے۔

م:......نابالغ مالدار بچہ کا صدقۂ فطر باپ نے اپنی طرف سے ادا کیا تو بالغ ہونے کے بعد اس پر دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں۔

نوٹ:...... یہ جزئیہ صراحت سے تو نہ ملا، مگر فقہاء کے انداز تحریر سے اس طرح سمجھ میں آتا ہے۔ دیکھئے! امداد الفتاوی ص ۸۷ ج ۲۔ فتاوی حقانیہ ص ۴۳۳ ج ۳۔ ردالمحتار میں ہے: شوہر نے اگر بیوی اور بالغ صحیح العقل اولاد کی طرف سے فطرہ ادا کیا تو استحسانا ادا ہو جائے گا۔ ''ولو ادی عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا''۔ ص ۳۱۳ ج ۳۔ کتاب الفتاوی ص ۳۵۷ ج ۳۔

م:...... بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر واجب نہیں۔

م:...... بالغ اولاد کا صدقہ فطر بھی باپ پر واجب نہیں۔

م:...... بالغ اولاد کا باپ نے اور بیوی کا شوہر نے صدقۂ فطر ان کی اجازت کے بغیر بھی ادا کر دیا تو ادا ہو جائے گا۔ فقہاء نے اس صورت میں حکماً نیت کو موجود مانا ہے۔

م:...... اپنی عیال اور اہل نفقہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے فطرہ دینا ان کی اجازت سے جائز ہے۔ اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

م:......اگرعورت نے شوہر کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر فطرہ ادا کیا تو جائز نہیں۔

م:......اپنے ماں' باپ کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔لیکن ان میں کوئی فقیر یا دیوانہ ہوتو اس کا صدقہ اس پر واجب ہوگا۔

م:......دادا' دادی' نانا' نانی' پوتے' پوتیوں' نواسے' نواسیوں کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں۔

م:......چھوٹے بھائی' بہن اور دیگر رشتہ داروں کی طرف سے صدقہ ٔفطر دینا واجب نہیں۔

م:......اگر چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اس کو خاوند کے گھر رخصت کر دیا' اور وہ خاوند کی خدمت وموانست کے لائق ہے تو اس کا صدقۂ فطر کسی پر واجب نہیں' نہ باپ پر نہ خاوند پر' اور نہ اس لڑکی پر' جبکہ لڑکی خود محتاج ہو۔

م:......اگر شوہر کی خدمت وموانست کے لائق نہیں ہے تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کے ذمہ ہے۔

م:......اگر شوہر کے گھر رخصت نہیں کی گئی' تو ہر حال میں باپ کے ذمہ ہے۔

م:......اگر لڑکی مالدار ہے' تو خواہ شادی شدہ ہو' یا غیر شادی شدہ' اور خواہ بالغ ہو یا نابالغ' خود اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے۔اور اگر مالدار نہیں،لیکن بالغ ہے تو خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ' اس کا فطرہ کسی کے ذمہ نہیں۔اور اگر مالدار نہیں،لیکن نابالغ شادی شدہ ہے اور رخصت نہیں ہوئی تو باپ کے ذمہ ہے اور اگر رخصت ہوگئی تو کسی کے ذمہ نہیں۔اور اگر شادی نہیں ہوئی اور نابالغ محتاج ہے' تو اس کا فطرہ باپ کے ذمہ ہے۔

م:......دادا کے ذمہ پوتوں کا صدقہ ٔفطر واجب نہیں' جبکہ ان کا مفلس باپ زندہ ہو،اور اگر مفلس باپ فوت ہو چکا ہو تو بھی ظاہر الروایت کے مطابق واجب نہیں۔

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت

م:......صدقۂ فطر عید الفطر کے دن صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے۔

م:......جو شخص صبح صادق سے پہلے مر جائے اس پر واجب نہیں، اور جو طلوع فجر کے بعد مرے اس پر واجب ہے۔

م:......جو بچہ طلوع فجر سے پہلے پیدا ہوا' یا کوئی کافر مسلمان ہوا' تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا' اور جو طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا' یا کوئی کافر مسلمان ہوا تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔

م:......اگر فقیر اس دن کی طلوع فجر سے پہلے مالدار ہو جائے' یا مالدار طلوع فجر کے بعد فقیر ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔اس کے برعکس اگر کوئی مالدار طلوع فجر سے پہلے فقیر ہو جائے' یا فقیر طلوع فجر کے بعد مالدار ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت

م:......عید الفطر کا دن آنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے تو جائز ہے، چاہے رمضان میں یا رمضان سے پہلے۔عمل کے لئے مناسب اور احوط یہ ہے کہ رمضان آنے کے بعد ادا کرے۔

م:......اگر عید کا دن گذر گیا' اور کسی نے صدقۂ فطر ادا نہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ اس سے ساقط نہ ہوگا، بلکہ اس پر ادا کرنا واجب رہے گا۔

م:......صدقۂ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن طلوع فجر کے بعد عید گاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کریں، اور اس سے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

صدقۂ فطر کی جنس ومقدار

م:......صدقۂ فطر چار چیزیں: گیہوں، جو، کھجور اور کشمش سے ادا کرنا واجب ہے۔

م:......فطرہ کی مقدار گیہوں میں نصف صاع اور جو اور کھجور میں ایک صاع ہے۔ کشمش میں صحیح قول کے مطابق ایک صاع دی جائے۔

م:......گیہوں اور جو کے آٹے اور ستوؤں کا وہی حکم ہے جو خود ان کا ہے۔

م:......گیہوں میں جو وغیرہ ملے ہوئے ہوں تو غلبہ کا اعتبار ہوگا، اگر گیہوں غالب ہو تو نصف صاع دیا جائے گا۔

م:......مذکورہ چار منصوص چیزوں کے علاوہ کسی دوسری جنس سے صدقہ فطر ادا کیا جائے، مثلاً: چاول، مکئی، جوار، باجرہ وغیرہ دیا جائے تو اشیاء منصوصہ مذکورہ میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کے برابر ہونا چاہئے، مثلاً: اگر چاول دے تو جس قدر قیمت میں نصف صاع گیہوں آتے ہوں یا ایک صاع جو آتے ہوں، اتنی قیمت کے چاول وغیرہ دے سکتا ہے۔

م:......اگر وہاں گندم و جو و کھجور اور کشمش نہ ہوں تو قریبی جگہ کی قیمت معتبر ہوگی۔

م:......گیہوں یا جو کی روٹی صدقۂ فطر میں وزن سے دینا جائز نہیں، بلکہ قیمت کے اعتبار سے دے گا تو جائز ہوگا، یہی صحیح ہے۔

م:......چار منصوص اشیاء میں سے کسی ایک کی قمت ادا کرے تو بھی جائز ہے، بلکہ عین اسی چیز کے دینے سے اس کی قیمت کا دینا افضل ہے، اسی پر فتوی ہے۔

م:......اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے، اور اگر خدانخواستہ زمانہ گرانی کا ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔ (مراقی الفلاح۔ علم الفقہ ص ۱۵۱ حصہ چہارم)

م:......ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے، یہی

مفتی بہ ہے۔بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً گیہوں' دو سیر اور جو' چار سیر دے دیئے جائیں۔

صدقۂ فطر کے مصارف

م:......صدقۂ فطر کے مصارف عامل کے سوا وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں۔

م:......ذمی کافر کو صدقۂ فطر دینے میں اختلاف ہے۔صحیح یہ ہے کہ جائز و مکروہ ہے' اور مسلمان فقیر کو دینا اولی ہے۔

تنبیہ:......امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صدقۂ فطر وغیرہ ذمی کو دینا جائز ہے۔امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مشہور قول بھی یہی ہے،مگر ان سے ایک روایت یہ ہے کہ صدقات واجبہ' کافر کو دینا صحیح نہیں۔حاوی قدسی نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی اس روایت کو لیا ہے،مگر ہدایہ اور فقہ کے تمام متون نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ ہی کے قول کو لیا ہے۔

جن حضرات نے عدم جواز کا فتوی دیا' انہوں نے غالباً حاوی قدسی کے قول پر اعتماد کیا ہے۔بہشتی زیور کے متن میں بھی اسی کو لیا گیا ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کا فتوی جواز کا ہے۔اور حاوی قدسی کے علاوہ تمام اکابر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔بہشتی زیور کے حاشیہ میں بھی اسی کو نقل کیا ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۱۶ ج ۳)

م:......جو لوگ صاحب نصاب نہیں' ان کو صدقہ فطر دینا درست ہے۔

م:......صدقۂ فطر کا کسی محتاج فقیر کو مالک بنا دینا ضروری ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۱۶ ج ۳)

م:......ایک شخص کا صدقۂ فطر متعدد شخصوں کو دینا جائز ہے۔

م:......متعدد شخصوں کا فطرہ کسی ایک مسکین کو دینا بھی جائز ہے۔

م:......صدقۂ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحر کے لئے لوگوں کو اٹھاتا ہو' جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اس کی اجرت میں نہ قرار دے، بلکہ پہلے کچھ اور اس کو دیدے' اس کے بعد صدقۂ فطر کا مال دے۔ (علم الفقہ ص ۱۵۱ حصہ چہارم)

کن کو صدقۂ فطر نہیں دے سکتے

جن لوگوں کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی' انہیں صدقۂ فطر نہیں دیا جا سکتا۔ وہ یہ ہیں:

''اصول'': ماں' باپ، دادا' دادی، نانا' نانی، وغیرہ۔ ''فروع'': بیٹا' بیٹی، پوتا' پوتی، نواسہ' نواسی وغیرہ۔ زوجین: میاں' بیوی' ان رشتہ داروں کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی۔ سادات' نیز صاحب نصاب کو بھی زکوۃ (صدقۂ فطر) نہ دیا جائے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۱۰۹ ج ۱۷)

میاں' بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ (وصدقۂ فطر) نہیں دے سکتے، طلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہیں گذر جاتی صدقۂ فطر دینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ص ۲۶۹ ج ۴)

م:...... جب کوئی ایسا شخص جس کے ذمہ زکوۃ' صدقۂ فطر' یا کفارہ' صدقۂ نذر ہو' بلا وصیت کئے فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ سے ادا نہیں کیا جائے گا، لیکن اس نے وصیت کی ہو تو ترکہ میں ادا کیا جائے گا' اور وہ وصیت اس کے تہائی مال میں جاری ہوگی' خواہ پوری زکوۃ و فطرہ وغیرہ کو کفایت کرے یا نہ کرے، لیکن اس کے وارث (بشرطیکہ سب بالغ ہوں) تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں' تو جس قدر وہ خوشی سے دیدیں لے لیا جائے گا۔ اگر وصیت نہیں کی اور اس کے وارث اس کی طرف سے ادا کر دیں تو جائز ہے اور اگر وہ ادا نہ کریں یا اس میں کوئی اپنے حصہ میں سے نہ دے تو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

م:......صدقۂ فطر وصول کرنے کے لئے کسی عامل کو مقرر کر کے قبائل میں نہ بھیجا جائے،

کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، لیکن کسی شخص کو اس طرح مقرر کر دینا کہ لوگ خود آ کر اس کو دے جایا کریں، تو یہ جائز ہے۔

(البدائع الصنائع ص۷۵ ج۲، باب صدقة الفطر ،فی آخر الزکوة)

نوٹ: جہاں حوالہ نہیں، وہ تمام مسائل ''زبدة الفقه خلاصه عمدة الفقه'' سے ماخوذ ہیں۔

متفرق مسائل

م:......اگر کسی کا پورا مال ضائع ہو جائے تو زکوۃ واجب نہیں رہتی، مگر صدقۂ فطر واجب رہتا ہے۔ (بدائع الصنائع ص۷۵ ج۲۔ اسلام کا نظام عشر و زکوۃ ص۱۷۲)

م:......شوہر نے عورت کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا، اس نے شوہر کے فطرہ کے گیہوں اپنے فطرہ کے گیہوں میں ملا کر فقیر کو دیدیئے اور شوہر نے ملانے کا حکم نہ دیا تھا، تو عورت کا فطرہ ادا ہو گیا، شوہر کا نہیں، مگر جب کہ ملا دینے پر عرف جاری ہو تو شوہر کا بھی ادا ہو جائے گا۔ (درمختار، ردالمحتار۔ بہار شریعت ص۷۳ حصہ پنجم)

م:......عورت نے شوہر کو اپنا فطرہ ادا کرنے کا اذن دیا، اس نے عورت کے گیہوں میں ملا کر سب کی نیت سے فقیر کو دیدیئے، جائز ہے۔ (عالمگیری۔ بہار شریعت ص۷۳ حصہ پنجم)

م:......صدقۂ فطر کو دوسری جگہ منتقل کرنا کراہت سے خالی نہیں، البتہ ایک شہر کے لوگ زیادہ حاجت مند نہ ہوں تو پھر دوسرے شہر میں منتقل کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔

(عالمگیری ص۱۹۰ ج۱، باب المصارف)

م:......آدمی جہاں بھی ہو صدقہ فطر وہاں کی کرنسی کے حساب سے ادا کیا جائے گا، اگر انگلینڈ میں رہتا ہو تو وہ پاؤنڈ کے حساب سے صدقۂ فطر ادا کرے گا، اور اگر ہندو پاک میں ہو تو وہاں کے روپیہ کے حساب سے۔ (فتاوی حقانیہ ص۴۵ ج۴)

م:......بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوۃ فرض نہیں' اس پر صدقۂ فطر بھی واجب نہیں، حالانکہ بہت سے لوگوں پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی ،مگر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔(نوادر الفقہ ص۲۷ ج۲)

م:......گھروں میں جو خادم ہوتے ہیں ان کی طرف سے صدقۂ فطر واجب نہیں۔

(شمائل کبری ص۸۲ ج۹)

مؤکل کی مرسلہ رقم موصول ہونے سے قبل وکیل کا اپنی رقم سے صدقہ ادا کرنا

س:......لندن سے ایک شخص نے ہندوستان اپنے بھائی پر صدقہ کی رقم ارسال کی' اور خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ وہ رقم غرباء میں تقسیم کر دینا ،مگر اس کے بھائی نے رقم موصول ہونے سے قبل ہی اپنے پاس سے صدقہ کر دیا تو صحیح ہوا یا نہیں؟

ج:......صدقہ کی رقم موصول ہونے سے پہلے اپنی رقم میں سے بھائی صدقہ کر دے اور آنے والی رقم خود رکھ لے تو اس کی گنجائش ہے۔(فتاوی رحیمیہ ص۲۴۵ ج۸)

صدقۂ فطر کی ادائیگی میں دوسرے شہر کے بھاؤ کا اعتبار نہیں

س:...... جہاں گیہوں نہ ملے اور آٹا نہایت گراں قیمت ہو' تو اگر دوسرا کسی اور شہر کے گیہوں کے بھاؤ سے صدقۂ فطر ادا کرے تو جائز ہے یا نہ؟

ج:......دوسرے شہر کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا، اگر گیہوں نہ ملے تو ایک صاع جو کی قیمت ادا کردے۔ اور اگر کچھ نہ ملے تو تجار سے پوچھے کہ اگر یہاں گیہوں اس وقت ہوتا تو اس کا کیا بھاؤ ہوتا، اس کے حساب سے قیمت ادا کرے۔(امداد الاحکام ص۳۹ ج۲)

صدقۂ فطر وصول کرنے کی غرض سے کمیٹیاں قائم کرنا

س:...... بعض لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ جابجا کمیٹیاں قائم کر کے صدقۃ الفطر وصول کریں' اوراس کی تقسیم کا انتظام کمیٹیاں کریں۔ آیا یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... آجکل کمیٹیوں کی جو حالت ہے' اس سے یہ امید نہیں کہ صدقۃ الفطر کو صحیح طور پر مصارف میں صرف کیا جائے گا۔ نیز یہ بھی اندیشہ ہے کہ کمیٹی والے مسلمانوں سے صدقۃ الفطر جبراً وصول کریں گے، حالانکہ اس میں جبر کا کسی کو حق نہیں، اس لئے یہ صورت درست نہیں، ہر شخص جہاں چاہے اور جس کو چاہے' اپنا صدقہ دے، یہی بہتر ہے۔

(امداد الاحکام ص ۳۹ ج ۲)

صدقۃ الفطر وغیرہ کے لے بیت المال

س:...... ہماری بستی میں الحمد للہ بیت المال قائم ہے۔ ہم ہر سال صدقۂ فطر' گھر گھر سے وصول کر لیتے ہیں' اور عید کے بعد مجلس منتظمہ یہ طے کرتی ہے کہ بستی کے کن کن مستحقین کو کتنا روپیہ' ماہانہ' یکمشت دے دیا جائے۔ اس قسم کے نظم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا صدقۂ فطر یوم عید سے پہلے بھی جمع کیا جا سکتا ہے؟ کیا جمع شدہ صدقۂ فطر نیز زکوۃ وغیرہ سال کے اندر یا بروقت ہی تقسیم کیا جانا ضروری ہے؟

ج:...... صدقۃ الفطر کا ایسا انتظام کرنا کہ سبھی ادا کریں' کوئی باقی نہ رہ جائے' اور صحیح مصرف میں خرچ کیا جائے' بہت مناسب ہے، مگر اس میں جبر کی صورت اختیار نہ کی جائے کہ ہر شخص صدقۂ فطر لازمی طور پر بیت المال ہی کو دے' اور بیت المال کے لوگ اس پر جا کر مسلط ہو جائیں، کیونکہ یہ بیت المال شرعی بیت المال نہیں' بلکہ نام کا بیت المال ہے، اس لئے اموال ظاہرہ کی زکوۃ بھی جبراً وصول کرنے کا حق نہیں، چہ جائیکہ صدقۃ الفطر' پھر اس کا

وجوب عید الفطر کی صبح صادق پر ہوتا ہے، حتی کہ شب عید میں اگر کوئی مر جائے تو صدقۂ فطر واجب نہیں، اگر کسی سے پیشگی وصول کرلیا گیا ہو اور مستحق کو دینے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے ورثہ کی طرف سے اس کی واپسی لازم ہوگی۔ نیز صدقۂ فطر میں مستحب یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کردیا جائے، اس کو وصول کر کے محبوس کرلینا کہ یہ سال بھر تک کسی وقت ادا کردیا جائے گا' اس کے خلاف ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۹۶ ج ۱۳)

حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی میں صدقہ فطر سے تعاون کرنا

س:......اگر کسی قیدی پر حکومت کے جرمانہ کی ادائیگی لازم ہو تو اس کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......صدقۂ فطر اور زکوۃ کا مصرف ایک ہے، لہذا مذکورہ شخص کے ذمہ جب حکومت کا جرمانہ واجب الاداء ہو تو مدیون ہونے کی وجہ سے اس کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔

(فتاوی حقانیہ ص ۳۵ ج ۴)

صدقۂ فطر کا حیلہ

س:......ہمارے یہاں لوگوں کا کہنا ہے کہ صدقۂ فطر مستطیع وغیر مستطیع ہر ایک پر واجب ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہتے ہیں کہ صدقۂ فطر ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو شوہر اپنی بیوی کو دے پھر وہ شوہر کو واپس کردے۔ کیا اس طرح حیلہ کرنے سے صدقۂ فطر ادا ہوجائے گا؟

ج:......صدقۂ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے، جس کے پاس اس دن بقدر نصاب مال نہ ہو اس پر واجب نہیں، لہذا حیلہ کی ضرورت نہیں۔ جن پر صدقۂ فطر واجب نہیں' وہ تسلی قلب کے لئے سوال میں ذکر کردہ طریقہ کے مطابق حیلہ کریں تو گنجائش ہے۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۲۴۷ ج ۸)

ہدایۃ البرایا فی احکام الضحایا

اس رسالہ میں قربانی کے احکام اور مسائل کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا قاضی رحمت اللہ صاحب لاجپوری، راندیری

ترتیب وحواشی واضافہ اور رسالہ

”احادیث النّبویّۃ فی ایّام الاضحیّۃ“

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

عرض مرغوب

اللہ تعالی کی توفیق سے دل میں یہ بات آئی ہمارے اکابر کے رسائل وکتابیں جونایاب ہورہی ہیں' کی جدید طرز سے اعلی پیمانہ پر اشاعت کی جانی چاہئے ،تو اللہ تعالی کے بھروسہ پر اس کام کی ابتدا کی ،الحمد للہ حضرت مولانا احمد میاں صوفی صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے چھ(۶) رسائل ''الرسائل الغالية في العلوم العالية '' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔اللہ تعالی محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر حضرت مؤلف رحمہ اللہ و راقم الحروف و جملہ معاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

اب محدث راندیر حضرت مولانا قاضی سید رحمت اللہ صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے رسائلِ مفیدہ پر کام ہو رہا ہے، یہ رسالہ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔اس رسالہ میں قربانی کے مسائل ہیں، راقم نے اس پر مفید حواشی لکھے،اور آخر میں چند کام کے فتاوی کا اضافہ کیا، اور ایک رسالہ '' قربانی کے تین دن یا چار''؟ کو بھی شامل کیا جارہا ہے، امید کہ یہ رسالہ اور فتاوی ناظرین کے لئے مفید اور نافع ہوں گے۔اللہ تعالی اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں قبول فرمائیں،اور جملہ کاموں میں اخلاص اور للّٰہیت نصیب فرمائے، ناظرین سے بھی کام کی قبولیت کی دعا کا خواسگار ہوں۔رسالہ کی زبان قدیم ہے، شروع میں خیال تھا کہ اسے نئی زبان اور حال کی اردو میں منتقل کردوں، مگر پھر اسی کو باقی رکھنے کا داعیہ پیدا ہوا اور کچھ احباب کا مشورہ بھی یہی تھا کہ اصل زبان ہی کو باقی رکھا جائے۔

آخر میں قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ حضرت کے رسائل کے بعد اور اکابر کی تصنیفات کی طرف توجہ ہوگی، اس کارخیر کی ترتیب وطباعت کے جملہ مراحل کی آسانی اور قبولیت کے لئے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی ہمارے اسلاف کی وہ نایاب تصنیفات جو گوشۂ گمنامی میں پڑی ہیں' کو منظر عام پر لانے کی توفیق ارزانی مرحمت فرمائے، آمین۔

غرض تحریر

از: مؤلف رسالہ، رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الغفور الرحیم ، والصلٰوۃ والسلام علی رسولہ الکریم ، وعلی الہ وصحبہ اجمعین ، وعلی الائمۃ المجتھدین الی یوم الدین ، اما بعد ،

بعد حمد وصلوٰۃ کے ناظرین پر تمکین [1] کو معلوم ہو کہ میرے اخص الخاص خیر خواہوں کی مجھ سے خواہش ہوئی کہ چند مسائل قربانی اور اس کے متعلق احکام اور مسائل اردو میں عام فہم لکھوں تا کہ اس سے پھر گجراتی میں ترجمہ کروا کے حنفی مذہب کے مسلمان عوام غیر اردو خواں کو مفید ہو۔ اور اگر بعینہ اردو میں یہ رسالہ رہا تو اس کو بھی طبع کرا کے ہمارے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں للہ فی اللہ پیش کیا جاوے۔ بنا بر اس کے احقر عبداللہ خادم الطلبہ قاضی رحمت اللہ نے اس رسالہ کو اردو میں عام فہم لکھنا اور نقل کرنا کتب فقیہ معتبرہ سے اختیار کیا ہے۔[2] خدائے پاک اس کے تمام کروانے میں اعانت اور مدد فرما کے مقبول خلائق فرماوے، آمین یا رب العالمین۔ احقر العباد

قاضی رحمت اللہ عفی عنہ

---

[1]...... تمکین: مرتبہ، رتبہ، عزت، وقار۔ (فیروز) یعنی عزت و وقار والے ناظرین۔

[2]...... رسالہ کا نام ہے "ھدایۃ البرایا فی احکام الضحایا "بَرَایَا :بَرِیَّۃ ' کی جمع ہے، معنی ہے: پیدا کئے ہوئے، مخلوق، عالم۔ اب رسالہ کے نام کا معنی ہوا: (یہ) قربانی کے مسائل مخلوق کی خدمت میں ہدیہ (ہیں)۔

اضحیہ کا لغوی معنی اور اس کی وجہ تسمیہ

جان تو کہ یہ رسالہ اضحیہ کا ہے، یعنی قربانی کے مسائل میں۔ اور اضحیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحیٰ میں ذبح کیا جائے۔ [۱] قبیل سے نام رکھنے شے کے اس کے وقت کے نام کے ساتھ۔ [۲]

اور جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اس کو اضحیہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحیٰ یعنی دن چڑھے اس کو ذبح کرتے ہیں، اسی طرح ''درر'' میں ہے۔ تو اس کا نام ماخوذ ہوا اس کے وقت کے نام سے، اسی طرح ''حلبی'' میں ہے۔

تقربات مالیہ دو قسم کے ہیں

''طحطاوی'' میں ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے: تقربات مالیہ دو قسم کے ہیں: ایک قسم تملیک ہے یعنی مالک بنانا ہے، چنانچہ صدقہ۔ اور دوسری قسم اتلاف ہے، یعنی مال کا تلف کرنا ہے، چنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوئے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے، پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے۔

دس درہم کی قربانی کرنا ہزار درہم صدقہ سے بہتر ہے

اور واقعات سے ''درمختار'' اور اس کے حواشی میں منقول ہے کہ: قربانی کا خرید کرنا دس درم [۳] سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے، اس واسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل

---

[۱]...... اضحیہ اس جانور کو کہتے ہیں: جو قربانی کے دنوں میں تقرب الی اللہ کے لئے ذبح کیا جائے۔
(التعلیق: ۲/۱۶۷۔ بذل: ۹/۵۶۶۔ مرقاۃ: ۲/۲۵۹۔ الرفیق الفصیح ص۳۵۵ج۹)

[۲]...... یعنی یہ اس طرح کی چیزوں سے متعلق ہے جن کا نام وقت کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔

[۳]...... درہم: ایک درہم کا وزن ایک مثقال سے تھوڑا سا کم ہے۔ دس درہم ملائیں تو سات مثقال ہوتا

ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی۔

شرع میں اضحیہ کی تعریف

اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہے حیوانِ مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت کی نیت سے وقت مخصوص میں۔ اور مراد حیوان مخصوص سے گائے، بیل، بھیڑ، بکری، اونٹ ہے۔ اور مراد وقت مخصوص سے ایام نحر ہے۔

وجوب قربانی کی شرائط

اور شرائط قربانی کی: اسلام اور مقیم ہونا، اور اس قدر تونگری اور مالداری جس قدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہے، چنانچہ کتب فقہ میں اس کی تصریح تام ہے۔[۱]

اسلام اور اقامت ایام نحر کے آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر میں کافر تھا اور آخر میں مسلمان ہوا یا اول نحر میں مسافر تھا اور آخر میں مقیم ہوگیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

اور ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے: ظاہر الروایۃ میں تونگر اور مالدار وہ ہے جس کے پاس

ہے، اس کو وزن سبعہ کہتے ہیں۔ ایک درہم کا وزن ۲۵.۲۰ / رتی ہوتا ہے، یا ۳.۱۵ / ماشہ، یا ۰.۲۶ تولہ، یا ۳.۰۶۱ گرام ہوتا ہے۔ (الشرح الثمیری ص ۳۲۸ تا ۳۳۶ / ج ۱، کتاب الزکوۃ۔ مرغوب الفتاوی ص ۲۸۶ ج ۳)

[۱]...... قربانی واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں: مسلمان ہو، مالدار ہو، مقیم ہو، عاقل ہو، بالغ ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''قربانی ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے، جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو، یہ مال خواہ سونا، چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ۔ (شامی)

قربانی کے معاملہ میں اس پر سال گذرنا بھی شرط نہیں۔ (جواہر الفقہ ص ۲۷۰ / وص ۳۲۳ / ج ۶)

دوسو درم یعنی ستاون روپے یا سات تولہ سونا ہو' مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اس قدر مالیت کی، چنانچہ رہنے کے سوا اور گھر باغ یا چار پائے جانور یا غلام یا گھوڑے یا تجارت کے اسباب وغیرہ ہو ستاون روپے کا تو اس پر قربانی واجب ہے۔[۱]

اور اگر قرآن شریف ہو اس قدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن پڑھتا ہو یعنی پڑھ سکتا ہو تو اس پر قربانی نہیں ہے، خواہ بالفعل اس میں پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو۔ اور اگر قادر نہ ہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے۔

اور کتابوں سے آدمی غنی نہیں ٹھہرتا، مگر اس وقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہوں۔ اور کتب احادیث اور تفسیر سے غنی نہیں ہوتا، اگر چہ دو دو نسخے ہوں۔ اور کتب طب اور نجوم اور ادب سے غنی ہوتا ہے، جب ان کی قیمت بقدر نصاب کے ہو، کذا فی الطحطاوی۔

اور قربانی واجب ہونے کی شرط مرد کا ہونا نہیں ہے' تو قربانی واجب ہے عورتوں پر بھی۔

قربانی کا سبب ورکن

مسئلہ:......قربانی کا سبب وقت ہے اور وقت سے مراد نحر کا دن ہے ابتدائے یوم نحر سے۔

مسئلہ:......قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اس جانور کا جس کا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایوں کے نہ سوائے اس کے۔

مسئلہ:......مکروہ ہے ذبح کرنا مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اس واسطے کہ یہ مشابہت مجوسیوں کے ساتھ ہے۔ (درمختار)

---

[۱]...... یہ اس وقت کے حساب سے تھا۔ قربانی کے وجوب کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے۔ ساڑھے باون تولہ چاندی کے ۶۱۲،۳۶ ر گرام بنتے ہیں۔

(الشرح الثمیری ص ۳۲۸ تا ۳۳۶ ر ج ۱، کتاب الزکوۃ۔ مرغوب الفتاوی ص ۲۸۷ ج ۳)

مسئلہ:......واجب ہے قربانی کرنا چوپایوں کا کہ جن کے جواز کا حکم ہے اور یہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے۔

مسئلہ:......اگر کوئی زندہ قربانی کو صدقہ کر دے تو واجب ادا نہ ہوگا۔

قربانی سنت ہے یا واجب؟ اور سنت و وجوب کی دلیل

اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہے۔ اور ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت یہ ہے کہ سنت ہے۔ اور طرفین سے روایت یہ ہے کہ فرض ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ واجب ہے، چنانچہ ''مضمرات'' میں ہے۔ لیکن قربانی کا وجوب کفارۂ یمین اور صدقۂ فطر سے کمتر ہے۔

سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور جو تم میں سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال اور ناخن روک رکھے، یعنی نہ کاٹے اور مشروط کرنا بالارادہ منافی وجوب کا ہے۔ [1]

اور واجب ہونے کی یہ حدیث دلیل ہے کہ:

((مَنْ وَجَدَسَعَةً وَلَمْ يُضحِ فَلاَ يقربَنَّ مُصلاَّنَا)) [2]

یعنی جو کشائش پاوے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ جاوے۔

اور اس طرح کی وعید نہ ہوتی، مگر ترک واجب میں۔ [3]

---

[1]......من رای هلال ذی الحِجّة واراد ان يضحىَ فلا يأخذ من شعره ولا من اظفاره)) رواه مسلم۔ (مشکوۃ شریف، باب الاضحية، الفصل الاول)

[2]......درج ذیل کتابوں میں تھوڑے سے فرق سے یہ حدیث مذکور ہے۔

(ابن ماجہ ص ۲۲۶۔ کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۲۲۶۱۔ مستدرک حاکم ص ۲۵۸ ج ۴)

[3]......وجوب کے کئی دلائل ہیں:

(۱)......''وانحر'' کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قربانی کی' کی گئی ہے۔ اس لفظ میں قربانی کا امر

اور حدیث اول میں ارادہ سہو کی ضد ہے یعنی عمداً نہ تخییراً تو ارادہ ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہیں کرتا، چنانچہ اس حدیث میں کہ: ((مَنْ اَرَادَ اَنْ یَحُجَّ فَلْیَسْتَعْجِلْ)) [۱] یعنی

ہے، اور امر کا اصل مقتضی تو فرض ہونا چاہئے مگر ''نحر'' کی تفسیر میں اختلاف سلف کی وجہ سے ظنیت آ گئی، اس لئے اس سے صرف وجوب ہی ثابت ہوگا۔

(۲)......حدیث مذکور جس میں عیدگاہ میں آنے کی ممانعت کردی گئی ہے۔

(۳)......آپ ﷺ کا مدینہ منورہ میں دس سالہ قیام میں قربانی پر مواظبت فرمانا۔ اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو آپ ﷺ زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ بیان جواز کے لئے چھوڑ دیتے۔ (مشکوۃ، فصل ثالث)

(۴)......آپ ﷺ کے زمانہ میں بعض حضرات نے نماز عید سے پہلے قربانی کرلی تو آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ قربانی کا حکم دیا، اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو آپ ﷺ دوبارہ قربانی کا حکم نہ دیتے۔

(مسلم شریف، باب وقتها ، کتاب الاضاحی)

ابن حزم نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا کہ آپ ﷺ نے اعادۂ قربانی کا حکم اس کے وجوب کی وجہ سے نہیں دیا، بلکہ اس وجہ سے دیا کہ نفل عبادت بھی شروع کرنے سے واجب ہوجاتی ہے۔ ''اعلاء السنن'' میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ: عبادت شروع کرنے سے تب واجب ہوتی ہے جبکہ اس کو اس کے وقت مشروع میں شروع کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص یوم نحر کا روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کی قضا واجب نہیں ہوگی، یہاں بھی ایسے ہی ہے، اس لئے کہ شہر میں رہنے والے کے لئے نماز عید سے پہلے قربانی کا وقت مشروع نہیں ہوتا۔ نیز یہ بات بھی نص حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو دوبارہ قربانی کا حکم دیا ہے وہ قبل الصلوۃ ذبح کی وجہ سے۔ شارع فی الاضحیہ نہیں بنے تھے۔ (الرفیق الفصیح ص ۳۵۹ ج ۹)

[۱]......مشکوۃ شریف، کتاب المناسک ،الفصل الثانی۔

ارادہ کا تعلق سنت اور وجوب دونوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، جیسے کہ فرمان نبوی ہے: ((من اراد الجمعة فليغتسل)) ایسا نہیں کہ جمعہ جس کا جی چاہے پڑھے، اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے، بلکہ جمعہ تو فرض ہے، لیکن ارادہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اور لفظ ''ارادہ'' استعمال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ: بعض اوقات آدمی پر قربانی واجب نہیں ہوتی، لیکن وہ قربانی کا ارادہ کرلیتا ہے، ان افراد کو بھی اگلے حکم کے تحت داخل کرکے آنحضرت ﷺ نے

جو حج کا ارادہ کرے وہ شتابی کرے۔[1]

قربانی کا منکر کافر نہیں

جب قربانی واجب عملی ہوئی نہ واجب اعتقادی تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا۔ اسی طرح ’’طحطاوی‘‘ میں ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے

مسئلہ: ......قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہو شہر یا گاؤں یا جنگل میں اسی طرح ’’عینی‘‘ میں ہے۔

مسئلہ: ......قربانی واجب نہیں حاجی مسافر پر۔[2] اور مکہ والوں پر قربانی لازم ہے اگر چہ وہ حج

’’ارادہ‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا، اس لفظ کے استعمال کرنے سے صاحب حیثیت لوگوں پر قربانی کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی۔

(مرقاۃ ص ٢٦٢ ج ٢۔ بذل ص ٥٢٩/٥٣١ ج ٩۔ التعلیق ص ١٦٨ ج ٢۔ الرفیق الفصیح ص ٣٧٣ ج ٩)

[1] ......شتابی: (شِ تابی) جلدی، تیزی۔ (فیروز اللغات)

[2] ......یہ جب ہے کہ حاجی مسافر ہو ’’ولا تجب الاضحية على الحاج ، واراد بالحاج المسافر‘‘

(بدائع الصنائع: ١٩٥/٤)

جو شخص ایسے وقت مکہ مکرمہ پہنچا کہ اب ایام حج شروع ہونے میں پندرہ دن سے کم کا عرصہ باقی ہے، یعنی ٨/ ذی الحجہ سے ١٤/ دنوں پہلے یا اس سے کم دن باقی تھے کہ مکہ آیا تو اب وہ مسافر ہے، اس لئے بالاتفاق اس پر بقرعید والی قربانی واجب نہیں، کیونکہ یہ مسافر ہے اور قربانی مسافر واجب نہیں ہوتی۔

جو حاجی ٨/ ذی الحجہ سے پندرہ دن پہلے مکہ مکرمہ پہونچ جائے وہ مقیم ہے، ایسے شخص پر کیا بقرعید کی قربانی واجب رہے گی؟ اس سلسلہ میں فقہاء حنفیہ سے دونوں طرح کی باتیں منقول ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ: حاجی پر مطلقا عید والی قربانی واجب نہیں: ’’ولا تجب .... وعلى المسافرين ولا على الحاج اذا كان محرما وان كان اهل مكة‘‘ (الفتاوى الهندية: ٢٩٣/٥)

کررہے ہوں۔

نابالغ پر قربانی

مسئلہ:...... باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کی طرف سے صغیر کے مال میں سے، اسی قول کو ''ہدایہ'' میں صحیح کہا ہے۔ ل

اور بعض فقہاء کے نزدیک جو حاجی مقیم ہو تو اقامت کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہے۔ یہ دوسری رائے زیادہ احتیاط پر مبنی ہے، اس لئے اسی پر عمل ہونا چاہئے، چنانچہ ''شامی'' کی ''کتاب الحج'' میں ہے ''والتضحية انما تجب بالشراء بنيتها أو الاقامة ولم يوجد واحد منهما'' (رد المحتار: ۵۶۵/۳)

علامہ شامی نے قربانی کے بیان (كتاب الاضحية) میں اس پر روشنی ڈالی ہے، پس جو لوگ مکہ میں ایام حج سے پندرہ دن پہلے پہونچ گئے ہوں ان پر حج کی قربانی کے علاوہ بقرعید کی قربانی بھی واجب ہوگی۔

البتہ حج کی قربانی تو حدود حرم ہی میں دی جاسکتی ہے، لیکن بقرعید کی قربانی کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں، اپنے وطن میں بھی قربانی دے سکتا ہے۔ (کتاب الفتاوی ص ۱۵۳/۴)

ل...... یہ روایت امام صاحب سے حضرت حسن نے نقل کی ہے، جو کہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے، ظاہر الروایۃ میں اولاد صغیر کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔ ''وتجب عن نفسه لانه اصل في الوجوب عليه ما بيناه وعن ولده الصغير لانه في معنى نفسه فيلحق به كما في صدقة الفطر وهذه رواية الحسن عن ابي حنيفة وروى عنه انه لا يجب عن ولده وهو ظاهر الرواية''۔

(ہدایہ ص ۴۴۴ ج ۴، کتاب الاضحیة، مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند۔ شامی، زکریا ص ۴۵۷ ج ۹، کتاب الاضحیة۔ مجمع الانہر ص ۱۶۷ ج ۴، کتاب الاضحیة، مطبوعہ دار الکتب العلمیة، بیروت۔ فتاوی محمودیہ ص ۲۴۲ ج ۲۶۔ مکتبہ محمودیہ، میرٹھ)

قربانی ایک عبادت ہے، اور شریعت عبادتیں بالغوں پر واجب قرار دیتی ہے، نہ کہ نابالغوں پر، اسی لئے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ بچہ پر واجب نہیں، یہی حکم قربانی کا بھی ہے کہ قول صحیح کے مطابق نابالغ پر قربانی واجب نہیں ہوگی، البتہ اگر ولی ایسے نابالغ بچوں کی طرف سے اپنے مال میں سے قربانی کردے تو بہتر اور قرین احتیاط ہے، چنانچہ مشہور فقیہ قاضی فخر الدین اوزجندی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

کس جانور کی قربانی جائز ہے

مسئلہ:...... جو جانور قربانی کیا جاوے وہ دنبہ' بھیڑ' بکرا' بکری ہے، یا ساتواں حصہ اونٹ یا گائے یا بھینس' پاڑا ہو۔

مسئلہ:...... اگر ایک شخص کا حصہ شتر [۱] اور گائے سے ساتویں حصہ سے کمتر ہو تو کسی کی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی، یعنی شتر اور گائے کی قربانی سات شخصوں کی طرف سے جائز ہے، بشرطیکہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ:...... قربانی کے واسطے صحیح ہے جذع یعنی چھ مہینے کا پٹھا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قد آور ہو کہ اگر سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں ملایا جاوے تو اس کی تمیز دور سے ممکن نہ ہو۔ کتب فقہ میں لفظ ضان چھ مہینے کا لکھا گیا ہے مگر مراد ضان سے وہ ہے جس کے الیہ ہو یعنی چکتی ہو۔[۲] اسی طرح صدر الشریعہ اور درر میں ہے۔ اور یہ دنبہ اگر صغیر الجثہ ہو تو چھ ماہ کے دنبہ کی قربانی جائز نہیں ہے جب تک ایک سال پورا نہ ہو، اور دوسرا سال شروع نہ ہوا ہو۔

''وفی الکافی الاصح انه لا یجب ذلک .... ولیس للأب ان یفعله من مال الصغیر''۔
(فتاوی قاضی خان ۳/۳۴۶۔ نیز دیکھئے! البحر الرائق ۸/۱۷۴۔ الفتاوی الھندیۃ ۵/۲۹۳۔ کتاب الفتاوی ص ۱۳۲ ج ۴)
مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدظلہم نے ''کتاب الفتاوی'' میں تو یہی لکھا کہ نابالغ پر قربانی واجب نہیں ہے، مگر قاموس الفقہ'' میں اس کے خلاف تحریر فرما گئے، چنانچہ قربانی واجب ہونے کی شرطوں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''بالغ اور عاقل ہونا ضروری نہیں، چنانچہ نابالغ نصاب زکوۃ کا مالک ہو تو اس کے مال کا نگراں (وصی) یا اس کا ولی اس میں سے قربانی کرے گا''۔ (قاموس الفقہ ص ۱۵۵ ج ۲)

[۱]...... شتر: (شُ تُر) اونٹ۔ (فیروز اللغات)

[۲]...... اَلْیَۃ: دم۔ سرین۔ (بیان اللسان، عربی اردو ڈکشنری) چکتی: دنبے کی چوڑی دم۔ (فیروز اللغات)

مسئلہ: ......ثنی [۱] اور اس سے زیادہ صحیح ہے تینوں قسموں سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے۔ اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے، اور گائے بیل اور بھینس سے دو سال کا ہوتا، اور بھیڑ بکری سے سال بھر کا ہوتا ہے۔ اندازہ اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت، تو اگر ان سے کم عمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہ ہوگا، اور اگر ان سے زیادہ عمر کا ذبح ہوگا تو جائز ہے، بلکہ افضل ہے، اسی طرح ''عالمگیری'' میں ہے۔

مسئلہ: ......جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی سے، وہ اپنی ماں کا تابع ہے ایسا کہا ہے ''در المختار'' میں، یعنی اگر اس کی ماں کی قربانی جائز ہے تو اس کی بھی جائز، اور اگر اس کی ماں کی جائز نہیں تو اس کی بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: ......بھیڑ بکری بہتر ہیں بیل کے ساتویں حصہ سے، اگر قیمت اور گوشت میں دونوں برابر ہوں، اور مینڈھا بہتر ہے بھیڑ سے جبکہ دونوں کی قیمت برابر ہو، اور بھیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا گوشت اس کا زیادہ ہو تو وہ مینڈھے سے افضل ہے، اسی طرح ''درمختار'' میں ہے

مسئلہ: ......مادہ بکری بہتر ہے نر بکرے سے جبکہ دونوں قیمت میں برابر ہوں۔ اور اونٹنی اور گائے افضل ہے اونٹ اور بیل سے، کذا فی الحاوی۔ اور ''طحطاوی'' میں ہے کہ: ابل اور بقر میں مادہ افضل ہے نر سے، اس واسطے کہ دونوں قسموں میں مادہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نر کے گوشت سے۔

مسئلہ: ......شتر اور گائے کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولیٰ جائز ہے، یعنی چھ یا پانچ شخصوں کی طرف سے بطریق اولیٰ درست ہے، بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتواں ہو یا زیادہ ہو، اسی طرح ''حلبی'' میں ہے۔

---

[۱] ...... ثَنِی: اونٹ کہ چھٹے سال میں لگا ہو۔ (بیان اللسان، عربی اردو ڈکشنری)

حاملہ جانور کی قربانی اور جو بچہ پیدا ہوا اس کا حکم

مسئلہ:......جو قربانی کا جانور بچہ جنے ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جائے اس کے ساتھ۔اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جائے بدون ذبح کرنے کے۔[۱]

عیب دار جانور کی قربانی

مسئلہ:......قربانی کرے منڈے یعنی جس کے سر پر سینگ نہ ہوں اور خصی یعنی بدھیا۔اور قربانی کرے اس دیوانے کو جس کو دیوانگی چرنے چگنے سے نہ روکے اور اگر چرنے چگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسے دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ:......اگر قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو درست ہے اور اگر خارشی جانور دبلا ہو تو جائز نہیں،اس واسطے کہ گوشت میں خارش ہونا نقصان ہے،یعنی کھال کی خارش سے گوشت میں نقصان نہیں لہٰذا اس کی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہو گیا تو معلوم

---

[۱]......قربانی کے بعد بچہ زندہ نکلے تو اس کی بھی قربانی کردی جائے،اور جو تصرف اصل قربانی کے گوشت میں کیا جائے وہی اس کے بچے کے گوشت میں کیا جائے۔(فتاوی محمودیہ ص۲۶۷ج۲۶،مکتبہ محمودیہ،میرٹھ)

قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کرے۔اور مردہ نکلے تو اس کو استعمال میں نہیں لا سکتے۔اور اگر قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اس کو بچہ پیدا ہو تو اسے بھی ماں کے ساتھ ذبح کردیا جائے،یا زندہ صدقہ کردیں،اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کچھ بھی نہ کیا حتی کہ ایام اضحیہ ختم ہو گئے تو اب زندہ صدقہ کرنا لازم ہے،صدقہ بھی نہ کیا یہاں تک کہ دوسرے سال کی قربانی کا زمانہ آ گیا تو اب خود کی (امسال کی واجب) قربانی کے عوض اس کی قربانی درست نہیں،اس کے باوجود ذبح کیا تو اس کا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے،اور جانور ذبح کرنے کی وجہ سے قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اتنی مقدار کا صدقہ کرنا بھی لازم ہے،اور خود کی واجب قربانی کے لئے دوسرا جانور ذبح کرے۔

(فتاوی رحیمیہ ص۸۳ج۲۔ص۳۲۴ج۹)

ہوا کہ خارش گوشت تک پہنچ گئی اس واسطے درست نہیں۔

مسئلہ:......قربانی اندھے اور کانے کی اور ایسے نہایت دبلے جانور کی جس کی ہڈیاں نظر آتی ہوں اور اس میں گودا نہ ہو درست نہیں ہے۔

مسئلہ:......جائز نہیں قربانی اس لنگڑے کی جو ذبح کرنے کے مقام تک نہ چل سکے، اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پاؤں سے چلے اور چوتھے پاؤں سے نہ چلے یعنی چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھے تو اس کی قربانی جائز نہیں، اور اگر چوتھے پاؤں کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا چلتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔اسی طرح ''درمختار'' میں ہے۔

مسئلہ:......اور اس بیمار کی قربانی جائز نہیں جس کی بیماری صاف ظاہر ہے۔

مسئلہ:......اور اس جانور کی قربانی جائز نہیں جس کا اکثر کان یا دم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو، یعنی جس جانور کی آنکھ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔اور اکثر روشنی کا جانا چارا نزدیک رکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ:......''طحطاوی'' نے کہا: اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔اور ''مجتبیٰ'' میں اسی قول پر فتویٰ مذکور ہے۔اور ''قاضیخان'' میں ہے کہ: صحیح قول یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل میں داخل ہے، اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے، اور اس پر فتویٰ ہے، تو معلوم ہوا کہ یہاں فتویٰ مختلف ہے۔

مسئلہ:......جس دنبہ کی اکثر چکتی [۱] کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے میں، تو اکثر کان اور دم اور آنکھ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی میں۔اور اسی قول پر فتویٰ ہے، اسی طرح ''درمختار'' میں ہے۔

---

[۱]......چکتی: دنبے کی چوڑی دم۔(فیروز اللغات)

مسئلہ: ......اور قربانی نہیں جائز ہے پوپلے جانور کی، یعنی جس کے دانت نہیں، اور اکثر دانتوں کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے، اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس قدر دانتوں کا باقی رہنا کافی ہے جس قدر سے چارہ کھا سکے، یعنی اگر چہ نصف سے کم ہوں۔

مسئلہ: ......اور جائز نہیں قربانی بوچے [۱] کی جس کے پیدائشی کان نہیں۔ اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہوں تو اس کی قربانی کافی ہے۔ اور اگر پیدائشی ایک کان ہو تو قربانی اس کی درست نہیں، اسی طرح ''عالمگیری'' میں ہے۔

مسئلہ: ......قربانی اس جانور کی جائز نہیں جس کے نتھنوں کی نوکیں کٹی ہوں۔ یا وہ خشک ہوں

مسئلہ: ......اور قربانی درست نہیں نکٹے جانور کی جس کی ناک کٹی ہو۔

مسئلہ: ......اور قربانی اس جانور کی درست نہیں ہے کہ جس کے تھنوں کی نوکیں کٹی ہوں، یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع ہو گیا ہو۔

مسئلہ: ......اور درست نہیں قربانی اس دنبہ کی جس کے پیدائشی چکتی [۲] نہ ہو اسی طرح درمختار میں ہے۔

مسئلہ: ......اور جائز نہیں قربانی خنثی کی، اس واسطے کہ اس کا گوشت پختہ نہیں ہوتا، اسی طرح ''درمختار'' میں ہے۔[۳]

---

[۱]......بوچا: کن کٹا۔ چھوٹے کان والا۔

[۲]......چکتی: دنبے کی چوڑی دم۔ (فیروز اللغات)

[۳]......حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

اگر خنثی کا گوشت ''کُوکر'' وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح پک جائے تو قربانی درست ہو جائے گی، ''امداد الفتاوی'' (۳:۵۷۱) میں ہے: لان لحمها الخ، علت ہے، حکمت نہیں، اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو جاتا ہے، پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جائے گا، مگر خنثی کا گوشت پکے گا یا نہیں؟ یہ بات بعد میں معلوم ہو گی، اس لئے اس فتوی میں خنثی کی قربانی کے عدم جواز

مسئلہ:......اور جائز نہیں قربانی نجاست خوار جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اس کے سوا کچھ کھاتا نہیں۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہے اور چارہ بھی کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے، اسی طرح ''طحطاوی'' میں ہے۔

تنبیہ:......قربانی جائز ہے اس جانور کی جس کو کھانسی ہوتی ہو، اور اس کی جو بڑھاپے سے جن نہیں سکتا، اور اس کی جو داغا گیا ہو، اور اس کی جس کا دودھ نہیں اترتا بلا مرض سے، اور جس کی چھوٹی چکتی ہو دم کے برابر، اور جس کی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارہ کھاسکتا ہو، اسی طرح ''طحطاوی'' میں ہے۔

مسئلہ:......اگر قربانی تندرست خریدی پھر اس میں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا، چنانچہ عیوب مانع مذکور ہو چکے، تو اس پر واجب ہے کہ اور قربانی کا جانور اس کے قائم مقام کرے، اگر خرید کرنے والا مالدار ہو، اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی کرے، اور یہ قربانی اس کے واسطے کفایت کرتی ہے۔

مسئلہ:......اور ضرر نہیں کرتا عیب دار ہو جانا قربانی کا اس کے تڑپنے کے سبب سے ذبح کے وقت۔

قربانی کا وقت

مسئلہ:......واجب ہے قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک۔ اور ایام نحر تین دن ہیں، یعنی دسویں اور گیارہویں اور بارہویں تاریخ ذی الحجہ کی۔ اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے۔

کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

(فتاوی رحیمیہ ص ۳۹۵ ج ۵، مکتبۃ الاحسان، دیوبند۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند ص ۵۳۷ ج ۱۵، مکتبہ دارالعلوم دیوبند)

مسئلہ: ......ایک شہر میں جس میں فتنہ ہے یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے، قول مختار میں، اس واسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہوگیا اس حکم میں۔

مسئلہ: ......اگر گواہی دی گواہوں نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے، سو لوگوں نے نماز عید پڑھی اور قربانی کی، پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن ہے تو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے، اس واسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں، تو جواز صلوٰۃ اور قربانی کا حکم کیا جائے گا جمیع مسلمین کے بچاؤ کے واسطے، تاکہ ان کی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے، اسی طرح ''درمختار'' میں ہے۔

مسئلہ: ......قربانی کا اول وقت شہر والوں کے لئے نماز عید پڑھ چکنے یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد ہے، اگر شہر والوں نے عذر کے سبب سے عید کے دن نماز نہ پڑھی تو گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے۔ اس واسطے کہ گیارہویں یا بارہویں کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا، اسی طرح ''زیلعی'' میں ہے۔[۱]

مسئلہ: ......آخری وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تیرہویں تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے۔[۲]

رات میں قربانی کرنا

مسئلہ: ......ایام نحر کی راتوں میں قربانی جائز ہے، لیکن مکروہ ہے، بسبب خوف غلط کے تاریکی

---

[۱]......اگر کسی وجہ سے شہر کے لوگ عید الاضحیٰ کی نماز دسویں ذی الحجہ کو نہ پڑھ سکیں تو قربانی زوال سے پہلے جائز نہیں، بلکہ زوال کے بعد ہی سے قربانی کرنا جائز ہوسکتا ہے۔
(زیلعی ۶/۴۔ شامی کراچی ۶/۲۸۱۔ مسائل قربانی وعقیقہ ص ۱۰)

[۲]......تفصیل کے لئے دیکھئے ! ص: ۱۹۰۔

میں، اسی طرح ''حموی'' میں ہے۔ [1]

قربانی میں مکان کا اعتبار ہے

مسئلہ:...... معتبر قربانی کا مکان ہے، نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے، یعنی اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی کرنے والا شہر میں ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے، اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی جائز نہیں، مگر بعد نماز عید کے، برخلاف صدقۂ فطر کہ اس میں مکان فاعل معتبر ہے۔ [2]

---

[1]...... رات میں قربانی کرنا جائز ہے، مگر خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ رات میں غلطی کا خطرہ ہے۔ اور ایام ثلاثہ میں سے پہلی رات یعنی نویں اور دسویں کی درمیانی رات میں قربانی جائز نہیں، اور دسویں، گیارہویں کی درمیانی رات اور گیارہویں اور بارہویں کی درمیانی رات میں جائز ہے۔

(شامی کراچی ۳۱۶/۶۔ درمختار زکریا ۴۶۳/۹۔ مسائل قربانی وعقیقہ ص ۱۲)

رات میں فی نفسہ قربانی کرنا مکروہ نہیں، بلکہ تاریکی کی وجہ سے غلطی کا احتمال ہوتا ہے، اور اندیشہ ہے کہ ذبح میں جن رگوں اور نالیوں کو کاٹنا مطلوب ہے، وہ صحیح طور پر نہ کٹ پائیں، اس لئے فقہاء نے رات میں قربانی کو منع کیا ہے: ''ویجوز الذبح فی لیالیها الا انه یکره لاحتمال الغلط فی الظلمة''۔

(البحر الرائق ۳۲۲/۸)

لہذا اگر روشنی کا انتظام ہو کہ غلطی کا اندیشہ باقی نہ رہے تو رات میں بھی قربانی کرنے اور جانور کے ذبح کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ (کتاب الفتاوی ص ۱۶۳ ج ۴)

[2]...... اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے! ص: ۱۷۰۔

پھر اس مسئلہ کو زکوۃ پر بھی قیاس نہیں کر سکتے کہ جس طرح حولان حول سے پہلے پیشگی زکوۃ دینا بالاتفاق صحیح ہے تو یہاں پر بھی یہ حکم ہونا چاہئے، اس لئے کہ زکوۃ میں اداء زکوۃ کا کوئی ایسا وقت معین نہیں جس سے فوت ہونے سے پہلے عبادت فوت ہو جائے، جبکہ یہاں شریعت نے ایسا وقت مقرر کیا ہے، پس قیاس مع الفارق ہو جائے گا، اور رہا نماز پر قیاس کرنا تو چونکہ بات وقت کی ہے اور تعیین وقت کے لحاظ سے نماز اور قربانی دونوں متحد ہیں، اس لئے اس قیاس پر اشکال نہ ہونا چاہے۔ (مسائل المیزان ص ۲۴۷)

قربانی میں شرکت

مسئلہ: ......اگرکسی نے قربانی کا جانور گائے یا اونٹ خرید کیا اپنی ذات کے واسطے پھراس میں شریک کرلیا،تو ''فتاویٰ عالمگیری'' میں یہ ہے کہ اگر قربانی کے ارادہ سے خرید کیا پھراس میں چھ شخصوں کوشریک کرلیا تو مکروہ ہے،اورقربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کرے گی اوراگرخرید کے وقت شریک کر لینے کاارادہ کرے تو مکروہ نہیں اوراگرقبل ازخریداس کاارادہ کرے تو بہتر ہے۔

مسئلہ: ......مشترک قربانی کا گوشت تقسیم کیا جائے تول کر نہ اٹکل سے،مگر جب کہ گوشت کے پائے یا کھال ملائی جاوے تو وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں۔جنس کوخلاف جنس کی طرف پھیرنے کے سبب سے یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہواور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہواور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہوتو اب جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف،اسی طرح درر میں ہے۔

قربانی کا جانور مرجائے یا گم ہوجائے اور پھرمل جائے؟

مسئلہ: ......اگرقربانی گم ہوگئی یا چوری ہوگئی سو دوسری قربانی کا جانور خرید کیا، پھر پہلی ملی تو دونوں کا ذبح کرنا افضل ہے،اوراگر پہلی قربانی کوذبح کرے گا تو بھی درست ہے،اوراسی طرح اگردوسری کوذبح کرے گا تو بھی درست ہے۔بشرطیکہ دوسری کی قیمت پہلی کے برابر ہو یا زیادہ ہو،اوراگردوسری کی قیمت پہلی کی قیمت سے کمتر ہوتو زائد کا ضمان دے،اوراس کوخیرات کردے،اس میں کچھ فرق نہیں مالدار اورمحتاج کا۔اوربعضوں نے کہا کہ اگرقربانی مالداری کے سبب سے واجب ہوئی ہے تو اسی طرح کا جواب ہے جو مذکور ہو چکا اوراگر

محتاجگی میں خرید نے کے سبب سے واجب ہوئی ہوتو دونوں قربانیوں کو ذبح کرے، یعنی دونوں قربانیوں کوذبح کرناواجب ہےاسی طرح ’’طحطاوی‘‘ میں ہے۔

مسئلہ:……اگرقربانی گم ہوگئی یاچوری ہوگئی،سواس نے دوسری قربانی خرید کی توغنی پرایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے، اورمحتاج پر دونوں قربانیوں کرنا ضروری ہے۔اسی طرح’’درمختار‘‘میں ہے۔[1]

---

[1]……مفتیٔ اعظم پاکستان حضرۃ الاستاذ مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ تحریرفرماتے ہیں:

مسئلہ……قربانی کا جانورگم ہوا، اس کے بعد دوسرا خریدا، اگرقربانی کرنے والا امیر ہےتو ان دونوں جانوروں میں سے جس کوچاہے ذبح کرے،جبکہ غریب پران دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوگی۔

وضاحت……اگرکسی آدمی نے قربانی کے لئے جانورخریدااورخریدنے کے بعد وہ جانورقربانی کرنے سے پہلےگم ہوجائےتو صاحب حیثیت آدمی پرقربانی کے لئے دوسراجانورخریدناضروری ہے، کیونکہ اس پرقربانی شرعاواجب تھی اورواجب ادانہیں ہوا،جبکہ فقیرآدمی پردوسراجانورخریدنااورقربانی کرنالازم نہیں تھا،اس کے باوجودغریب نے دوسراجانوربھی خریدلیا،اب اگر مالداراورغریب ہردوکا پہلاگم شدہ جانور مل جائےتوامیر پرصرف شرعی واجب (قربانی) کااداکرنالازم ہے،جس جانورکوذبح کردے کافی ہے، جبکہ غریب پرخودسےواجب کردہ جانوروں کی قربانی کرنالازم ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ امیرآدمی پرنصاب کی وجہ سےقربانی واجب تھی،اس نے وہ اداکردی،اس کےحق میں جانورمتعین نہیں ہواتھااسےاختیارہےکہ جس جانورکوچاہےذبح کردے،جبکہ غریب آدمی پرقربانی لازم نہیں تھی،غریب نےازخودجانورخریدکراپنےاوپرقربانی کولازم کرلیااورجوجانوراس نے خریداوہ بھی متعین ہوگیا،اب پہلاجانورجوغریب کےحق میں قربانی کےنام سےمتعین ہوچکا،اگروہ گم ہوجائےتواس کےبدلےدوسری قربانی لازم نہ تھی،اس کےباوجودغریب نےدوسراجانورخریدکراپنے اوپرقربانی لازم کرلی،اس بناپرفقیرآدمی پردوسری قربانی لازم ہوئی،لہذاغریب آدمی دونوں جانوروں کی قربانی کرے گا، بخلاف مالدار کے کہ اس پرصرف قربانی لازم ہے،جانورمتعین نہیں ہے، دونوں جانوروں میں سےکسی ایک کی قربانی کردےتو کافی ہے۔(’’بینات‘‘ذوالحجہ۱۴۳۳ھ نومبر۲۰۱۲،ص۵۶)

مسئلہ:......اگر قربانی کا جانور مر گیا تو مالدار پر دوسری قربانی اس کے سوا واجب ہے، نہ محتاج پر۔

ایک شریک مر جائے یا نصرانی ہو جائے یا صرف گوشت کی نیت ہو

مسئلہ:......اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک مر گیا، اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے، اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہوگی، اس واسطے کہ عبادت کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا، اور اگر شریکوں نے میت کے وارثوں کی بلا اذن اس کو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ ساتواں حصہ عبادت واقع نہ ہوا، یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا عدم تجزّی کے باعث (کی وجہ) سے۔ یہ ''درمختار'' میں ہے۔

مسئلہ:......اگر چھ شریکوں کے ساتھ ساتواں شریک نصرانی ہو، یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو، تو ان میں کسی کی طرف سے قربانی ادا نہ ہوگی، اس واسطے کہ خونریزی متجزی نہیں ہوتی، اسی طرح ''ہدایہ'' میں ہے۔ یہی حکم ہے باقی قربات کا شرکت پذیر میں، یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہوگی۔ اور درصورت قربت عبادت ادا ہوگی، اگر چہ قربت کی جہت مختلف ہو، اس طرح پر کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کریں، اور بعض جزائے صید یعنی حرم کے شکار کا بدلہ، اور بعض ہدی حصار یعنی حج سے رک جانے کی، اور بعض کفارۂ احرام، اور بعض ہدی تطوع، اور بعض دم متعہ، یا قران کا ارادہ کریں، اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کریں۔ ایسا بیان کیا ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فوائد ضحایا میں۔ اور اس باب سے پہلے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ قربانی واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا، اور امام محمد

رحمۃ اللہ علیہ کی نص سابق اس کے مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ ہے والّا عقیقہ بھی قربت ہے، اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے۔ اسی طرح ''طحطاوی'' میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ: عقیقہ کا قربت اور عبادت ہونا ماخوذ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ثابت ہے، اور یہ جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ: عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کردیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ واجب نہیں رہا، اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں، اور اس کو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے، اس واسطے کہ عقیقہ احادیث صحیحہ معتمدہ سے ثابت ہے، اور اہل اسلام میں جاری ہے۔

تین آدمیوں کی قربانی خلط ملط ہوگئی تو

مسئلہ: ...... اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی، ایک شخص نے دس روپے کو خریدی، اور دوسرے نے بیس روپے کو، اور تیسرے نے تیس روپے کو خریدی، اور ہر بکری کی قیمت اس کے ثمن کے برابر ہے، پھر تینوں بکریاں اس طرح مختلط ہوگئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے، اور تینوں نے اس پر اتفاق کرلیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لے کر قربانی کرے، تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کرے گا، اور تیس روپے والا بیس روپے خیرات کرے، اور بیس روپے والا دس روپے خیرات کرے، اور دس روپے والا کچھ خیرات نہ کرے۔ اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے، تو اس کے واسطے قربانی کرنا کافی ہوگا اور اس پر کچھ خیرات کرنا واجب نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اس کے حکم کے تو اس پر تصدق لازم نہیں ہے۔ ''درمختار'' میں ہے۔ تیس روپے والے پر بیس روپے کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اس نے وہ بکری قربانی کی ہو کہ جو دس

روپے سے خریدی گئی ہو، اوراسی احتمال سے بیس روپے والے پردس روپے کی خیرات لازم آئی، اوردس روپے والے پرقلت کا احتمال نہیں، لہٰذا اس پر کچھ تصدق نہیں ہے۔

مسئلہ:......اگر دو شخص غلط کار ہوئے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی، تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے، یعنی ہر شخص نے دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی، تو بدلیل صاحب ایضاح کے دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو، ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہرے گا دلالت حال کے سبب سے، یعنی دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا، سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا، اسی طرح ''ہدایہ'' میں ہے۔ اور دونوں شخص باہم خلّت کی درخواست کریں، یعنی معاف کر ڈالیں اگر قربانی کا گوشت کھایا اور نہ پہنچانا ہو پھر بعد اس کے پہچانا ہو، اسی طرح ''ہدایہ'' میں ہے۔

مسئلہ:......اور اگر دونوں نے صورت مذکورہ میں بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے، اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے، ''درمختار'' میں ہے۔

مسئلہ:......اوراشباہ میں پہلے قاعدۂ اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ: اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اس کو ذبح کر ڈالا بدون اس کے اذن کے، سو اگر مالک نے اس مذبوح کو لیا، اور اس سے تاوان نہ لیا، تو اس کے حق میں قربانی کفایت کر گئی، اور اگر اس کا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی، اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اس پر تاوان نہیں ہے۔

غصب کئے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ:......قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی، بشرطیکہ غاصب

نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو۔زندہ بکری کا ضمان اس واسطے لازم آیا کہ غاصب اس کا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے،اگر چہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار رہوا۔غصب سے توبہ اور استغفار لازم ہے۔اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے۔اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے، بلکہ کفر لازم نہیں آتا جب تک کہ غصب کرنے کو حلال نہ جانے گا،اسی طرح ''طحطاوی'' میں ہے۔

مسئلہ:......بکری مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی، بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے۔

امانت رکھے ہوئے جانور کی قربانی

مسئلہ:......قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی،اگر چہ اس کے مالک کو تاوان بھی دے،اس واسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے،اور ملک تمام ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد،اور وہ سبب ذبح ہے،تو ذبح واقع ہوا اس کی غیر ملک میں۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم

مسئلہ:......قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے،اور مقدور والے کو کھلاوے،اور ذخیرہ رکھے یہ بھی جائز ہے۔اور مستحب یہ ہے کہ تہائی گوشت تصدق کرے،تہائی سے کم گوشت تصدق نہ کرے،اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے،ان پر کشائش کرنے کے لئے۔

مسئلہ:......مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھائے،اور غیر کو کھلائے،اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے،اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے،اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے۔گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے۔

مسئلہ:...... اگر سب گوشت کو خیرات کرے تو جائز ہے، اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کرے اگر چہ تین دن سے زیادہ رکھے، تو بھی درست ہے۔

نابالغ اپنی قربانی کا گوشت خود کھائے

مسئلہ:...... طفل یعنی بچہ نابالغ کھاوے اپنی قربانی سے [1] اور گوشت اٹھار کھا جائے بقدر اس کے حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے بدل ڈالا جائے۔ اس چیز سے جس کے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے۔ چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہئے جس کے استہلاک سے فائدہ حاصل ہووے چنانچہ روٹی کھانا اور مانند اس کے۔

نذر کی قربانی کا گوشت کھانا

مسئلہ:...... اگر قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی والے کو اس کا کھانا یا غنی کو کھلانا حلال نہیں ہے ''عالمگیری'' میں ہے۔

قربانی خود ذبح کرے

مسئلہ:...... مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو، اور اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو، اور غیر شخص کو اس کے ذبح کرنے کا امر کرے تا کہ ناواقف قربانی کو مردار نہ کر ڈالے۔ رسول خدا ﷺ نے جناب فاطمۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ: کھڑی ہو اور اپنی قربانی کے روبرو حاضر ہو، اس واسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرے کے نکلتے ہی، اور یوں کہہ:

﴿اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ﴾۔

---

[1]...... نابالغ پر قربانی واجب نہیں، اس کی تفصیل ص: ۱۳۴ر پر گذر چکی ہے۔

جان رکھ اس کا گوشت اور خون تیرے ترازو میں رکھا جائے گا، الخ۔ [۱]

اہل کتاب ومجوسی کا قربانی ذبح کرنا

مسئلہ:……اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کا مکروہ ہے۔ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے۔

قربانی کی کھال کے مسائل

مسئلہ:……قربانی کی کھال خیرات کرے یا اس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستر خوان اور ڈول بناوے، یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھے، چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے۔

مسئلہ:……اور نہ بدلے قربانی کی کھال کو مستہلک چیز سے، یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استہلاک کے، چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اس کے، چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی۔

مسئلہ:……اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اس کے ثمن کو تصدق کر دے، اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوگا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے، اس واسطے کہ وہ مثل وقف کے ہے۔

مسئلہ:……اگر کوئی قصاب کو قربانی کی کھال یا قربانی کا گوشت وغیرہ اس کی مزدوری میں

---

[۱]……سورۂ انعام، آیت نمبر:۱۶۲/۱۶۳۔

ترجمہ:……بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا، مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ (آسان ترجمہ، از: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم)

دے تو یہ درست نہیں ہے۔اس واسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اس کی بیع کے مانند ہے، اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا ﷺ کی اس حدیث سے کہ: جس نے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اس کی قربانی نہ ہوئی، کذافی الہدایہ۔

مسئلہ:......قربانی کی اون اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے ،تاکہ اس سے فائدہ حاصل کرے، پھر اگر کترے تو اس کو خیرات کردے۔اور قربانی پر سوار نہ ہو اور نہ اس پر کوئی چیز لادے، اور نہ اس کو کرایہ سے دے، سو اگر ایسا کوئی کرے تو اجرت کو خیرات کردے۔

دو جانور قربانی کئے تو

مسئلہ:......اگر ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونوں قربانی ٹھہریں گے۔اور بعضوں نے کہا کہ: زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہرے گا۔

زیادہ قیمت والی قربانی افضل ہے

مسئلہ:......افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے، اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہیں تو زیادہ گوشت والی افضل ہے، اور اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے، اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہوں گے۔جیسے نماز کے ارکان کہ ان میں سے فرض تو اسی قدر ہیں جن پر رکن کا نام بولا جائے، پھر جب نمازی نے ان کو طویل کردیا۔ مثلاً تین آیتوں سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا۔اور اس جگہ فرض سے مراد فرض عملی ہے، اسی طرح ''طحطاوی'' میں ہے۔

مامور نے قصداً بسم اللہ نہیں پڑھی تو اس پر قیمت واجب ہے

مسئلہ:......اگر قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرد کو اس کے ذبح کرنے کا امر کیا تو ذابح نے

کہا میں نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا، تو مامور پر اس کی قیمت دینی لازم ہوگی۔ تا کہ امر کرنے والا اس قیمت سے اور قربانی خرید کرے، اور اس کو قربانی کرے، اور خیرات کردے، اور آپ نہ کھائے، یہ اس وقت ہے کہ اگر نحر کے ایام باقی ہوں، اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اس کی قیمت تصدق کرے، اسی طرح ''درمختار'' میں ہے۔

معین ذابح پر بسم اللہ کا حکم

مسئلہ:......اگر ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا، سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں، اور اس کی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص پر بسم اللہ کہنا بنابر وجوب کے ہے، پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے گا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

یہ چند مسائل قربانی کے عام فہم لکھے گئے تا کہ ہر ایک کو اس سے فائدہ حاصل ہو، اور دوسری کچھ غرض نہیں ہے۔ اگر اس میں کچھ خطا وخلل واقع ہوا ہو تو اس کو دامن اصلاح سے مزین فرماویں۔ اہل صلاح اور ناظرین پُرتمکین مجھ احقر کو اور اہل مدرسہ اشرفیہ کو دعاء خیر سے یاد فرماویں، فقط۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

کتبہ عبد من عباد اللہ خادم الطلبۃ

القاضی رحمۃ اللہ عفی عنہ

مہتمم دار العلوم اشرفیہ عربیہ راندیر، ضلع سورت

نوٹ:......قانوناً صرف گائے کی قربانی ممنوع ہے، لہٰذا خیال رکھا جائے۔

ہنود کو خوش کرنے کے لئے گائے کا ذبح بند کرنا کیسا ہے؟

سوال:......کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ہنود کو خوش کرنے اور اتفاق پیدا کرنے کے خیال سے گائے کی قربانی، یا روزمرہ کے لئے گائے کا ذبح کرنا بند کرنا کیسا ہے؟ ہندوستان اور گجرات کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے حکم شرع سے مطلع فرمائیے۔ بینوا بیانا شافیا توجروا، اجرکم اللّٰہ اجرا وافیا۔

الجواب الوسیط بغیر افراط وتفریط:......محض ہنود سے اتفاق پیدا کرنے اور ان کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی کو موقوف کر دینا، اور ہمیشہ کے لئے گائے کا گوشت ترک کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ گائے کا ذبح کرنا قربانی کے لئے ہو، یا محض کھانے کے لئے شعائر اسلام سے ہے، اور گائے کا ذبح نہ کرنا اور اس کے گوشت سے مذہبی حیثیت سے نفرت کرنا شعائر کفر سے ہے۔ اسلامی شعائر کو چھوڑ کر کفر کے شعائر کو اختیار کرنا، اور اس خیال سے خود ذبح گاؤ کو چھوڑ دینا، اور کسی کو ترغیب نہ دینا، بلکہ ترک ذبح گاؤ کی رغبت دلانا کہ مخالفین اسلام خوش رہیں، یہ مدارات ناجائز مداہنۃ فی الدین ہے۔ ہماری شریعت مطہرہ نے ہرگز اس کی اجازت نہیں دی۔ اور ذبح گاؤ کا اسلامی ذبیحہ بلکہ شعائر اسلام سے ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہے، چنانچہ حق رب العزت نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ط كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ، ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ، نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾[1]

[1]......سورۂ انعام، آیت نمبر: ۱۴۲/۱۴۳۔

ترجمہ:......اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے کھاؤ، اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ آٹھ نر اور مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم بکری میں دو قسم، آپ ﷺ کہئے کہ کیا اللہ تعالی نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے؟ یا دونوں مادہ کو؟ یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوں؟ تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو، اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم۔ (پ۸ سورۂ انعام رکوع۴)

اس آیت سے حلت گاؤ کی بنص صریح ثابت ہے، کسی اہل حق کو چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ اور رسول پاک ﷺ نے خود ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی ہے۔

(۱)......عَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰهُ عنه قَالَ : ذَبَحَ رسول اللّٰهِ صلی الله علیه وسلمعن عائشة بقرة ، رواه مسلم۔ [۱]

(۲)......وعن جابر رضی اللّٰهُ عنه قال : نحر النبی صلی الله علیه وسلم عن نسائه بقرة فی حجته ، رواه مسلم۔ [۲]

اور رسول پاک ﷺ نے گائے کی قربانی کی عام اجازت بھی دی ہے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عام طور پر گائے کی قربانی کی ہے، چنانچہ ''ترمذی ونسائی اور ابن ماجہ'' میں ہے:

(۳)......عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه قال : کنا مع رسول اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم فی سفر ، فحضر الاضحیٰ فاشترکنا في البقرة سبعة وفی البعیر عشرة۔ [۳]

---

[۱]......مسلم ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشتراک فی الهدی ، الخ۔

[۲]......مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: نحر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن نسائه ، وفی روایة : عن عائشة بقرة فی حجته۔ (مسلم ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشتراک فی الهدی ، الخ)

[۳]......مشکوة، الفصل الثانی، باب الاضحیة۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:

(۴)...... وعن جابر رضی اللّٰہ عنه انّ النبی صلی الله عليه وسلم قال : البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة ، رواه مسلم [۱]

ترجمہ:...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے پس قربانی کے ایام آ گئے تو ہم گائے میں سات آدمی شریک ہوئے اور اونٹ میں دس۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے۔ (مسلم)

اور رسول خدا ﷺ کے زمانے میں عام طور پر گائے کے ذبح کرنے اور اس کے گوشت کھانے کا تعامل بھی تھا۔ چنانچہ ’’صحیح مسلم‘‘ میں ہے:

عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قالت : اتی النبی صلی الله عليه وسلم بلحم بقر تصدق بهٖ علٰی بَريرة ، فقال : هو لها صدقة ولنا هدية [۲]

پس جب کہ جواز قربانی کا شعائر اسلام سے ہے اور رخصت عام شارع کی طرف سے ہے تو پھر اس کو ترک کرنا باعث گمراہی کا اور تابعداری کرنا خطوات شیطان کا ہے، ہاں گائے کی قربانی کرنے میں محض ہنود کے عناد کا اعتقاد رکھنا اور ان کی ضد پر قربانی کرنا

’’وفی البعير عشرة‘‘ کی وجہ سے جمہور کے خلاف امام اسحٰق اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا موقف اختیار کرتے ہیں۔ جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ: یہ حدیث صریح نہیں ہے، اس لئے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ علامہ مظہر نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت موقوف ہے، لہذا جمہور کی روایات صحیحہ کے معارض نہیں ہوسکتی۔

(مرقاۃ ۳/۳۱۲۔ بذل ۹/۵۶۱۔ الرفیق الفصیح ص۳۷۲ ج۹)

[۱]...... مسلم شریف ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشتراک فی الهدی، کتاب الحج۔
[۲]...... متفق علیہ، مشکوۃ، الفصل الاول ، کتاب الزکوة ، باب من لا تحل له الصدقة۔

خطا ہے، چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی (رحمہ اللہ) نے اپنے ''مجموعۂ فتاوی'' میں تصریح کی ہے[۱] واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبد من عباد اللہ خادم الطلبة
القاضی رحمۃ اللہ علیہ عفی عنہ

الجواب حسن جید
محمد مطیع اللہ
صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح
عبد الحفیظ عفا اللہ عنہ
مدرس مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح والمجیب مصیب
امیر احمد باسنوی
خادم دار العلوم اشرفیہ راندیر ضلع سورت
۲۴/ جولائی ۱۹۲۰ء

---

[۱] ...... مجموعۃ الفتاوی ص ۲۴۸ ج ۳، کتاب الاضحیہ۔

راقم الحروف کے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کے فتاوی میں اس موضوع پر ایک تفصیلی فتوی ہے: موقع کی مناسبت سے اس کو یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوا۔

گائے کو ماں کی طرح سمجھنا اور اس کا گوشت کھانے سے روکنا

س:......کوئی مسلمان علانیہ بطور نصیحت اور اشتہار کے ذریعہ گائے کو اپنے حقیقی ماں باپ کی طرح سمجھنے اور اس پر رحم و ہمدردی کرنے اور اس کے گوشت کھانے سے مسلمانوں کو منع کرے تو ایسے شخص پر شرعا کیا حکم ہے؟

ج:......حامدا ومصليا ، الجواب وبا لله التوفيق : گائے کا اسلامی ذبیحہ ہونا اور گاؤ کشی وگاؤ خوری کا مسلمانوں کا اسلامی طریقہ ہونا، بلکہ شعائر اسلام سے ہونا شرعی دلائل سے ثابت ہے۔قال الله تعالى: ﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشاً ط كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ۔[1]

﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ الى آخر الآية۔

﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ ۔[2]

اس آیت سے گاؤ کی حلت بنص صریح ثابت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے خود ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی ہے۔

---

[1]......سورۂ انعام، آیت ۱۴۲۔ پارہ ۸۔

ترجمہ:......اور مواشی میں سے اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالی نے تم کو دیا ہے کھاؤ، اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، بلا شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔(از حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

[2]......سورۂ انعام، آیت ۱۴۴، پارہ ۸۔

ترجمہ:......اور اونٹ میں دو قسم اور گائی (بھینس) میں دو قسم۔

(۱)......عن جابر قال: ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عائشۃ بقرۃ ، رواہ مسلم۔[۱]

(۲)......وعن جابر : نحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بقرۃ فی حجتہ۔[۲]

اورحلت گاؤ پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، کسی اہل حق کو اس میں اختلاف نہیں۔[۳]

(۳)......عن انس قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمّۃ اللہ وذمّۃ رسولہ ، فلا تُخفِروا اللہ فی ذمّتہ ، رواہ البخاری۔[۴]

اس حدیث میں ''واکل ذبیحتنا '' کے ارشاد سے یہ مقصود ہے کہ خاص اسلامی ذبیحہ کا کھانا مثل ادائے اسلامی نماز و مثل استقبال اسلامی قبلہ کے شعائر اسلام سے ہے، ان میں سے کسی کو کسی مصلحت سیاسی یا مدارات اہل ہنود کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے اور اللہ ورسول ﷺ کی ذمہ داری ان تینوں عملوں کے ساتھ وابستہ ہے، اگر چہ وہ دونوں عملا فرض ہیں اور اکل ذبیحہ فرض نہیں، مگر شعائر اسلام ہونے کی حیثیت میں سب مساوی ہیں۔اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ گاؤ کا ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا محض جائز ومباح ہی نہیں ، بلکہ اسلامی شعائر سے ہے اور اسلامی شعار کا چھوڑ دینا یا چھوڑنے کی دوسروں کو ترغیب دینا ممنوع وقبیح ہے، اس لئے ہنود کی خوشامد اور ان کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی کا

۱......مسلم ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشراک فی الھدی ، الخ۔

۲......مسلم شریف کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:'' نحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ '' وفی روایۃ :'' عن عائشۃ بقرۃ فی حجتہ ''۔(مسلم ص۴۲۴ ج۱، باب جواز الاشراک فی الھدی ، الخ)

۳......ویحل اکلھا (أی البقرۃ) وشرب البانھا بالاجماع۔(حیوۃ الحیوان اردو ص۴۴۶ ج۱)

۴......بخاری ص۶۵ ج۱، باب فضل استقبال القبلۃ۔

ترک کرنا یا مطلقا ذبح کو بند کرنا اور لوگوں کو مشورہ دینا ہرگز جائز نہیں، اس لئے کہ ذبح گاؤ کا ترک شعار کفار ہے اور مسلمانوں کا ترک کرنا کفر کے شعار کی ترویج میں امداد واعانت کرنا ہے، پس جو شخص اس میں سعی کرنے والا ہوگا وہ ایک شعار اسلام کے مٹانے اور شعار کفر کے رواج دینے اور گاؤ پرستی اور اس کی عظمت کا عقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں جمانے اور جس کو خدا اور رسول ﷺ نے حلال کیا ہے اس کو عملا حرام کرنے کا مجرم ہوگا۔

شریعت محمدیہ میں بہ نسبت اور جانوروں کے گاؤ کی کچھ بھی عظمت ثابت نہیں، بلکہ مثل اور حلال جانوروں کے یہ بھی ایک حلال جانور ہے، جو مسلمان اس کی عظمت کا خیال کرے اور گاؤ کو ماں باپ کی طرح سمجھنے، اس پر رحم کرنے، اس کے ساتھ ہمدردی کرنے اور اس کے گوشت کھانے سے پرہیز کرنے کا مشورہ دے، اس کے اسلام میں فتور ہے، لہذا مسلمان کو ایسے فعل سے احتراز واجب ہے۔

ایک مسلم کی اسلامی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ قانون الٰہی کے تابع ہو اور قانون الٰہی غیر مسلموں کی رضا مندی کی خاطر ترک گاؤ کشی کی اجازت نہیں دیتا، لہذا ایسے کاموں میں مسلمانوں کو ہندوؤں کی موافقت جائز نہیں ہے، اگر وہ اس کے خلاف کریں گے تو آخرت میں سخت سزا کے مستحق ہوں گے اور دنیا میں جو کچھ رسوائی وذلت ہوگی وہ الگ ہے۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اگر خدا کسی مسلمان کو دنیوی وجاہت وعزت یا کوئی عہدہ عطا کرتا ہے اور کچھ لوگ اس کو بڑا ماننے لگتے ہیں تو وہ حمایت اسلام کرنے کی جگہ پہلا وار اسلام پر کرتا ہے اور اس کی شاخیں کاٹ کر پھینکنا شروع کرتا ہے اور اس کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش کرتا ہے، بخلاف ہندوؤں کے کہ جب ان کو اپنی قوم میں مقبولیت ہوتی ہے تو وہ مخالفت سے یا موافقت سے جس طرح بن پڑتا ہے اپنے مذہب کو تقویت پہنچانے کی فکر

کرتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو خدا اور رسول ﷺ سے شرمانا چاہئے اور ہرگز کوئی کاروائی اسلام کے خلاف نہ کرنی چاہئے۔ حقیقی عزت آخرت کی عزت ہے جو خدا کو خوش رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہندوؤں کی خوشامد اور ان کو خوش رکھنے کی خاطر دین برباد کرنا حماقت ہے۔﴿اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَ هُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعاً﴾۔[۱]

اور ارشاد باری ہے:

﴿یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَکُمْ لِیُرْضُوْکُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ کَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ﴾۔[۲]

اور ارشاد باری ہے:﴿یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْ عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ﴾۔[۳]

ان دونوں آیتوں میں تصریح ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کو ناراض کر کے جب مسلمانوں کا راضی کرنا بھی موجب عتاب وعقاب ہے، تو اللہ ورسول اللہ ﷺ کو ناراض کر کے کافروں کو راضی کرنا تو کس طرح موجب عتاب وعقاب نہ ہوگا، اس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔

---

[۱]......سورۂ نساء آیت ۱۳۹، پارہ ۵۔

ترجمہ:......کیا ان کے پاس معزز رہنا چاہتے ہیں سو اعزاز تو سارا خدا کے قبضہ میں ہے۔

[۲]......سورۂ توبہ آیت ۶۲، پارہ ۱۰۔

ترجمہ:......یہ لوگ تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو راضی کرلیں (جس میں مال و جان محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں۔

[۳]......سورۂ توبہ، آیت ۹۶، پارہ ۱۱۔

ترجمہ:......یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (ان کو کیا نفع کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ـ[۱]

تفسیر درالمنثور میں اس کے شان نزول [۲] بتلانے کے بعد لکھا ہے کہ: اس آیت میں یہ حکم ظاہر کیا گیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد شعار یہود کا اتباع خلاف اسلام اور شیطان کا اتباع ہے، گو وہ اتباع صرف درجۂ عمل میں ہو نہ کہ درجۂ اعتقاد میں۔[۳]

---

[۱]......سورۂ بقرہ آیت ۲۰۸، پارہ ۲۔

ترجمہ:......اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور (فاسد خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

[۲]......شان نزول کی روایت یہ ہے: اخرج ابن جرير عن عكرمة في قوله: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ قال: انزلت في ثعلبة وعبد الله بن سلام وابن يامين واسد واسيد ابني كعب وسعيد بن عمر و قيس بن زيد، كلهم من يهود، قالوا: يا رسول الله! يوم السبت يوم كنا نعظمه فدعنا فلنسبت فيه، وان التوراة كتاب الله فدعنا فلنقم بها بالليل، فنزلت۔

(تفسیر درمنثور ص ۴۳۳ ج ۱)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کے شان نزول میں تحریر فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود سے تھے اور اس مذہب میں ہفتہ کا روز معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا۔ ان صاحبوں کو بعد اسلام یہ خیال ہوا کہ شریعت موسوی میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی واجب نہیں، اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کر دیں تو شریعت موسویہ کی رعایت ہو جاوے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہوگا اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی اصلاح فرمائی۔ (معارف القرآن ص ۴۴۲ ج ۱)

[۳]...... لم اجده في تفسير الدر المنثور تحت هذه الآية۔

پس جب کہ اسلام کے بعد یوم السبت کی عملی تعظیم یعنی اس روز قصداً مچھلی کا شکار نہ کرنا خلاف اسلام اور اتباع شیطان ہوا، حالانکہ تعظیم سبت ایک وقت میں مامور من اللہ رہ چکی ہے، [۱] تو ترک گاؤ کشی بقصد موافقت ہنود و تعظیم گاؤ کیسے جائز ہوسکتی ہے، لہذا اگر کوئی ایک شخص بھی گاؤ کی تعظیم و ہنود کی رضامندی کی خاطر گاؤ کشی، گاؤ خوری چھوڑے گا تو سخت گنہگار ہوگا، چہ جائیکہ تمام مسلمان گاؤ کشی چھوڑ کر عملاً ہندو ہوجائیں، مسلمانوں کو ہرگز ایسی جرأت نہ کرنی چاہئے۔ [۲] واللہ تعالی اعلم وعلمہ احکم و اتم

---

[۱]......﴿وقلنا لھم لا تعدوا فی السبت﴾۔

ترجمہ:......اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ یوم ہفتہ کے بارے میں تجاوز مت کرنا۔

(سورۂ نساء، آیت ۱۵۴، پارہ ۶)

[۲]......ذبح گاؤ کے سلسلہ میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے! امداد الفتاوی ص ۵۷۶ ج ۳۔

قربانی کے چند اہم مسائل

حجاج کی قربانی میں ایسے شخص کی شرکت جس پر وجوب قربانی کا وقت ابھی تک نہ ہوا ہو۔ وکیل کی عید نہیں ہے اور مؤکل کی ہے تو وکیل، مؤکل کی قربانی کرسکتا ہے؟۔قربانی کی صحت کے لئے قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار ہے یا جانور کے ذبح ہونے کی جگہ؟۔اہل برطانیہ کی قربانی ہند و پاک میں جب تک برطانیہ میں صبح صادق طلوع نہ ہو وہاں تک درست نہیں۔اصیل کے یہاں قربانی کے دن ختم ہو چکے ہوں اور وکیل کے یہاں باقی ہوں تو۔قربانی کے دن گذر گئے اور رقم رہ گئی تو وکیل خود صدقہ کرسکتا ہے؟ جیسے اہم و چند مفید و کار آمد مسائل کا اضافہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حجاج کی قربانی میں ایسے شخص کی شرکت جس پر وجوب قربانی کا وقت ابھی تک نہ ہوا ہو

سوال:...... ہندو پاک کے رہنے والے ایک شخص نے اپنی واجب قربانی سعودی عرب بھیجی، وہاں حجاج نے اپنی قربانی کے ساتھ اونٹ یا گائے میں اس کا ایک حصہ بھی کرلیا، سعودی عرب میں اس سال ہندو پاک سے دو دن پہلے عید الاضحیٰ تھی، اب اس آدمی کی قربانی تو صحیح نہیں ہوئی (کیونکہ وقت سے پہلے اس کی قربانی ہو رہی ہے، جیسا کہ دارالعلوم کا فتوی ہے) تو کیا دوسرے شریک کی قربانیاں درست ہوگئیں یا نہیں؟

الجواب حامدا ومصلیا:......صورت مسئولہ میں ہند و پاک کے رہنے والے شخص کی طرف سے تو قربانی نہیں ہوئی، تاہم چونکہ اس کے وکیل کی نیت تقرب کی تھی، اس لئے یہ قربانی وکیل کی طرف سے نفلی ادا ہوگئی اور باقی شرکاء کی بھی درست ہوگئی۔

واضح رہے کہ یہ جواب اصول وقواعد کی روشنی میں لکھا گیا ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ باقی شرکاء بھی احتیاطا اپنی اپنی قربانی کا اعادہ کریں، یعنی ایک متوسط بکرا یا بکری کی قیمت صدقہ کریں۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

محمد یعقوب عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

٢٢/صفر الخیر ١٤٣٣ھ مطابق ١٧/جنوری ٢٠١٢ء

الجواب صحیح — بندہ عبدالرؤف غفرلہ

الجواب صحیح — احقر محمود اشرف غفرلہ

باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

سوال:...... ہمارے یہاں (برطانیہ میں) دو قصبے قریب قریب ہیں: ایک ڈیوز بری' دوسرا باٹلی۔سوال یہ ہے کہ باٹلی میں عیدالاضحیٰ مثلاً پیر کو ہو اور ڈیوز بری میں اتوار کو۔اس صورت میں قربانی کے متعلق چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں:

سوال:۱...... باٹلی کا تاجر جن کے یہاں عید نہیں ہے' وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی اپنے یہاں (باٹلی میں) کرے تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

سوال:۲...... باٹلی کا تاجر جن کے یہاں عید نہیں ہے' وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی باٹلی کے باہر کسی ایسی بستی میں جہاں پر عید ہے جا کر کرے' تو صحیح ہے یا نہیں؟

سوال:۳...... باٹلی کا تاجر جن کے یہاں عید نہیں ہے' وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی کسی ایسی جگہ جا کر کرے جہاں پر مسلمان آبادی کے نہ ہونے کی وجہ سے عید و جمعہ نہ ہوتی ہو تو' یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟۔اگر اس علاقہ میں باٹلی کے تاجر کے ساتھ کچھ اور مسلمان عید کی نماز کے وقت جمع ہو جائیں اور (باٹلی کے تاجر کے علاوہ دوسرے مسلمان) عید کی نماز پڑھ کر ڈیوز بری والوں کی قربانی کرے تو درست ہے یا نہیں؟

سوال:۴...... باٹلی کا تاجر جن کے یہاں عید نہیں ہے' وکیل بن کر ڈیوز بری والوں کی قربانی کسی ایسی بستی میں جہاں رویت ہلال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف دنوں میں عید ہوتی ہو' جا کر کرے تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یوسف ساچا عفی عنہ

۱۷/ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۶/نومبر ۲۰۰۸ء

وکیل کی عید نہیں ہے اور مؤکل کی ہے تو وکیل، مؤکل کی قربانی کر سکتا ہے؟

الجواب:......و باللہ التوفیق ،حامدا و مصلیا و مسلما :قربانی کے دنوں میں جانور کی قربانی کرنا اللہ تعالی کے یہاں بہت محبوب عمل ہے۔حدیث شریف میں ہے:

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : ((ما عمل آدمی من عمل یوم النحر احب الی الله من احراق الدم)) الخ۔(ترمذی شریف ص ۲۷۵)

قربانی میں جانور کو ذبح کرنے میں جو ثواب ملتا ہے اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ فضیلت صرف قربانی کے دنوں کے لئے ہے،قربانی کے دن سے پہلے یا بعد میں جانور ذبح کرنے میں یہ فضیلت اور ثواب نہیں ہوگا،اسی لئے فقہاء نے اس میں تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ایک تو ہے شرطِ وجوب' یعنی مکلّف پر قربانی کب واجب ہوگی؟ تو اس کے لئے لکھا ہے کہ:" واما وقت الوجوب فایام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت " الخ۔یعنی ایام النحر کا وقت آنے سے پہلے قربانی واجب نہیں ہوگی۔

(بدائع ص ۶۶ ج ۴)

''ہدایہ'' میں لکھا ہے کہ:''وقت الاضحیة یدخل بطلوع الفجر من یوم النحر''

(ہدایہ ص ۴۴۵)

دوسرا ہے وقت ادا' یعنی قربانی ادا کرنے کا وقت۔اس میں تفصیل ہے کہ اس جگہ پر عید الاضحیٰ کی نماز ادا ہوتی ہے کہ نہیں؟ اگر عید الاضحیٰ کی نماز ہوتی ہے تو اس جگہ پر عید کی نماز ادا کرنے کے بعد قربانی کرنا واجب ہوگا،اور اگر عید کی نماز اس بستی میں ہونے پہلے قربانی کردی گئی تو وہ قربانی درست نہیں ہوگی۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ((ان اول ما یبدأ به فی یومنا هذا ان نصلی

ثم نرجع فننحر، من فعله فقد اصاب سنتنا، ومن ذبح قبل فانما هو لحم قدّمه لاهله ليس من النسک فی شئ)) الخ۔(۸۳۲ج۲)

اوراگروہ ایسی جگہ ہے کہ چھوٹی بستی ہونے کی وجہ سے عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی تو ایسی جگہ پر یوم النحر کی صبح صادق کے بعد قربانی کرنا درست ہوگا۔

وقد قال قاضی خان : فاما اهل السواد والقری والرباطات عندنا یجوز لهم التضحیة بعد طلوع الفجر "اھ۔(شامی ص۴۶۱ ج۱)

عیداور رؤیت ہلال اورایسے ہی دوسرے مسائل کے لئے ہمارے اندر اتحاداوراتفاق ہوتا، اوردینی احکامات پرعمل کرنے کا صحیح جزبہ ہوتا، تو ایسے بلادغیر میں کسی ایک مرکز پر ہم سب توحید پرست جمع ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا، مگر ہماری عصبیت' نفس پرستی اورانانیت ہمیں کسی ایک مرکز پر جمع ہی نہیں ہونے دیتی، اس لئے ہر شہر بلکہ ہرگھر میں متعدد عیدیں منائی جارہی ہیں، اورایک دوسرے کی اتباع کرنے کے لئے کوئی تیارنہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے شہر کی چاند کمیٹی یا مسجد کی کمیٹی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، اورجیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا:

" فلو الولاة كفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین " اھ۔(ص۱۴ ج۳)

''کتاب الفتاوی'' میں لکھا ہے کہ: اس میں کمیٹی کا فیصلہ ہرشخص کے لئے واجب العمل ہے، اوراعلان سلطان کے درجہ میں ہے، اوران حدود کے باہر کے لوگوں کے لئے محض ایک خبراوراطلاع ہے۔(ص۳۷۸ ج۳)

''جدید فقہی مسائل'' میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے (ص۳۵ ج۲) طویل بحث

کے بعد لکھا ہے کہ: مسلمانوں کی وحدت' انتشار سے حفاظت' دین وشریعت کی حرمت اور ہر طبقہ کے علماء اور ارباب حل وعقد کے وقار واعتبار کی برقراری کے لئے علماء دین اور خادمین شریعت اتنی فراخ چشمی اور کشادہ قلبی کے لئے بھی تیار نہیں؟؟؟

آپ نے جو سوال پوچھا ہے مذکورہ تفصیل کے بعد اس کا جواب یہ ہے کہ ڈیوز بری شہر والوں کے لئے کہ انہوں نے چاند کے ثبوت کے لئے جو ذرائع متعین کئے ہیں' ان کو سامنے رکھ کر وہاں کے ذمہ داروں نے (کمیٹی والے یا مسجد کے منتظمین نے) اعلان کی وجہ سے اس دن کو عید الاضحیٰ اور یوم النحر مانا ہے تو اس دن کی صبح صادق کے وقت وہاں کے رہنے والے صاحب نصاب باشندوں پر قربانی واجب ہوگی، لیکن اس جگہ عید کی نماز ہوتی ہے' اس لئے وہاں عید کی نماز پڑھنے سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ اس لئے ڈیوز بری والے' اور اس کے مضافات میں رہنے والے ان کے عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز کے بعد خود بھی قربانی کر سکتے ہیں اور کسی کو وکیل بنا کر اپنی قربانی بھی کروا سکتے ہیں، اگر کوئی چھوٹا گاؤں ایسا ہے کہ وہاں کے حل وعقد ذمہ دار لوگوں نے اس اعلان کی وجہ سے یوم النحر مان لیا ہے، مگر چھوٹی بستی ہونے کی وجہ سے عید کی نماز نہیں ہوتی تو یوم النحر کی صبح صادق کے بعد وہاں قربانی کرنا درست ہوگا۔

باٹلی والوں کے یہاں imws اور رابطہ علماء اور مساجد کے تمام امام صاحبوں کی اتفاق اور تحقیق کے مطابق یہ دن یوم النحر نہیں ہے، اور ۹؍ ذی الحجہ یا یوم عرفہ ہے، اس لئے مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق تمام باٹلی والوں کو یہ فیصلہ ماننا ضروری ہوگا، اور انفرادی رائے پر عمل کرنا خلاف شرع ہوگا، اور یہ دن یوم عرفہ ہونے کی وجہ سے اس جگہ میں یا باٹلی کے حدود میں جو سلاٹر ہاؤس ہیں ان میں باٹلی والوں کا یا ڈیوز بری والوں کا قربانی کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

جواب :۲...... باٹلی کا تاجر اجیر بن کر یا وکیل بن کر ڈیوزبری والوں کی قربانی باٹلی کی حدود کے باہر ایسی بستی میں جہاں یوم النحر ہے' قربانی کرتا ہے تو یہ قربانی درست ہے، کیونکہ قربانی کی صحت کے لئے یوم النحر کا ہونا شرط ہے، اجیر یا وکیل کے لئے یوم النحر کی شرط نہیں، بلکہ ذبح کرنے والے کا اہل ہونا کافی ہے، جیسا کہ شامی (ص۴۷۴ ج۱) میں ہے: " ولو امر المسلم کتابیا بان یذبح اضحیتہ جاز " الخ۔

جواب :۳...... ایسی بستی جہاں مسلم آبادی نہیں ہے اور اس وجہ سے وہاں جمعہ وعیدین نہیں ہوتی' اور غیر مسلم آبادی قریہ کبیرہ کے درجہ میں ہے، وہاں ڈیوزبری کے چند آدمی جا کر جنہوں نے معتبر طرق سے اعلان کو مان کر یوم النحر مانا ہے' عید کی نماز کسی جگہ پڑھ کر قربانی کریں تو یہ بھی درست ہے۔

جواب :۴...... کسی ایسی بستی جہاں کے باشندے مختلف ہیں' کچھ لوگ یوم النحر مان رہے ہیں، اور کچھ لوگ یوم النحر کے منکر ہیں تو چونکہ وہاں کے لوگوں کے نزدیک بھی یوم النحر ہے، اس لئے ڈیوزبری والوں کی قربانی صحیح ہو جائے گی، کیونکہ ذبح کرانے والے کے یہاں یوم النحر ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ العبد: اسماعیل کچھولوی غفرلہ

یکم ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ

۲۰۰۸/۱۲/۱

قربانی کی صحت کے لئے قربانی کرنے والے کی جگہ کا اعتبار ہے یا جانور کے ذبح ہونے کی جگہ کا؟

جس پر قربانی واجب ہے اس نے اپنی رقم دوسرے کسی ملک بھی بھیجی کہ اس کی طرف سے قربانی کردی جائے، اب سوال یہ ہے کہ جس جگہ رقم بھیجی ہے وہاں عید ایک یا دو دن پہلے ہے تو کیا اس کی قربانی ایک یا دو دن پہلے والی جگہ پر عید کے دن صحیح ہوجائے گی؟ مثلا ہندو پاک کے کسی شخص نے اپنی قربانی کی رقم سعودی عرب بھیجی کہ وہاں قربانی کی جائے، اور عامۃً سعودی میں ہندو پاک سے ایک یا دو دن پہلے عید ہوتی ہے۔ تو کیا ہندو پاک والے آدمی کی قربانی صحیح ہوجائے گی۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس صورت میں قربانی صحیح ہوجائے گی، ان حضرات نے قربانی کی جگہ کا اعتبار کیا کہ جہاں قربانی ہورہی ہے وہاں عید کا دن ہے، ان کی دلیل شامی وغیرہ کی یہ عبارت ہے کہ: والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان من علیه '' الخ۔

مگر ارباب فتوی اور اکابر علماء کا رجحان یہ ہے کہ اس صورت میں قربانی درست نہیں ہوگی۔ اور یہ رائے اوفق بالفقہ والفتوی ہے۔

راقم اس مسئلہ کی تفصیل کچھ لکھ رہا تھا کہ حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بھڑکودروی رحمہ اللہ کا ایک تفصیلی فتوی نظر سے گذرا، اس کو پڑھ کر اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے اسی کی تلخیص نقل کرنا کافی سمجھا گیا، وھوھذا:

(ا):...... جو عبادات مسلمانوں پر فرض وواجب ہیں عموماً ان میں دو چیزیں ہوتی ہیں:

اول:...... نفس وجوب، یعنی مکلّف کے ذمہ کسی عبادت کا لازم ہونا۔

دوسرا:...... وجوب ادا، یعنی مکلّف کے ذمہ کسی عبادت کے واجب ہونے کے بعد ذمہ سے

بری ہونے کے لئے اس کی ادائیگی کا واجب ہونا۔

(۲):......عموماً نفس وجوب کا سبب الگ ہوتا ہے،اور وجوب ادا کا سبب الگ ہوتا ہے۔

(۳):......حضرات اصولیین جہاں اسبابِ وجوب کی بحث فرماتے ہیں' وہاں نفس وجوب کے سبب سے بحث فرماتے ہیں۔

(۴):......حضرات فقہاء کرام کتب فقہ میں عبادات سے متعلق ہر کتاب کے شروع میں عموماً سبب وجوب کو ذکر کرتے ہیں' وہاں بھی اصولیین کے طرز پر نفس وجوب ہی کا سبب ذکر کرتے ہیں، وجوب ادا کا سبب ذکر نہیں کرتے۔

(۵):......قربانی کے سلسلے میں بھی ''شامی' فتح القدیر' مجمع الانہر'' وغیرہ میں قربانی کا سبب وجوب ایام نحر کو بتایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ شرائطِ وجوب پائے جانے کی صورت میں ایام نحر شروع ہونے سے قربانی واجب ہوگی۔اس سے قبل واجب نہ ہوگی۔

(۶):......جس عبادت کے نفس وجوب کا سبب وقت ہو، اس عبادت کے واجب ہونے میں مقامی وقت کا اعتبار ہوگا، دوسری جگہ وقت شروع ہونے کا اعتبار نہ ہوگا، اور دوسری جگہ وقت شروع ہوجانے سے وہ عبادت مکلّف پر واجب نہ ہوگی، جیسا کہ نماز' روزہ' عیدین میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔

(۷):......واجب قربانی کی ادائیگی کے لئے مالکِ قربانی کے مقام پر وقتِ قربانی (سببِ وجوب) شروع ہوکر اس پر قربانی واجب ہونا، اور جہاں قربانی کا جانور ذبح کرنا ہے وہاں بھی وقتِ قربانی (شرطِ ادا) کا موجود ہونا ضروری ہے۔

مذکورہ بالا تمام اصول ومسائل سے یہ حقیقت واضح ہے کہ جب تک کسی مکلّف کے مقام پر قربانی کا وقت شروع نہ ہو، اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی، اور نفسِ وجوب سے پہلے

واجب قربانی کی ادائیگی صحیح وجائز نہیں ہے، جیسا کہ نماز وروزہ سے یہ بات عیاں ہے۔

واما وقت الوجوب فایام النحر ، فلا تجب قبل دخول الوقت ،لان الواجبات الموقتة لا تجب قبل اوقاتها ،کالصلوة والصوم ونحوهما۔(بدائع الصنائع۴:۱۹۸)

گجرات کے کچھ مفتی حضرات کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ: کسی جگہ کے باشندوں پر وہاں وقت قربانی شروع نہ ہونے کی وجہ سے اس پر نفسِ وجوب سے پہلے وہ اپنی قربانی بہ ذریعہ وکیل ایسی دوسری جگہ جہاں قربانی کا وقت شروع ہو چکا ہو، اگر کروائے تو جائز ہے۔

ان میں ایک مفتی صاحب صراحتِ فقہاء کرام کے خلاف قربانی کا سببِ وجوب غناء کو قرار دیتے ہیں، اور تمام حضرات اصولیین وفقہاء کرام کے مشہور طرز وتعامل کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ: جن فقہی عبارات عربی میں قربانی کا سببِ وجوب وقت بتایا گیا ہے، اس سے وجوبِ ادا کا سبب ہونا مراد ہے، نفس وجوب کا سبب ہونا مراد نہیں ہے، حالانکہ یہ بات کتب فقہ واصول فقہ کے طرز وتعامل کے صریح خلاف ہے، اور کسی کتاب میں سببِ وجوب سے وجوبِ ادا کا سبب مراد ہونا اور نفسِ وجوب کا سبب مراد نہ ہونا مذکور نہیں ہے۔ بس یہ ان صاحب کی دورازکار طویل بحث کا خلاصہ اور مختصر جواب ہے۔

ان میں سے دوسرے مفتی صاحب فقہاء کرام کی یہ عبارت ''والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان من علیه '' کو استدلال میں پیش کرتے ہیں، حالانکہ مذکورہ عبارت کا تعلق مکانِ جانور اور مکانِ مالک دونوں جگہ وقتِ قربانی شروع ہونے کے بعد قبل صلوۃ العید یا بعد صلوۃ العید واجب قربانی ادا کرنے اور ذبح کرنے کے مسئلہ سے ہے۔ اس عبارت میں نفسِ وجوب سے بحث نہیں ہے، یعنی اس عبارت کا تعلق وجوبِ ادا سے ہے، نفسِ وجوب سے

نہیں ہے۔اوراس عبارت کا یہ مطلب لینا کہ:’’مالکِ قربانی کی جگہ:٩/ذی الحجہ ہواوراس کے جانور کی جگہ:١٠/ذی الحجہ ہوتو مالک کی واجب قربانی ذبح کرنا جائز ہے، چاہے مالک کی جگہ ابھی:١٠/ذی الحجہ یعنی قربانی کا وقت شروع نہ ہوا ہو‘‘یہ مطلب لینا درست نہیں ہے، کیونکہ مالکِ قربانی پرنفسِ وجوب سے پہلے اس کی واجب قربانی ادا کرنا کیسے جائز کہا جا سکتا ہے؟اور یہ بات مندرجۂ ذیل عبارات سے بھی واضح طور پر سمجھی جاسکتی ہے:

’’ولامعتبر فی ذلک مکان الاضحیة، حتی لو کانت فی السواد والمضحی فی المصر یجوز کما انشق الفجر ، وفی العکس لا یجوز الا انه بعد الصلوة، وحیلة المصری اذا اراد التعجیل ان یبعث بها الی خارج المصر فی موضع یجوز لمسافر ان یقصر فیه فیضحی فیه کما طلع الفجر، لان وقتها من طلوع الفجر‘‘۔

(تبیین الحقائق:٦/٤)

اور یہی مسئلہ’’البحرالرائق‘‘٨/١٧٥/پراور’’درمختارمع الشامی‘‘٥/٢٠٢/پر بھی موجود ہے۔

واما شرائط ادائها: فمنها الوقت فی حق المصری بعد صلوة الامام، والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان المضحی۔(البحرالرائق:٨/١٧٣)

صاحب بدائع نے بھی اس مسئلہ کوشہری باشندہ کی واجب قربانی بعدالعید ذبح کرنے کا مسئلہ بتایا ہے،لہٰذا وہ تحریرفرماتے ہیں:’’واما الذی یرجع الی وقت التضحیة فهو لا تجوز قبل دخول الوقت ، لان الوقت کما هو شرط(لعلة لفظ سبب) الوجوب فهو شرط جواز اقامة الواجب کوقت الصلوة ، فلایجوز لاحد ان یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الاول من ایام النحر ، ویجوز بعد طلوعه، وسواء کان من اهل المصر او من اهل القری، غیر ان للجواز فی حق اهل المصر شرطا زائدا وهو ان

یکون بعد صلوۃ العید ولا یجوز تقدیمها علیه عندنا‘‘ (بدائع: ۴/۲۱۱)

پھر اہل مصر کی قربانی بعد نماز عید ہونی چاہئے ،اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ’’هذا اذا کان من علیه الاضحیة فی المصر والشاة فی المصر، فان کان هو فی المصر والشاة فی الرستاق او فی موضع لا یصلی فیه ،وقد کان اَمَرَ اَن یُّضَحُّوا عنه فَضَحَّوا بها بعد طلوع الفجر قبل صلوۃ العید (فی المصر) فانها تجزیه وعلی عکسه...... وانما یعتبر فی هذا (ای فی التضحیة بعد صلوۃ العید او قبله) مکان الشاة لا مکان من علیه‘‘۔(بدائع: ۴/۲۱۳)

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مالکِ قربانی کا مکان اور جانور کا مکان الگ الگ ہونے کے باوجود دونوں جگہ عید کا دن شروع ہو چکا ہے، مسئلہ صرف جانور کے قبل العید یا بعد العید ذبح کرنے کا ہے۔اس عبارت میں یہ مسئلہ بیان کرنا مقصود ہی نہیں کہ مالکِ قربانی کے مکان پر اگر قربانی کا دن شروع نہیں ہوا اور جانور کے مکان پر شروع ہو چکا ہے تو مالک کی واجب قربانی ذبح کرنا جائز ہے، بلکہ یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ مصری اور دیہاتی کی قربانی کس صورت میں بعد العید ذبح کرنا ضروری ہے، اور کس صورت میں قبل العید ذبح کرنا جائز ہے، تو اس کا یہی مطلب صحیح طور پر ثابت وواضح ہوگا، والله تعالی اعلم بالصواب وهو یلهم الصواب۔

العبد اسماعیل بھڑکودروی

خادم افتاء دارالعلوم کنتھاریہ

وخادم حدیث جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

۲۸/صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۹/مارچ ۲۰۰۶ء

مظاہر علوم سہارنپور کی تصدیق

جواب صحیح اور منقح ہے، قربانی واجبات موقتہ میں سے ہے، اور واجبات موقتہ کا وجوب قبل الوقت نہیں ہوتا۔ اور فقہاء کی مشہور عبارت ''والمعتبر مکان الاضحیة لا مکان من علیه'' الخ ''شہری اور دیہاتی کا فرق تقدیم صلوۃ عید میں ہے، ورنہ جو وقت شہری کے لئے وہی وقت دیہاتی کے لئے ہے، اور قربانی صحیح ہونے کے لئے اس وقت کا محقق ہونا ضروری ہے:

(قوله واول وقتها بعد الصلوة) وفيه تسامح اذ التضحية لا يختلف وقتها بالمصر وغيره، بل شرطها فأول وقتها فى حق المصرى والقروى طلوع الفجر الا انه شرط للمصرى تقديم الصلوة عليها'' (شامی: ۲۰۲/۵)

العبد محمد: طاہر عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: مقصود

دار العلوم دیوبند کی تصدیق

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ	محمود حسن غفرلہ، بلند شہری	زین الاسلام قاسمی، الہ آبادی
مفتی دار العلوم دیوبند	مفتی دار العلوم دیوبند	نائب مفتی دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہم کی تصدیق وتائید

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب صحيح، والمؤيدون مصيبون: مضحی پر نفس وجوب کے بعد ہی قربانی صحیح ہوگی،

اور’’ المعتبر مکان الاضحیة ‘‘ کی رو سے جہاں جانور قربان کیا جا رہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے، پس اگر سعودیہ میں ۱۳؍ذی الحجہ ہو جائے اور ہندوستان میں ۱۲؍ ذی الحجہ ہو تو سعودیہ میں قربانی نہیں ہوسکتی، کیونکہ مکان اضحیہ میں قربانی کا وقت ختم ہو گیا ہے، جبکہ یہ بھی شرط ہے۔ واللہ اعلم حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۴۲۸/۴/۵ھ

مذکورہ فتوی میں گجرات کے جن مفتی صاحب کے اختلاف کا ذکر ہے وہ قربانی میں نفسِ وجوب اور وجوبِ ادا کو علیحدہ علیحدہ مانتے ہیں، اور نفس وجوب کا سبب غنا (مالداری) کو قرار دیتے ہیں، اور وجوبِ ادا کا سبب وقت کو گردانتے ہیں، جیسے زکوۃ اور صدقۃ الفطر میں یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، حالانکہ زکوۃ میں مالکِ نصاب ہونے کے بعد کئی سالوں کی زکوۃ مقدم ادا کی جاسکتی ہے، اور صدقۃ الفطر میں’’ رأسٌ یَمُونُهُ وَیَلِیْ عَلَیْه ‘‘ (وہ ذات جس کا خرچہ آدمی برداشت کرتا ہے اور جس کی سرپرستی کرتا ہے) کے تحقق کے بعد متعدد سالوں کا صدقۂ فطر پیشگی ادا کیا جاسکتا ہے۔ اور نماز، روزے میں یہ چیزیں ساتھ ہیں، خطابِ خداوندی سے نفس وجوب آتا ہے، اور وقت وجوبِ ادا کا سبب ہے، چنانچہ ظہر کا وقت ہونے کے بعد ایک ہی ظہر ادا کی جاسکتی ہے، متعدد ظہر کی نمازیں ادا نہیں کی جاسکتیں۔ قربانی میں بھی یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ ہیں، قربانی کا وقت شروع ہونے کے بعد خطابِ خداوندی متوجہ ہوتا ہے اور اس سے نفسِ وجوب آتا ہے، اس لئے جب تک قربانی کرنے والے پر قربانی کا وقت نہیں آئے گا اور اس کی طرف خطابِ خداوندی متوجہ نہیں ہوگا، اس کی طرف سے قربانی کرنا درست نہیں۔

اور دوسری صورت میں مکانِ اضحیہ کا بھی اعتبار ہوگا، یعنی جہاں جانور ذبح کیا جارہا ہے وہاں قربانی کا وقت باقی ہونا ضروری ہے، اگر قربانی کے ایام گذر گئے ہیں تو قربانی درست نہیں ہوگی، اگرچہ قربانی کرنے والے کی جگہ ابھی ایام قربانی چل رہے ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم حدیث دارالعلوم دیوبند

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۵/جولائی ۲۰۱۰ء

(فتاوی رحیمیہ ص ۴۲۴ ج ۵، مکتبۃ الاحسان دیوبند)

حضرۃ الاستاذ مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری کا مدظلہم کا فتوی

بیرون ممالک میں رہنے والے وہ احباب جن کے مقام رہائش پر قربانی کا دن اور وقت دیر سے شروع ہوتا ہے' وہ حضرات ایسے دور کے مقام پر کہ جہاں قربانی کا دن اور وقت جلدی شروع ہوتا ہے، کسی شخص یا ادارہ کو اپنی قربانی ذبح کرنے کا وکیل بناتے ہیں تو اس دوسرے مقام کے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مقام پر جب تک قربانی کا دن شروع نہ ہو وہاں تک ان لوگوں کی قربانی کا جانور ذبح نہ کریں، اگر کریں گے تو درست نہیں ہوگی، البتہ اسی مقام پر دن تو شروع ہو چکا ہے اور قربانی کے جانور کے مقام پر دن اور وقت دونوں شروع ہو چکے ہیں جیسا کہ شہر اور دیہات کے باشندوں کی مثال میں اوپر لکھا جا چکا ہے تو قربانی درست ہوگی، فقط واللہ تعالی اعلم۔

املاہ: العبد احمد خانپوری

۲۳/ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ

(ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ، فروری ۲۰۰۵)

دارالعلوم کراچی کا فتوی اور اکابر دارالعلوم کی تصدیقات

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ادا کا اعتبار اس وقت ہوگا جب اس عمل سے پہلے مکلّف کے ذمہ نفس وجوب ہو چکا ہو..... کیونکہ وجوب سے قبل اداء کا اعتبار نہیں، اور نفس وجوب کا تعلق ذمہ مکلّف سے ہوتا ہے، اور ذمہ کا محل مکلّف ہے، مال نہیں، لہذا نفس وجوب میں مکلّف (فاعل) کے محل کا اعتبار ہوگا، اور نفس وجوب کا سبب یوم نحر ہے...... لہذا نفس وجوب میں یہ دیکھا جائے گا کہ جہاں مضحی (قربانی کرنے رکرانے والے) رہ رہا ہے وہاں یوم نحر ہو چکا ہے یا نہیں، اگر یوم نحر ہو چکا ہے تو نفس وجوب ہو گیا، اب اگر دیگر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں خود قربانی کرے یا اس کی اجازت سے دوسرا کوئی آدمی کرے تو دونوں صورتوں میں یہ قربانی شرعا ادا ہو جائے گی۔

لیکن مضحی (جہاں رہ رہا ہے وہاں یوم نحر اگر نہیں تو جس طرح اس وقت یہ خود قربانی نہیں کرسکتا، اسی طرح اس کی طرف سے کوئی اور بھی نہیں کرسکتا، اگر چہ وکیل (دوسرے شخص) کے شہر یا ملک میں یوم نحر شروع ہو چکا ہو۔

اس تفصیل سے یہ بات بالکل صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ اگر کوئی شخص مثلا پاکستان میں رہ رہا ہے اور وہ اپنی قربانی مثلا افغانستان میں کراتا ہے تو نفس وجوب کے وقت میں پاکستان کا اعتبار ہوگا، لہذا افغانستان میں پاکستان سے ایک دن پہلے عیدالاضحیٰ ہوئی اور اس پاکستانی کا جانور افغانستان میں پہلے دن ذبح ہوا تو یہ قربانی شرعا نہیں ہوگی۔

اس لئے دوسرے ممالک میں قربانی کرانے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے وکیلوں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ ہمارے جانور کو اس دن ذبح کریں جس دن ہمارے یہاں بھی ایام نحر میں سے کوئی دن ہو۔

اہل برطانیہ کی قربانی ہندوپاک میں جب تک برطانیہ میں صبح صادق طلوع نہ ہو وہاں تک درست نہیں

مذکورہ بالا اصول سے ضمناً ایک اور مسئلہ کا حکم بھی معلوم ہوا، اور وہ یہ کہ مثلاً برطانیہ کا وقت پاکستان کے وقت سے پانچ گھنٹے پیچھے ہے، مثلاً پاکستان میں صبح ساڑھے چھ بج رہے ہیں تو اس وقت برطانیہ میں رات کا ڈیڑھ بج رہا ہوتا ہے، لہذا اگر ایک آدمی برطانیہ میں رہ رہا ہے اور وہ اپنی قربانی پاکستان میں کراتا ہے، تو جب تک برطانیہ میں یوم نحر کی صبح طلوع نہ ہو اس وقت تک اس کا جانور پاکستان میں ذبح کرنا درست اور معتبر نہیں، لان نفس الوجوب لم یتحقق فی ذمته کما مر، واللہ تعالی اعلم وعلمه اتم واحکم۔

عصمت اللہ عصمہ اللہ

۱۴۲۰/۸/۱۵ھ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ	محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ	بندہ عبد الرؤف عفی عنہ	احقر محمود اشرف عفی عنہ
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
اصغر علی ربانی	محمد کمال الدین راشدی	محمد عبد اللہ غفرلہ	محمد عبد المنان عفی عنہ

(عربی عبارتوں وحوالوں کے لئے دیکھئے! ماہنامہ 'البلاغ'' کراچی، بابت: رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

اصیل کے یہاں قربانی کے دن ختم ہو چکے ہوں اور وکیل کے یہاں باقی ہوں تو؟

دار العلوم کے مذکورہ فتوی کی اس عبارت ''دوسرے ممالک میں قربانی کرانے والوں پر

واجب ہے کہ وہ اپنے وکیلوں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ وہ ہمارے جانوروں کو اس دن ذبح کریں جس دن ہمارے یہاں بھی ایام نحر میں سے کوئی دن ہو' پر یہ اشکال ہوا کہ آپ کے فتوی سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ اگر کسی کی قربانی کا جانور دوسرے ملک میں جس وقت ذبح کیا گیا اس وقت وہاں قربانی کا آخری دن تھا، لیکن قربانی کرانے والے کے یہاں قربانی کے ایام ختم ہو چکے تھے، مثلا برطانیہ میں جمعرات کو عید الاضحیٰ تھی، اور ہندو پاک میں جمعہ کو ہوئی، اب برطانیہ والے کی قربانی ہندو پاک میں اتوار کو کی جائے تو قربانی صحیح ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ برطانیہ میں قربانی کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ اس کا جواب دار العلوم کراچی سے یہ موصول ہوا:

الجواب، حامدا ومصلیا:...... صورت مذکورہ میں چونکہ قربانی نفس وجوب کے بعد ہوئی اور جہاں جانور ذبح ہوا وہاں یوم نحر تھا، اس لئے قربانی صحیح ہوگی۔ باقی ماہنامہ ''البلاغ'' میں تحریر کردہ جواب ایک خاص صورت سے متعلق ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نفس وجوب سے قبل وکیل کا ایام نحر میں جانور ذبح کرنا، اور چونکہ یہ صورت ناجائز تھی، اس لئے جواب میں یہ بات تحریر کی گئی کہ: ''دوسرے ممالک میں قربانی کرانے والوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے وکیلوں کو اس بات کا پابند بنائیں کہ ہمارے جانور کو اس دن ذبح کریں جس دن ہمارے یہاں بھی ایام نحر میں سے کوئی دن ہو' اس عبارت سے بظاہر اگر چہ آپ کی تحریر کردہ صورت کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ صورت مراد نہیں ہے۔ باقی اس بات کی کوشش کرنا بہتر ہے کہ قربانی کرانے والے (یعنی اصیل) کے یہاں بھی اور قربانی کرنے والے (یعنی وکیل) کے یہاں بھی ایام نحر میں سے کوئی دن ہو، واللہ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: احقر محمود اشرف غفرلہ　　　　محمد معاذ عفی عنہ

قربانی کے دن گذر گئے اور رقم رہ گئی تو وکیل خود صدقہ کر سکتا ہے؟

سوال:……ایک ادارہ نے قربانی کا اشتہار دیا' اس پر زید نے قربانی کی رقم اور نام ادارہ کے ذمہ دار کے علاوہ دوسرے شخص کو دے دیا کہ یہ پیسے ادارہ کے ذمہ دار کو پہنچا دینا، مگر اس سے بھول ہوگئی اور وہ قربانی کی رقم ادارہ کے ذمہ دار کو دینا بھول گیا، اب اس کا کیا حل ہے؟ کیا ادارہ کے ذمہ دار حضرات پیسے دینے والے کو اطلاع کئے بغیر اس کی رقم صدقہ کر سکتے ہیں یا اسے اطلاع دینا ضروری ہے؟ اگر اطلاع دینے میں فتنہ کا خوف ہو اور ادارہ کا نقصان ہوتا ہو تو کیا' کیا جائے؟ قربانی واجب ہو تو کیا حکم ہے؟ اور نفلی ہو تو کیا حکم ہے؟ کیا دونوں صورتوں میں پیسے دینے والے کو اطلاع کرنا ضروری ہے؟ کیا ادارہ کو نقصان اور دشمنوں کی شرارت سے بچانے کے لئے کوئی ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ پیسے دینے والے کو اطلاع بھی نہ کی جائے اور اس کی رقم بھی کسی مصرف میں ادا ہو جائے اور قربانی بھی ذمہ میں نہ رہے؟

مرغوب احمد لاجپوری

۵/محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴/جنوری ۲۰۰۷ء، بروز چہار شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون ملھم الصواب:…… صورت مسئولہ میں جس شخص کو زید نے قربانی کے واسطے ادارہ کے ذمہ دار کو پہنچانے کے لئے رقم دی تھی وہ زید کا وکیل ہے، اس لئے ایام قربانی گزر جانے کے بعد مذکورہ رقم ادارہ یا ذمہ دارانِ ادارہ کو دینا اس کے لئے جائز نہیں ہے، بلکہ اب اس پر واجب ہے کہ یہ رقم زید کو واپس لوٹائے ، خواہ یہ رقم واجب قربانی کے واسطے تھی یا نفل قربانی کے واسطے۔

خیال رہے کہ صورت مسئولہ میں ادارہ یا ذمہ داران مدرسہ کا اس میں کوئی قصور و کوتاہی

نہیں، لہذا اگر کوئی شخص ادارہ یا ذمہ داران ادارہ کو قصوروار یا ذمہ دار سمجھے گا تو وہ غلطی پر ہوگا۔ نیز وکیل سے بھی اگر واقعۃً بھول جانے کی وجہ سے ایسا ہوا تو شرعاً وہ بھی معذور ہے۔
صورت مسئولہ میں زید کو اطلاع کئے بغیر اس رقم میں تصرف کی کوئی بے غبار صورت بظاہر نظر نہیں آرہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ احقر شاہ محمد تفضّل علی

جواب صحیح ہے

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۴۲۸/۲/۲۷ھ

صورت مسئولہ میں جامعہ خیر المدارس، ملتان کا جواب

از: حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم

بخدمت حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب دام مجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

مزاج گرامی۔ آنجناب کی طرف سے دو عدد استفتاء: بعنوان (۱) کرسی پر نماز کا شرعی حکم، (۲) وکیل بالاضحیہ قربانی کے ایام میں اگر قربانی نہ کرے تو بعد میں اس رقم کا کیا کرے؟ موصول ہوئے۔ بندہ کے ناقص فہم میں جو کچھ آیا پیش خدمت ہے۔ ہماری تحریر کے بارے میں اگر رائے عالی معلوم ہو جائے تو عین نوازش ہوگی۔ اعمال صالحہ حصول رضا اور حسن خاتمہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ والسلام:

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

۱۴۳۵/۶/۳ھ

الجواب:......صورت مسئولہ میں مسمی ناصر نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، بالخصوص جبکہ ملک کے اطراف میں قربانی اور اس کے جانور کی آمد و رفت ہیئت مذکرہ بھی موجود ہے، ایسے وقت یاد نہ رہنا یا یاد نہ رکھنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہماری ناقص رائے میں قربانی کی کل رقم کا تصدق کر دینے سے بھی مؤکلین کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، کیونکہ مذکورہ رقم کی واپسی کی صورت میں مؤکلین کو بھی یہی حکم ہے کہ وہ اس رقم کا تصدق کریں۔

''فاذا فات الوقت يجب عليه التصدق اخراجا له عن العهدة كالجمعة تقضى بعد فواتها ظهرا' والصوم بعد العجز فدية''۔(ہدایہ،ج:۴،صفحہ:۴۴۶)

نیز مؤکل کا قربانی کی رقم وکیل کے حوالہ کرنے سے مقصد قربانی کے حکم سے ذمہ کا فراغ ہے، اور وہ فراغ ایام اضحیہ میں بصورت اراقۃ الدم ہے اور ایام قربانی کے گذر جانے کے بعد رقم کا تصدق ہے، اس لئے بھی تصدق کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ نیز مقصد حاصل ہو جانے کی صورت میں وکیل کی قدرے مخالفت قابل برداشت معلوم ہوتی ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے شراء اضحیہ کے مشہور واقعہ میں ان کا ایک دینار کی اضحیہ خریدنے کے بعد اسے دو دینار کا فروخت کرنا بظاہر توکیل کے خلاف تھا (اسی وجہ سے امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس پر ''باب المضارب يخالف'' کا ترجمۃ الباب قائم کیا) اس کے باوجود حضور ﷺ نے اسے جائز رکھا اور تجارت میں برکت کی دعا دی۔ اسی طرح صورت مسئولہ میں گو کسی درجہ میں موکلین کے حکم کی خلاف ورزی ہے لیکن مقصد (برائت ذمہ) حاصل ہو جانے کی وجہ سے اسے ایسی مخالفت قرار نہ دیں گے جو حکم توکیل کے خلاف ہو۔

''عن حكيم بن حزام رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث

معه بدينار ليشترى له اضحية فاشتراها بدينار و باعها بدينارين فرجع فاشترى اضحية بدينار و جاء بدينار الى النبى صلى الله عليه وسلم فتصدق به النبى صلى الله عليه وسلم ودعا له ان يبارك له فى تجارته''۔

(السنن الكبرى للبيهقى ، باب المضارب يخالف)

''فتصدق به النبى صلى الله عليه وسلم ''حضور پاک ﷺ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے دیئے ہوئے اس دینار کو جوصدقہ کر دیا اس کی وجہ دینار کا اضحیہ اور تقرب الی اللہ کے لئے متعین ہونا تھی۔''امر بتصدقه لكونه حصل بربح دينارٍ نوى صرفه فى سبيل الله بطريق الاضحية يعنى انه قد خرج عنه للقربة لله تعالى فى الاضحية فكره اكل ثمنها''۔

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ، آخر باب العتيرة، جلد:۵/صفحہ:۲۴۵)

اسی طرح زیر بحث صورت میں مذکورہ تمام رقم کا تصدق ضروری ہے، گائے کے ایک حصہ کے بقدر تصدق کافی نہیں، فقط واللہ اعلم

بندہ: محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

۹/۵/۱۴۳۵ھ

احادیث النّبویّة

فی ایّام الاضحیّة

اس مختصر رسالہ میں احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کیا گیا ہے کہ قربانی کے ایام تین دن ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے کی ممانعت

عن ابن عمر رضی الله عنه: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا یاکل احدکم من لحم اضحیته فوق ثلاثة ایام۔

(ترمذی شریف، باب فی کراهیة اکل الاضحیة فوق ثلاثة ایام ، ابواب الاضاحی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھائیں۔

آپ ﷺ نے ایک سال یہ اعلان کرایا تھا کہ تین دن کے بعد کوئی قربانی کا گوشت نہ کھائے، کیونکہ مدینہ منورہ میں باہر سے بہت سے مسلمان آگئے تھے، پس آپ ﷺ نے چاہا کہ سب کو گوشت پہنچے، مگر آئندہ سال بھی صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے اس پر عمل کیا تو آپ ﷺ نے پھر اعلان کرایا کہ: ایام قربانی کے بعد بھی قربانی کا گوشت کھا سکتے ہیں، اور پہلے اعلان کی وجہ سمجھائی کہ یہ مصلحت تھی، مسئلہ نہیں تھا۔ (تحفۃ الالمعی ص۴۴۲ ج۴)

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے آپ لوگوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے روکا تھا تاکہ باحیثیت لوگ ان لوگوں پر وسعت کریں جن کے پاس قربانی کی وسعت نہیں ہے، یعنی قربانی کرنے والے تین دن تک کھانے کے بقدر گوشت روک کر زائد گوشت غرباء میں تقسیم کریں، مگر چونکہ یہ مصلحت باقی نہیں رہی، اس لئے وہ حکم ختم، اب جب چاہیں کھائیں، کھلائیں اور ذخیرہ کریں۔

حضرت عابس (رحمہ اللہ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ ﷺ قربانی کے گوشت سے (ایام قربانی کے بعد) منع کیا کرتے تھے؟ صدیقہ رضی

اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں، البتہ ایک سال ایسا ہوا کہ قربانی کرنے والے کم تھے، اس لئے آپ ﷺ نے چاہا کہ قربانی کرنے والے قربانی نہ کرنے والوں کو کھلائیں، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم بکری کے کھر اٹھا کر رکھ دیتے تھے اور ایام قربانی کے دس دن کے بعد (جب سارا گوشت نمٹ جاتا تھا) کھاتے تھے۔

(ترمذی شریف، باب فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث ، ابواب الاضاحی ، تحفۃ الالمعی ص۴۴۲ ج۴)

اس حدیث سے بھی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ قربانی تین سے زیادہ جائز نہیں، اس لئے کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے سے منع فرمایا، چونکہ سب تک قربانی کا گوشت پہنچانا تھا، اور قربانی کا دستور تین دن تک ہی تھا، اس لئے ممانعت بھی تین دن ہی کی فرمائی، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

(۱):......عن علی رضی الله عنه قال : الاضحی یومان بعد یوم الاضحی۔

(السنن الکبری للبیهقی ص۲۹۷ ج۹، باب من قال الاضحی یوم النحر و یومین بعده)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قربانی عید کے بعد دو دن تک ہے۔

(۲):......عن علی رضی الله عنه قال: النحر ثلا ثة ایام ، افضلها اولها۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نحر تین دن تک ہے، لیکن پہلا دن افضل ہے۔

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ان الفاظ سے منقول ہے: ’’ ایام النحر ثلاثة ایام ، اولهن افضلهن ‘‘۔ (عمدۃ القاری ص۱۴۸ ج۲۱۔ مؤطا امام مالک ص۴۸۷ ج۲، باب ذکر ایام الاضحی ، کتاب الضحایا)

ابن عبد البر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح نقل کی ہے کہ: ایام

معدودات یوم نحر ہے اور دو دن اس کے بعد، ان میں جب چاہو ذبح کرو لیکن پہلا دن افضل ہے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال : الایام المعدودات: یوم النحر و یومان بعدہ ، اذبح فی ایھا شئت وافضلھا اولھا۔

(اوجز المسالک الی موطا مالک ص۲٦۳ ج۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس طرح کی روایت توقیفی ہی ہوسکتی ہے اس میں رائے کو دخل نہیں۔ قال الطحاوی : مثل ھذا لا یکون رأیا فدل انہ توقیف۔ (حوالہ بالا)

(۳):......عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنھما قال : الاضحی یومان بعد یوم الاضحی ، وقال : وبلغنی عن علی بن ابی طالب مثلہ۔ (حوالہ بالا)

(۴):......عن انس رضی اللہ عنہ قال : الذبح بعد النحر یومان۔ (حوالہ بالا)

(۵):......عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ : انما النحر فی ھذہ الثلاثۃ الایام۔

(اعلاء السنن ص۲۳۲ ج۱۷، باب ان الاضحیۃ یومان بعد یوم الاضحی، ادارۃ القرآن، کراچی)

(٦):......عن ابن عباس رضی اللہ عنھما : ایام النحر ثلاثۃ ایام۔ (حوالہ بالا)

(۷):......عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: ما ذبحت یوم النحر والثانی والثالث فھی الضحایا۔ (حوالہ بالا)

(۸):......عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ : الاضحی ثلاثۃ ایام۔ (حوالہ بالا)

ان تمام آثار کا خلاصہ یہی ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں۔ پانچویں اور ساتویں روایت میں تو من وجہٍ حصر ہے کہ ان تین ہی ایام میں قربانی ہوگی، یعنی ان کے علاوہ ایام میں قربانی نہیں ہوگی۔

قربانی کے چار دن کے قائلین کے دلائل اوران کے جوابات

((کل ایام التشریق ذبح))

(۱):......آپ ﷺ کا ارشاد حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں: کل ایام التشریق ذبح۔(زادالمعاد ص۳۱۸ ج۲)

یعنی ایام تشریق سب کے سب ایام ذبح ہیں۔

اس حدیث سے استدلال درج ذیل وجوہ سے صحیح نہیں:

پہلا یہ کہ:...... یہ حدیث صحیح نہیں، ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الحدیث منقطع لا یثبت وصلہ'' یعنی یہ حدیث منقطع ہے، آپ ﷺ تک اس کا موصول ہونا ثابت نہیں۔

اہل حدیث حضرات تو ہر بات میں صحیح حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، یہاں خود ان کے بڑے امام کی صراحت ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔

ایام تشریق ایام ذبح ہیں تو پھر نویں کو بھی قربانی جائز ہونی چاہئے

دوسرے یہ کہ:......اس حدیث سے استدلال کرنا ہو تو پھر ان کو پوری حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایام تشریق قربانی کے دن ہیں، اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ ایام تشریق ذی الحجہ کی نو تاریخ ہی سے شروع ہو جاتے ہیں، پس اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ نویں تاریخ سے قربانی شروع ہو، مگر کسی اہل حدیث کا اس پر عمل نہیں۔

دور صحابہ میں تمام مراکز اسلام کا فتوی تین دن کا تھا

دور صحابہ میں تمام مراکز اسلام: مکہ مکرمہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما، مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، بصرہ میں حضرت انس رضی

اللہ عنہ تین دن ہی پر فتوی دیتے تھے، کہیں بھی کسی نے منکر روایت کا سہارا لے کر اس فتوی کی مخالفت نہیں کی۔

مگر چار دن تک قربانی کے جواز کے قائلین حضرات نے ایک منکر حدیث کا سہارا لے کر کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں'' یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں۔ یہ مضمون تقریبا چودہ صحابہ نے روایت فرمایا ہے۔

جبیر بن مطعم کی روایت علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی صحیح نہیں

اس کے خلاف حضرت جبیر بن مطعم کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسی الاشدق نے غلطی سے کھانے کے بجائے لفظ ''ذبح'' بیان کر دیا۔ غیر مقلدین میں سے جو علم حدیث سے معمولی مناسبت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو صحیح نہیں مانتے، چنانچہ ان کے سابقہ مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (فتاوی علماء حدیث ص ۱۷۸ ج ۱۳)

اور سابق امیر جماعت اہل حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں کہ: اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔ (فتاوی علماء حدیث ص ۱۶۹ ج ۱۳)

اور دوسری جگہ تو غصے میں فرماتے ہیں:

''بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیر بن مطعم کی حدیث اور اس پر جرح میں صرف کر دیتے ہیں، حالانکہ جبیر بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیاد نہیں''۔

(فتاوی علماء حدیث ص ۱۷۱ ج ۱۳)

اور خود چار دن قائلین حضرات کے اکابر بھی قربانی میں تاخیر کو پسند نہیں فرماتے ہیں، جس کو پہلے دن قربانی میسر ہو اور وہ نہ کرے اور قربانی کو باندھ رکھے، اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔ (فتاوی برکاتیہ ص ۲۵۵)

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ:

جس طرح اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے آخر وقت نماز پڑھنے کی عادت بنالیں تو نماز تو ہوجائے گی، لیکن منافقانہ نماز ہوگی۔ (فتاوی علمائے حدیث ص ۱۶۷ ج ۱۳)

(اس طرح قربانی بھی اول دن میں ہونی چاہئے)۔ (فتاوی بینات ص ۶۰۲ ج ۴)

(۲):......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے:

''ایام النحر یوم الاضحی و ثلاثة ایام بعده''۔ (زادالمعاد ص ۳۱۹ ج ۲)

یعنی قربانی کے چار روز ہیں ایک روز عید کا اور تین روز اس کے بعد کے۔

جبیر بن مطعم کی روایت علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی صحیح نہیں

چار دن والی روایت پر اہل حدیث کی خدمت میں چند گذارشات

نواب صاحب کے نزدیک صحابی کا قول حجت نہیں

اس سلسلہ میں پہلی گذارش یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور صحابی کا قول اہل حدیث کے یہاں حجت نہیں۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی تحریر فرماتے ہیں:

''وقول الصحابی لا تقوم به حجة''۔ (الروضۃ الندیۃ ص ۱۴۱ ج ۱)

یعنی صحابی کے قول سے حجت قائم نہیں ہوتی ہے۔

تو جب صحابی کے قول سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے اور معرض استدلال میں صحابی کا قول اہل حدیث کے یہاں مردود ہے، تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو دلیل بنانا کیسے جائز ہوگا؟

کچھ اہل حدیث احناف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ: حدیث میں قربانی کے ایام چار روز ہیں، لہذا تمہارا عمل تین دن کا حدیث کے خلاف ہے۔

مقلد سے حدیث کا مطالبہ تعجب خیز ہے۔قربانی کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں، پھر حضرات اہل حدیث قربانی کیوں کرتے ہیں؟

اہل حدیث حضرات کی خدمت میں پہلی درخواست تو یہ ہے کہ ہم تو مقلد ہیں ہم سے حدیث کا مطالبہ کرنا ہی فضول ہے۔دوسری یہ کہ: قربانی کے ایام کتنے ہیں؟ یہ مسئلہ تو الگ ہے، ہمارے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اہل حدیث حضرات قربانی کرتے ہی کیوں ہیں؟اس لئے قربانی کی فضیلت کے سلسلہ میں ان کے اکابر کے بقول کوئی صحیح حدیث ہی نہیں ہے، اوراہل حدیث حضرات کا توعمل (بقول ان کے،حقیقت بھی ایسی ہے یانہیں، یہ علیحدہ بحث ہے) ہمیشہ صحیح حدیث ہی پر ہوتا ہے۔مشہور غیر مقلد عالم اور محدث مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری تحریرفرماتے ہیں:

”قال ابن العربی فی شرح الترمذی : لیس فی فضل الاضحیة حدیث صحیح ، قلت : الامر کما قال ابن العربی“۔(تحفۃ الاحوذی ص۳۵۳ ج۲)

یعنی ابن عربی رحمہ اللہ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے کہ: قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے۔میں کہتا ہوں (یعنی مولانا مبارک پوری فرماتے ہیں) کہ:بات وہی ہے جوابن عربی رحمہ اللہ نے کہی۔

جب بات وہی ہے جوابن عربی رحمہ اللہ نے فرمائی،یعنی قربانی کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے،تو اہل حدیث کے یہاں قربانی کا عمل یقیناً باعث تعجب ہے، پس اولاتو اہل حدیث حضرات یہ بتلائیں کہ وہ قربانی کیوں کرتے ہیں؟ ثانیاغیر صحیح حدیث پرعمل کے جواز کے بارے میں کون سی صحیح حدیث ہے؟

رہی بات اہل حدیث حضرات صرف احناف ہی سے کیوں نالہ ہے،کیا تین روزقربانی

کا مسئلہ صرف احناف کا ہے یا یہی مذہب جمہور کا بھی ہے؟ قربانی کے ایام کے بارے میں جو مسلک احناف کا ہے وہی امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا بھی ہے، اور صحابۂ کرام میں یہی مسلک حضرت عمرؓ حضرت علیؓ وحضرت ابن عمرؓ وحضرت ابن عباسؓ وحضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی ہے۔ ''المغنی لابن قدامۃ'' حنبلی مذہب کی مشہور کتاب ہے، اس میں ہے:

''ایام النحر ثلاثۃ : یوم العید و یومان بعدہ ، وھذا قول عمر و علی و ابن عمر و ابن عباس و ابی ھریرۃ و انس (رضی اللہ عنھم) قال احمد: ایام النحر ثلاثۃ عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، وھو قول مالک و الثوری و ابی حنیفۃ (رحمھم اللہ)''۔ (المغنی ص۹۳۸ ج۸)

یعنی قربانی کے تین دن ہیں، عید کا دن اور دو دن اس کے بعد، اور یہی قول حضرت عمرؓ حضرت علیؓ وحضرت ابن عمرؓ وحضرت ابن عباسؓ وحضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا بھی ہے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ: قربانی کے تین دن ہیں اور یہی بہت سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے، اور یہی قول امام مالک امام ثوری اور امام ابو حنیفہ (رحمہم اللہ) کا بھی ہے۔ کیا اہل حدیث حضرات ان اجل صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں حدیث کے خلاف عمل کا فتوی صادر فرمائیں گے؟ (ارمغان حق ص۵۹ ج۱)

آج کے اہل حدیث حضرات بات بات میں امام بخاری رحمہ اللہ کا نام لیتے ہیں، اور قربانی کے ایام کے مسئلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ کو بالکل چھوڑ دیا، اس لئے کہ امام بخاریؒ ابن سرینؒ داؤد ظاہری اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ کے نزدیک قربانی کا صرف ایک دن ہے: یوم النحر ۔ (عمدۃ القاری ص۱۴۸ ج۲۱)

ان حضرات کی دلیل ''بخاری شریف'' کی روایت کے الفاظ: ''الیس یوم النحر ؟ قلنا : بلی'' (بخاری شریف،باب: من قال : الاضحی یوم النحر، کتاب الاضاحی)

اس میں ''یوم'' کو ''نحر'' کی طرف مضاف کیا ہے،اور ''النحر'' میں الف لام جنس کا ہے،یعنی نحر کا صرف ایک دن ہے۔(عمدۃ القاری ص۱۴۷ ج۲۱)

لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نحر سے نحر کامل مراد ہے، لام کمال کے لئے بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے۔(عمدۃ القاری ص۱۴۸ ج۲۱۔کشف الباری ص۳۳۱)

ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ کچھ اہل حدیث حضرات احناف کی ضد میں جان کر پہلے دن قربانی نہیں کرتے اور چوتھے دن قربانی کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم مسئلہ کی وضاحت اور اشاعت کے لئے یہ عمل کر رہے ہیں، جبکہ قربانی پہلے دن افضل ہے۔آپ حضرات چار دن کے جواز میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں، چار دن کی بھی اور تین دن کی بھی، مگر پہلے دن قربانی کا افضل ہونا بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے، اب آپ حضرات اس افضلیت کو کیوں ترک کرتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر ہے: '' ایام النحر ثلاثۃ ایام ، اولھن افضلھن''۔

(عمدۃ القاری ص۱۴۸ ج۲۱۔مؤطا امام مالک ص۴۸۷ ج۲، باب ذکر ایام الاضحی ، کتاب الضحایا)

قربانی کے ایام میں سات مذاہب

آخر میں اس بات کی وضاحت بھی مفید ہے کہ قربانی کے ایام میں مجموعی طور پر سات مذاہب ہیں:

(۱):......قربانی کا فقط ایک دن ہے یوم نحر، یہ مذہب داؤد (ظاہری) اور ابن سیرین رحمہما اللہ کا ہے اور یہی مذہب امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی ہے، کما مر۔

(۲):......قربانی کے تین دن ہیں، یہ مذہب ائمۂ ثلاثہ وغیرہ کا ہے۔

(۳):......قربانی کے چار دن ہیں، یہ مذہب امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔

(۴):......قربانی کے سات دن ہیں، یوم نحر اور اس کے بعد چھ دن، یہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(۵):......قربانی کے دس دن ہیں، ابن التین سے اس طرح منقول ہے۔

(۶):......ذی الحجہ کے آخر تک، یہ ابن حزم کا مذہب ہے۔

(۷):......شہروں میں ایک دن اور منی میں تین دن، یہ قول سعید بن جبیر اور جبیر بن زید کا ہے۔ (اوجز المسالک الی مؤطا مالک ص ۲۶۲ ج ۹، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

''الیواقیت الغالیہ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ'' سے ایام قربانی کے متعلق تین سوالات اور ان کے جوابات

قربانی کے ایام کے بارے میں تین سوالات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم سے کیئے گئے تھے، وہ اور ان کے مختصر جوابات کا یہاں نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا، مکمل جوابات اور عبارتیں وغیرہ کے لئے اصل کتاب کا مطالعہ مفید ہے۔

کیا قربانی کرنے کا صرف ایک ہی دن ہے، دوسرا آرام کرنے کا ہے؟

سوال:......کیا قربانی کرنے کا صرف ایک ہی دن ہے، دوسرا آرام کرنے کا ہے؟

جواب:......بہرحال..... کہیں بھی قربانی فی یوم الحادی عشر کی نفی ہرگز معلوم نہیں ہوتی ہے۔

.......حاصل یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ یوم اول میں قربانی ہوجائے ،لیکن اگر اتفاق سے کوئی نہ کرسکا تو اس کے لئے بعد کے ایام میں اجازت ہے ، بلکہ ایک روایت علامہ سیوطی (رحمہ اللہ) نے ’’خصائص کبریٰ‘‘ میں نقل کی ہے،جس سے یوم القر (قربانی کا دوسرا دن) میں قربانی ثابت ہوتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ قربانی کے چار دن کے قائل یا تین دن کے؟ ابن حجر رحمہ اللہ کا تسامح

سوال:......قد روی ابن ابی شیبۃ من وجہ آخر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما : ان المعلومات یوم النحر وثلاثہ ایام بعدہ ، ورجّح الطحاوی ھذا لقولہ تعالیٰ: ﴿ ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم ﴾الخ۔(فتح الباری ص۲۶۶ ج۲)

ابن ابی شیبہ کی مکمل سند مطلوب ہے، پوری سند تحریر فرمادیں۔

امام طحاوی (رحمہ اللہ) کا بیان طحاوی میں نہیں ملتا، امام طحاوی (رحمہ اللہ) نے جو چار دن کی قربانی کو قرآن کی آیت سے ترجیح فرمائی ہے، یہ بیان امام طحاوی (رحمہ اللہ) کی کونسی کتاب میں ہے؟ اس کتاب کا نام اور صفحہ تحریر فرمادیں۔

جواب:......’’ابن ابی شیبہ‘‘ کی روایت باوجود تتبع بالغ کے نہیں مل سکی، اس لئے کہ جس قدر مطبوعہ نسخے ہیں اس میں نہیں ہے، اور جو نسخہ قلمیہ ہے اس میں بھی نہیں ملی، لیکن ابن کثیر نے سورۃ الحج کی تفسیر (ص ۳/۲۱۷) میں اس کی سند کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

یہ مذہب ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے متعدد علماء نے نقل کیا ہے کہ قربانی یوم النحر کے بعد تین دن تک ہے۔........

لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں یہ مذہب (حضرت) علی ابن ابی طالب

جبیر بن مطعم اور ابن عباس (رضی اللہ عنہم) سے نقل فرمایا ہے۔ اس کے برخلاف ایک جماعت نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے تین دن نقل کیا ہے، یوم النحر اور دو دن اس کے بعد۔......

اسی طرح یہ مذہب ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے حافظ ابن عبد البر اور علامہ موفق' صاحب المغنی (ص۱۱/۱۱۴) ابو الحسن کرخی' صاحب ہدایہ (ص۴۴۶) وغیرہ فقہاء (رحمہم اللہ) نے نقل فرمایا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر قربانی کے تین دن ہے' کا حوالہ

سوال:......عینی جو شرح ہے ''بخاری شریف'' (ص۱۰/۹۰) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ: قربانی کے تین دن ہیں، امام طحاوی نے بسند جید نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ''طحاوی'' میں نہیں ملتا، یہ قول امام طحاوی کی کونسی کتاب میں ہے؟ اس کتاب کی پوری سند تحریر فرمادیں۔

صاحب فتح الباری' طحاوی کے حوالہ سے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کی قربانی چار دن ثابت کرتے ہیں۔ اور علامہ عینی حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے قول سے بحوالہٴ ''طحاوی'' تین دن کی قربانی ثابت کرتے ہیں، اور کتاب ''طحاوی'' میں دونوں قول نہیں ملتے۔

مہربانی فرما کر اپنا قیمتی وقت اس پر خرچ کریں اور اس معمہ کو حل فرمادیں کہ ''فتح الباری'' کی بات صحیح ہے یا علامہ عینی کی؟ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے دونوں قول کی سند مطلوب ہے۔

جواب:......حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے طحاوی کی کس کتاب سے نقل کیا ہے معلوم نہیں

ہوسکا، طحاوی کی کتاب ’’شرح معانی الآثار، شرح مشکل الآثار‘‘ میں یہ مسئلہ سردست نہیں ملا۔

علامہ عینی (رحمہ اللہ) نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ تو ’’احکام القرآن‘‘ تصنیف امام طحاوی (رحمہ اللہ) سے کیا ہے۔ علامہ ابن الترکمانی (رحمہ اللہ) نے ’’جوہر نقی‘‘ میں ’’احکام القرآن‘‘ ہی سے نقل کیا ہے، اور بظاہر عینی کی ’’شرح ہدایہ‘‘ کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابن الترکمانی (رحمہ اللہ) کا اقتدا کیا ہے۔

ظن غالب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) نے تسامح سے کام لیا ہے، کوئی بھی تو طحاوی سے حافظ کے موافق نقل نہیں کرتا ہے، اور احناف کا بیان اس باب میں زیادہ قابل اطمینان ہے، فان صاحب البیت ادری بما فیه۔

حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ) بسا اوقات دوسرے کے اتباع میں ’’طحاوی‘‘ سے کچھ نقل کرجاتے ہیں، لیکن وہ خلاف تحقیق ہوتا ہے۔ (آگے حضرت مدظلہم نے اس کی مثالیں بھی دی ہیں)۔ (الیواقت الغالیہ، ملخصاص ۱۰۱ ج ۱)

جمعہ کے دن نکاح

مستحب ہے

اس رسالہ میں نکاح کے دو مسائل: ''جمعہ کے دن نکاح مستحب ہے'' اور ''شوال میں نکاح'' پر کلام کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

پیش لفظ

صرف برطانیہ ہی میں نہیں یورپ بلکہ اب تو ہندوستان کے کئی شہروں اور قصبوں بلکہ دیہاتوں تک میں سنیچر یا اتوار کو نکاح کا رواج شروع ہو گیا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کے لئے کوئی دن مخصوص نہیں، تمام دنوں میں جائز ہے، اور رخصت و تعطیل کی مجبوری اور دور سے بارات کی آمد کی وجہ سے کوئی سنیچر یا اتوار کو نکاح کرے تو کوئی حرج بھی نہیں۔

جمعہ کے فضائل

لیکن جمعہ کا دن اسلام میں ایک بابرکت دن ہے، اس کے بڑے فضائل اور خصائص احادیث میں آئے ہیں۔ اس دن کو دنوں کا سردار' بڑے مرتبہ کا حامل' عید کا دن بلکہ عید کے دن سے افضل' سب سے بہتر دن' فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت کا دن یہی' اسی دن آپ زمین پر اتارے گئے، اسی دن جنت میں داخل ہوں گے، قیامت کے وقوع کا دن بھی یہی، اس دن میں دعا کی قبولیت کی بشارت، حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زمین پر آمد کا دن، اسی دن ہر مسجد میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اس دن اعمال کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، جمعہ کی نماز کے لئے جلدی جانے والوں کو حج کا ثواب اور جمعہ کے عصر کے منتظر کے لئے عمرہ کا ثواب اسی دن کی خصوصیت ہے، آخرت میں جمعہ کا دن اللہ کی زیارت کا دن ہے، اس دن وفات پانے والے کے لئے قبر سے عذاب کی حفاظت کا وعدہ، شب جمعہ میں سورۂ دخان پڑھنے پر مغفرت کا وعدہ، اس دن میں درود شریف کے ورد کی کثرت مطلوب۔

ان فضائل کی وجہ سے مناسب ہے کہ نکاح جیسا اہم عمل اور آپ ﷺ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی اس سنت کو جمعہ کے دن ادا کیا جائے، اور اس میں عصر

کے بعد کا وقت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت

جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت بطور خاص اہمیت کا حامل ہے: حدیث میں ہے کہ:

(۱)......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ قبولیت کا وقت جس کا جمعہ میں امید وانتظار کیا جاتا ہے' اسے عصر سے لے کر مغرب تک تلاش کرو، اور وہ ایک مٹھی کے برابر ہے۔

(۲)......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن سولہ گھنٹے ہیں' اس میں ایک ایسا وقت ہے جس میں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہو جاتی ہے' اسے آخر وقت عصر کے بعد تلاش کرو۔

(۳)......آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ وقت جمعہ کا جس میں کوئی مؤمن دعا کرتا ہے کسی بھلائی کی تو وہ قبول کی جاتی ہے' وہ عصر کے بعد ہے۔ (شمائل کبریٰ ص ۴۱۹ ج ۸)

(۴)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی (۸۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے تو اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا: ''اللھم صلی علی محمد ن الامی وعلی الہ وسلم تسلیما''۔ (القول البدیع ص ۱۸۹)

اس مختصر مقالہ کا مقصد یہی ہے کہ امت میں یہ مستحب طریقہ زندہ ہو جائے، اور بلا کسی خاص مجبوری کے ہمارے نکاح کی مجلس مسجد میں جمعہ کے دن اور عصر کے بعد منعقد ہو۔

اللہ تعالیٰ اس مختصر مقالہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور مجھے بھی اور ناظرین کو بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

ا رشعبان المعظم ۱۴۳۹ھ، مطابق: ۱۸/اپریل ۲۰۱۸، بدھ

نکاح ہر وقت اور ہر دن جائز ہے

شریعت مطہرہ میں نکاح کے لئے کوئی دن اور کوئی وقت طے نہیں، ہر وقت' ہر دن' ہر مہینے میں جائز ہے، تاہم جمعہ کا دن بابرکت ہے، جمعہ کے فضائل بکثرت احادیث میں آئے ہیں، اس لئے بہتر ہے کہ نکاح بھی جمعہ کے دن ہو۔ فقہاء نے جمعہ کے دن نکاح کو مستحب لکھا ہے، اور صاحب تحفة المحتاج و نهاية المحتاج نے تو مسنون لکھا ہے، بعض ضعیف روایات میں جمعہ کے دن نکاح کے فضائل بھی آئے ہیں:

جمعہ کے دن پانچ اعمال پر وجوب جنت کی بشارت

(۱)......عن ابی امامة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: من صلی الجمعة' و صام یومه' و عاد مریضا' و شهد جنازة' وشهد نکاحا' وجبت له الجنة۔

(مجمع الزوائد ص۳۷۳ ج۴، باب ایّ یومٍ یکون التزویج ، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۷۵۰۹۔

کنز العمال ، خماسیات الترغیب، المواعظ والحکم ، رقم الحدیث:۴۳۵۲۰۔

طبرانی (اوسط) رقم الحدیث:۲۳۴۸)

ترجمہ:......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھی' روزہ رکھا' مریض کی عیادت کی' جنازہ میں شریک ہوا' نکاح کی مجلس میں حاضر ہوا، اس کے لئے جنت واجب ہے۔

فائدہ:...... جب جمعہ کے دن عقد نکاح ہوگا تب نہ اس میں شریک ہوگا اور یہ فضیلت پائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد: جمعہ کا دن نکاح کا دن ہے

(۲)......عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : یوم الأحد یوم غرس وبناء ، ویوم الاثنین یوم السفر، ویوم الثلثاء یوم الدم ، ویوم الأربعاء یوم اخذ ولا عطاء فیه ، ویوم الخمیس یوم دخول علی السلطان، ویوم الجمعة یوم تزویج وباء ة۔

(مجمع الزوائد ص۳۷۳ ج۴، باب ایّ یومٍ یکون التزویج ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۷۵۰۹)

ترجمہ:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر میں ہے کہ: اتوار کا دن رخصتی کا، پیر کا دن سفر کا ،منگل کا دن پچھنا لگانے کا' (خون کا)، بدھ کا دن لینے اور دینے (معاملہ) کا، جمعرات کا دن بادشاہ کے دربار میں جانے کا، اور جمعہ کا دن نکاح کا دن ہے، اور عورتوں سے ملنے کا (شادی شدہ کے لئے)۔

فقہاء ومحدثین کی عبارتیں

(۳)......ویندب اعلانه و تقدیم خطبة و کونه فی مسجد یوم جمعة ، وفی الشامی: قوله:(یوم جمعة) ای وکونه یوم جمعة۔

(شامی ص۶۷ ج۴، مطلب : کثیرا ما یتساهل فی اطلاق المستحب علی السنة ، کتاب النکاح ، مکتبه دار الباز ، مکة المکرمة)

(۴)......ویسن ان یعقد فی یوم الجمعة۔

(تحفة المحتاج و نهایة المحتاج ص۲۵۵ ج۷)

(۵)......وتستحب الخطبة یوم الجمعة بعد العصر۔

(فتاوی البرزلی جامع مسائل الاحکام لما نزل من القضایا بالمفتین والحکام ، للامام ابی القاسم بن احمد المالکی ص۱۸۲ ج۲)

(٦)......ويستحب عقد النكاح يوم الجمعة ، لان جماعة السلف استحبوا ، ذلك منهم سمرة بن حبيب وراشد بن سعيد وحبيب بن عتبة ، ولانه يوم شريف و يوم عيد فيه خلق الله آدم عليه السلام ، والمساية أولى بان ابا حفص روى باسناده عن ابى هريرة رضى اللله عنه :" امسوا بالاملاک ' فانه اعظم للبركة " ولانه اقرب الى مقصوده۔(المغنی ص۴۳۵ ج ۷،دارالکتب العملیۃ)

(۷)......ويستحب عقد النكاح فى المسجد لانه عبادة ' وكونه يوم الجمعة۔

(فتح الباری ص۱۰۲ ج ۳)

(۷)......وينبغى ان يراعى فيه ايضا فضيلة الزمان ليكون نورا على نور' وسرورا على سرور ، قال ابن الهمام رحمه الله : ويستحب مباشرة عقد النكاح فى المسجد يوم الجمعة ، وهو اما تفاؤلا للاجتماع أو توقع زيادة الثواب أو لانه يحصل به كمال الاعلان۔(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۲۸۵ ج ٦ ، باب اعلان النكاح)

(۸)......ولذااستحب له يوم الجمعة لهذه العلة بعينها۔

(اعلاء السنن ص۱۱ ج ۹،کتاب النكاح ، باب استحباب الاعلان بالنكاح ، رقم الحديث:۳۰٦٦)

(۹)......ويستحب ان ينعقد النكاح يوم الجمعة مساء، لحديث ابى هريرة رضى الله عنه مرفوعا:" امسوا بالأملاک ' فانه اعظم للبركة " ولان الجمعة يوم شريف ويوم عيد' والبركة فى النكاح مطلوبة، فاستحب له اشرف الايام طلبا للبركة ، والامساء به ' لان فى آخر النهار من يوم الجمعة ساعة الاجابة۔

(الفقه الاسلامى وادلته ص۱۲۴ ج ۷، المبحث الخامس : مندوبات عقد الزواج ، دار الفكر)

اکابر کے چند فتاوی

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

(۱۰)......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

سوال:......عصر اور مغرب کے درمیان عقد نکاح کرنا خلاف اولی ہے یا نہیں؟

الجواب:......عصر اور مغرب کے درمیان نکاح غیر اولی یا مکروہ نہیں ہے، لعدم دلیل الکراھۃ فی الدر المختار :''ویندب اعلانہ و تقدیم خطبۃ و کونہ فی مسجد یوم جمعۃ'' الخ۔ یوم جمعہ اپنے اطلاق کی وجہ سے تمام یوم کو شامل ہے، بعد عصر کا وقت بھی اس میں داخل ہے۔(فتاوی دار العلوم دیو بند مکمل و مدلل ص ۱۱۸ ج ۷، سوال نمبر:۱۷۸، کتاب النکاح)

''فتاوی دینیہ'' کا فتوی

نوٹ:......فتاوی دینیہ (ص۲۰۰ ج۳) میں ہے:

عصر کے بعد نکاح خوانی رکھنا نہ تو افضل ہے اور نہ مکروہ۔(فتاوی دار العلوم)

بظاہر اس میں تسامح ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی روایت اور بعض اکابر کی عبارتوں سے عصر کے بعد نکاح کا ہونا افضل معلوم ہوتا ہے۔ اور ''فتاوی دار العلوم'' کی عبارت بھی اولی پر دلالت کرتی ہے، اس میں ہے کہ:''عصر اور مغرب کے درمیان نکاح غیر اولی یا مکروہ نہیں ہے''یعنی غیر اولی اور کراہت کی نفی ہے، اور نفی نفی مل کر اثبات ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ: عصر کے بعد نکاح غیر اولی نہیں ہے، یعنی اولی ہے، فتدبر۔

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم کا فتوی

(۱۱)...... بروز جمعہ نکاح کی فضیلت ایک حدیث سے ثابت ہے، لیکن یہ حدیث انتہائی

ضعیف ہے، اس لئے اس کو مسنون نہیں کہنا چاہئے ، زیادہ سے زیادہ مستحب اور بہتر عمل کہہ سکتے ہیں، نیز مالکیہ' شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں بھی مستحب ہے۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۵۵۱ ج ۳)

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب مدظلہم کا فتوی

(۱۳)......شادی کے لئے بہترین دن جمعہ کا ہے۔(کتاب النوازل ص ۸۲ ج ۸)

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدظلہم کی تحقیق

(۱۲)......(نکاح کے لئے) جمعہ کا دن ہوتو زیادہ بہتر ہے۔ یہ بھی بہتر ہے کہ شام کا وقت ہو، اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی منقول ہے۔

(قاموس الفقہ ص ۲۳۶ ج ۵)

فقہ شافعی کی صراحت

(۱۳)......فقہ شافعی کی ''تحفۃ الباری فی الفقہ الشافعی'' (ص ۱۱ ج ۳) میں ہے:

نیز نکاح مسجد میں بروز جمعہ لوگوں کے مجمع کے روبرو اور دن کے ابتدائی حصہ میں سنت ہے، کیونکہ دن کے ابتدائی حصے میں آپ ﷺ نے اپنی امت کے حق میں برکت کی دعا فرمائی ہے۔

خاتمہ......شوال میں نکاح

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : تزوّجنی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شوّال ، وبنٰی بی فی شوّال ، فایُّ نساء رسول الله صلی الله علیه وسلم کان احظی عنده منّی ؟ قال : وکانت عائشة رضی الله عنها تستحب ان تدخل نساء ها فی شوّال۔

(مسلم، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال ، و استحباب الدخول فیه ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۴۲۳)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں شادی فرمائی، اور میری رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی عورتوں میں مجھ سے زیادہ کون محبوب عورت آپ کی تھیں؟۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی عورتوں کی رخصتی شوال میں پسند فرماتی (اور بہتر سمجھتی) تھیں۔

تشریح:......''مسلم شریف'' کے علاوہ ''ترمذی'' اور ''ابن ماجہ'' وغیرہ کتب احادیث میں اس پر مستقل باب قائم کیا ہے۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الاوقات التی یُستحَبُّ فیها النکاح ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث: ۱۰۹۳۔ابن ماجہ، باب متی یستحب البناء بالنساء ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۹۹۰)

(۲)......انّ النبی صلی الله علیه وسلم تزوج ام سلمة فی شوال وجمعها فی شوال ،

(ابن ماجہ، باب متی یستحب البناء بالنساء ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۹۹۱)

ترجمہ:......نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں شادی فرمائی اور شوال میں صحبت بھی کی۔

تشریح:......ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی شوال سن: ۷ رہجری میں ہوا ہے۔

(۳)......اخرج ابن سعد : اخبرنا محمد بن عمر ، حدثنا موسی بن ابراھیم ، عن ابیه قال : تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم فی شوال، الخ ۔

(۴)......قال الحافظ فی" الاصابة " و ذکر ابن سعد بسند له : انه تزوجها فی شوال سنة سبع ، الخ ۔

(الطبقات الکبری ص۱۳۳ ج۸ ۔الاصابة ص۳۹۸ ج۴ ۔بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد ص۲۲۱ ج۷، باب المحرم یتزوج ؟ کتاب المناسک ، تحت رقم الحدیث:۱۸۴۳)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: نکاح کا انعقاد مسجد میں ہو اور ماہ شوال میں ہو یہ مستحب اور بہتر ہے:" و یستحب ان یعقد فی المسجد وفی شهر شوال "۔

(اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء علوم الدین ص۱۰۰ ج۶ ،کتاب آداب النکاح ، الباب الثانی)

امام نووی رحمہ اللہ نے "شرح مسلم" میں صراحت فرمائی ہے کہ: اس حدیث میں شوال میں نکاح اور رخصتی کا مستحب ہونا معلوم ہوا، اور ہمارے اصحاب نے اس حدیث کی وجہ سے اس کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ بعض عوام جو شوال میں نکاح اور رخصتی کی کراہیت کا گمان رکھتے ہیں، ان کا یہ گمان باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔

"فیه استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال ، وقد نص اصحابنا علی استحبابه ، واستدلوا بهذا الحدیث.....وما یتخیله بعض العوام الیوم من کراهة التزوج والتزویج والدخول فی الشوّال ، وهذا باطل لا اصل له۔

(مسلم، باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال ، واستحباب الدخول فیه ، کتاب النکاح ، تحت رقم الحدیث:۱۴۲۳)

زمانۂ جاہلیت میں شوال کے مہینے کو نکاح کے تعلق سے منحوس سمجھا جاتا تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ تصور غلط ہے،اس لئے کہ میرا نکاح آنحضور ﷺ کے ساتھ شوال میں ہوا،اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی ہے،اور کون سی بیوی ہے جو مجھ سے زیادہ آنحضور ﷺ کی چہیتی تھیں؟اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی لڑکیوں کی رخصتی شوال میں کیا کرتی تھیں،تا کہ جاہلیت کے تصور کی عملی طور پر تردید ہو۔

(تحفۃ الالمعی ص۵۰۹ ج۳)

شوال کی وجہ تسمیہ

شوال: تشویل سے مشتق ہے،اورتشویل کے معنی عربی میں اونٹنی وغیرہ کا دودھ کم اور خشک ہوجانے کے آتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے:''شوّل لبن الناقة ''یعنی اونٹنی کا دودھ کم ہوگیا،اور''وشولت النوق ''یعنی اس کا دودھ بالکل خشک ہوگیا۔جاہلیت کے زمانہ میں عام خیال تھا کہ رمضان کا مہینہ مبارک ہے،اور شوال کا منحوس ہے،اسی وجہ سے اس مہینہ میں شادی بیاہ وغیرہ نہیں ہوتے تھے،اور عام طور سے اس مہینہ میں ان تعلقات کے پیدا کرنے کو برا سمجھتے تھے۔

ان لوگوں کے اعتقاد کے مطابق زمانہ کی برکات جو رمضان میں ہوتی تھیں وہ شوال میں اونٹنی کے دودھ کی طرح خشک ہوجاتی تھیں ،اس وجہ سے اس مہینہ کا نام ہی شوال پڑ گیا۔(فضائل ایام وشہور ۱۶۵)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم

اس رسالہ میں: ''نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم'' کے مسئلہ پر کلام کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت کا حکم

سوال:......کیا نکاح کی مجلس میں تلاوت کا ثبوت ہے؟اس وقت اکثر جگہوں پر نکاح سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کروائی جاتی ہے،اور منع کرنے پر اصرار ہوتا ہے۔جب ان سے کہا جاتا ہے کہ: نکاح کے وقت تلاوت کا ثبوت نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ: کیا قرآن کریم کا پڑھنا ثواب کا کام نہیں؟۔

الجواب:......حامدا و مصلیا و مسلما : جواب سے پہلے ایک اصولی بات کا ذکر مناسب ہے،وہ یہ کہ فقہاء نے مستحب اور مندوب پر اصرار کو منع فرمایا، بلکہ اس کو مکروہ تک فرمایا۔اور اس اصل کی دلیل ''بخاری شریف'' کی یہ روایت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا کوئی حصہ نہ بنائے کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ صرف (نماز کے سلام کے بعد) دائیں طرف مڑ کر بیٹھے،کیونکہ میں نے بہت دفعہ نبی کریم ﷺ کو بائیں طرف پھرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(بخاری، باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال ، کتاب الاذان ، رقم الحدیث:۸۵۲)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے علامہ منیر رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ اصول ذکر کیا ہے:

(۱)......وقال ابن المنیر : ان المندوبات قد تنقلب مکروھات اذا رفعت عن رتبتھا، التیامن مستحب فی کل شئی ای من امور العبادۃ ، لکن لما خشی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان یعتقدوا وجوبہ اشار الی کراھتہ۔

(فتح الباری ص۳۹۴ ج۲، تحت رقم الحدیث:۸۵۲)

شارح مشکوۃ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۲)......و فیہ ان من اصر علی امر مندوب و جعلہ عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال ، فکیف من اصر علی بدعة و منکر۔

(مرقاۃ ص۳۵۳ ج۲، باب الدعاء فی التشهد ، کتاب الصلوۃ)

(۳)......و الاصرار علی المندوب یبلغه الی حد الکراهة ، فکیف اصرار البدعة التی لا اصل له فی الشرع۔

(السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة ص۲۶۵ ج۲، باب صفة الصلوۃ ، قبیل : فصل فی القراءۃ)

فقہاء نے یہ جزئیہ لکھا ہے کہ: جو چیز ناجائز تک پہنچائے وہ بھی ناجائز ہے:

(۴)......وکل ما أدی الی ما لا یجوز لایجوز۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص۵۱۹ ج۹، کتاب الحضر والاباحة ، فصل فی اللبس ، ط:مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ: جب مصالح پر مفسدات غالب آجائیں تو ان پر حرمت کا حکم عائد ہوگا۔ ''روح المعانی'' میں ہے:

(۵)......فان المفسدة اذا ترجحت علی المصلحة اقتضت تحریم الفعل ۔

(روح المعانی ص۱۷۳ ج۲، سورة البقرة : تحت الآیة ﴿ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ﴾ :۲۱۹)

(۶)......واستدل بالآیة علی ان الطاعة اذا أدت الی معصیة راجحة وجب ترکها ' فان ما یؤدی الی الشر شر۔

(روح المعانی ص۱۷۳ ج۲، سورة الانعام : تحت الآیة ﴿ ولا تَسبُّوا الّذین یدعون ﴾ :۱۰۸)

(۷)......سجدة الشكر مستحبة به يفتى ، لكنها تكره بعد الصلوة ، لان الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة ، وكل مباح يؤدى اليه فمكروه۔

(الدر المختار مع رد المحتار ص۵۸۹ ج۲، باب سجود التلاوة ، مطلب : فی سجدة الشكر ، كتاب الصلوة ، قبيل : باب : صلوةُ المسافر ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة۔

حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص۵۰۰، فصل : سجدة الشكر مكروهة عند ابى حنيفة رحمه الله ، كتاب الصلوة ، قبيل : باب الجمعة ، ط : دار الكتب العلمية ، بيروت)

(۸)......كل مباح يؤدى الى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه' فهو مكروه۔

(تنقيح الفتاوى الحامدية ، ص۳۳۳ ج۲، مسائل و فوائد شتى من الحضر والاباحة و غير ذلك ط: مكتبة دار المعرفة ، بيروت)

(۹)......فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروها۔(سباحة الفكر فى الجهر بالذكر ص۳۴۔ مجموعه رسائل اللكهنوى ص۴۹۰ ج۳)

اس اصول سے معلوم ہوا کہ کسی مستحب اور مباح کام پر اہتمام کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور باوجود مسئلہ بتانے کے مسئلہ بتلانے والے عالم کے خلاف بات کر کے تلاوت کا اہتمام کروانا قطعاً مناسب نہیں۔

ایک جگہ راقم نکاح کی مجلس میں شریک تھا، اہل خانہ کے تین بچوں سے تلاوت کروائی گئی، ظاہر ہے یہ ایک نئی رسم کی ایجاد ہے۔ احادیث کی کتابوں میں ''کتاب النکاح'' کو قائم کر کے اس کے تحت مختلف ابواب میں نکاح کے بیشمار مسائل پر آپ ﷺ کے ارشادات اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار جمع کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے فقہ کی کتابوں میں ''کتاب النکاح'' کے تحت تفصیلی مسائل

اور جزئیات تحریر فرمائے ہیں، مگر کہیں بھی نکاح کی مجلس میں اور اس کے آداب میں قرآن کریم کی تلاوت کو بیان نہیں کیا گیا، معلوم ہوا کہ شریعت میں نکاح کی مجلس میں تلاوت کا ثبوت نہیں۔

قرآن کریم کو تو دیکھنا بھی کارِ ثواب ہے، اس کو پڑھنا اور اس کو سننا تو اعظم عبادات میں سے ہے، مگر بعض اوقات میں قرآن کریم کی تلاوت کو پسند نہیں کیا گیا، مثلاً: حالت رکوع میں کوئی یہ سوچ کر کہ سب سے اعلیٰ ذکر تو تلاوت ہے میں بجائے تسبیح رکوع کے چند آیات پڑھوں گا، اسی طرح حالت سجدہ میں بجائے سجدہ کی تسبیح کے آیات پڑھوں گا تو یہ اس کا قیاس ہے، اس وقت میں بجائے قرآن کریم کی آیات کے تسبیح کا حکم ہے۔

حدیث شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت آئی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’انی نُهيت ان اقرأ القرآن راكعا أوساجدا‘‘۔

(مسلم، باب النهى عن قراءة القرآن فى الركوع والسجود ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۴۷۹)

ترجمہ:...... میں رکوع اور سجدہ میں قرآن کریم کی تلاوت سے روک دیا گیا ہوں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہیکہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت سے منع فرمایا ہے۔

’’نهانى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قراءة القرآن وانا راكع أوساجد‘‘۔

(مسلم، باب النهى عن قراءة القرآن فى الركوع والسجود ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۴۸۰)

اسی طرح حالت طواف میں تلاوت کے بجائے تسبیح اور ذکر و دعا کو زیادہ پسند کیا

گیا۔ ’’فتح القدیر‘‘ میں ہے:

’’عن ابی حنیفة رحمه الله : لا ینبغی للرجل ان یقرأ فی طوافه ، ولا بأس بذکر الله ، وصرح المصنف فی التجنیس : بانّ الذکر افضل من القراء ة فی الطواف..... والحاصل ان هدی النبی صلی الله علیه وسلم هو الافضل ، ولم یثبت عنه فی الطواف قراء ة ، بل الذکر ، وهو المتوارث عن السلف والمجمع علیه فکان اولی‘‘۔

(فتح القدیر ص۳۹۰ ج۲، کتاب الحج ، وهذه فروع تتعلق بالطواف)

یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ: آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ طواف میں قرآن کریم کی تلاوت کرے، ہاں ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور مصنف نے تجنیس میں صراحت کی ہے کہ: طواف کرتے ہوئے ذکر میں مشغول ہونا قرآن مجید کی تلاوت سے افضل ہے، (اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج اور عمرہ کے طواف میں ایسا ہی کیا تھا) اور آپ ﷺ کا طریقہ ہی افضل ہے، اور طواف میں تلاوت کرنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ ذکر ہی ثابت ہے، اور یہی طریقہ سلف صالحین سے متوارث اور رائج ہے، اور اس پر اجماع ہے، پس یہی اولی ہے۔

امام رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: غیر ماثور دعا کی نسبت تلاوت قرآن مجید افضل ہے، البتہ صحیح قول کے مطابق ماثورہ دعا قراءت سے افضل ہے۔

(شرح مہذب ص۶۰ ج۸۔ عمدۃ المناسک ص۳۷۰)

’’شامی‘‘ میں ہے: ’’وعن ابی حنیفة رحمه الله :لا ینبغی للرجل ان یقرأ فی طوافه ولا بأس بذکر الله تعالی، الخ‘‘۔

(شامی ص۵۱۰ ج۳، کتاب الحج ، مطلب : فی طواف القدوم ، ط: دار الباز ، مکة المکرمة)

’’غنیۃ الناسک‘‘ میں ہے: ’’وعن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ : ما یدل علی کراھۃ القراء ۃ فی الطواف‘‘۔

(غنیۃ الناسک ص ۶۵، فصل: واما سنن الطواف، مسئلۃ : الذکر افضل من القراء ۃ فی الطواف)

اسی طرح نکاح کی مجلس میں آپ ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین اور اسلاف امت رحمہم اللہ سے قرآن کریم کا پڑھنا ثابت نہیں، اس لئے اس کا اہتمام کرنا اور اس کی پابندی کرنا، اور مسئلہ کی وضاحت کے بعد ضد میں تلاوت کروانا نامناسب اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مجلس نکاح میں خطبہ مسنونہ اور ایجاب وقبول ثابت ہے۔ نعت شریف اور تلاوت قرآن کریم اگرچہ عمدہ چیز ہے، مگر مجلس نکاح میں مستقلا یہ ثابت نہیں، پھر اس کی پابندی کرنا غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا ہے، جو شرعا ناپسند ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۴۴۲ ج ۱۷، مطبوعہ: جامعہ محمودیہ، میرٹھ، سوال نمبر: ۶۵۲۷۔ المسائل المھمۃ فیما ابتلیت بہ العامۃ (المعروف: اہم مسائل جن میں ابتلاء عام ہے) ص ۱۰۳ ج ۴)

نوٹ:...... ’’فتاوی محمودیہ‘‘ میں یہ فتوی ’’شادی کی رسومات کا بیان‘‘ کے عنوان کے تحت لیا گیا ہے، گویا مجلس نکاح میں قرآن کی تلاوت کا رواج بھی شادی کی رسومات میں ہے۔

ہاں بغیر کسی اہتمام کے اور اس کو کوئی ضروری نہ سمجھے، اور کبھی کبھی تلاوت کر لی جائے تو کوئی ناجائز بھی نہیں۔

جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب رحمانی مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

لیکن اگر اس کی پابندی نہ کی جائے اور نہ اس کو ضروری سمجھا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہونا چاہیئے، لیکن اس میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ قرآن کریم اور نعت پڑھنے کا مقصد مجمع کو جوڑنا اور محض وقت گزاری نہ ہو، کیونکہ یہ قرآن کریم کی شان و عظمت اور آپ ﷺ کی نعت کی رفعت کے خلاف ہے۔

(المسائل المهمة فيما ابتليت به العامة (المعروف: اہم مسائل جن میں ابتلاء عام ہے) ص ۱۰۳ ج ۴)

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا، فرماتے ہیں کہ: ہم متبع (اتباع کرنے والے) ہیں، مبتدع (بدعت ایجاد کرنے والے نہیں ہیں) جہاں سلف رک گئے ہم بھی رک جائیں گے۔ ''فنحن متبعون لا مبتدعون ، فحيث وقف سلفنا وقفنا''۔

(حاشية الطحطاوی على المراقی الفلاح ص ۶۰۸، فصل فی حملها و دفنها ، احكام الجنائز)

یہ سوال کہ: ''کیا قرآن کریم کا پڑھنا ثواب کا کام نہیں؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ ثواب کا انکار نہیں، اور نکاح سے پہلے خطبہ میں قرآن کریم کی تین آیات تلاوت کی جاتی ہیں، تو تلاوت تو خود بخود ہوگئی اب دوبارہ اس پر اصرار کے کیا معنیٰ؟

ایک بات یہ بھی محسوس ہوئی کہ نکاح کی مجلس میں تلاوت ہوتی ہے تو اکثر سننے والے بے توجہی برتتے ہیں، اور قرآن کریم کا اس طرح مجلس میں پڑھا جانا کہ لوگوں کا دھیان نہ ہو یہ قرآن کریم کی بے ادبی ہے، بیان وغیرہ دھیان سے نہ سنے تو اتنا برا نہیں جتنا کہ قرآن کریم سے اعراض کرنے پر ہوتا ہے۔

اس لئے بہتر ہے کہ نکاح کی مجلس میں قرآن کریم کی تلاوت نہ کی جائے، واللہ تعالی اعلم۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کا واجب کے خوف سے منقول اعمال کو کبھی کبھی ترک کرنا

علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے ''الاعتصام'' میں اس مسئلہ پر بڑی عمدہ اور نفیس بحث فرمائی ہے کہ بعض اعمال شریعت میں ثابت ہیں مگر ان پر مداومت سے عوام کا ذہن بگڑ سکتا ہے، مثلاً مباح امور کو سنت سمجھنے لگیں، یا سنت کو واجب سمجھنے لگیں تو ایسے امور پر مداومت کو ترک کیا جائے گا، اور ان کا چھوڑ دینا مطلوب ہے۔ علماء نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں: چند نقل کرتا ہوں۔ اہل علم اس بحث کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

(۱)......حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا: اے ابوسعید! ہماری اس مجلس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے بعض لوگ کسی پر کوئی لعن طعن نہیں کرتے، اور ایک دن کسی کے گھر اور دوسرے دن کسی اور کے گھر جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، اور آپ ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں؟ تو آپ نے اس پر سختی سے نکیر فرمائی اور اس کام کو منع فرمایا۔

(۲)......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سفر میں قصر نہیں کیا اور اتمام فرمایا، پوچھنے پر فرمایا: میں امام ہوں (اور میری اقتدا میں سب لوگ نماز پڑھتے ہیں) دیہات کے لوگ بھی ہوتے ہیں، کہیں وہ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ نماز (ظہر وعصر یا عشاء کے فرض چار رکعتیں نہیں ہیں) دو رکعتیں ہیں۔ سفر میں قصر سنت ہے یا واجب، تو میں نے قصر کو ان کے دین کی حفاظت کے لئے ترک کیا۔

(۳)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احتلام کے قصہ میں کپڑے کو دھویا۔

تشریح:......اس کی تشریح یہ ہے کہ: حضرت یحی بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمرہ کا سفر کیا، اس قافلہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رات میں احتلام ہوگیا، صبح قریب تھی اور پانی نہیں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور پانی کے قریب پہنچے اور اپنے کپڑوں پر احتلام کے لگے ہوئے دھبوں کو دھونے لگے، یہاں تک کہ روشنی ہوگئی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ نے صبح کی ہے، ہمارے پاس کپڑے موجود ہیں، یہ بعد میں دھل جائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو بن العاص! (رضی اللہ عنہ) تعجب ہے تمہارے پاس کپڑے ہیں تو تم سمجھتے ہو کہ سب لوگوں کے پاس کپڑے ہوں گے؟ اللہ کی قسم! اگر میں ایسا کروں تو یہ طریقہ سنت بن جائے گا، بلکہ میں جہاں دھبہ دیکھتا ہوں اسے دھو لیتا ہوں اور جہاں نہیں دیکھتا وہاں پانی چھڑک لیتا ہوں۔

(مؤطا امام مالک (مترجم ص۱۶۱ ج۱)، باب اعادة الجنب الصلوةَ و غسله اذا صلّى ولم يَذكُرُ و غسله ثوبه ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۱۲۷)

(۴)......حضرت حذیفہ بن اسید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس لئے (کبھی کبھی) قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اسے واجب نہ سمجھ لیں۔

عن ابى سريحة رضى الله عنه قال : رأيت ابا بكر و عمر رضى الله عنهما ما يضحيان۔

(مصنف عبد الرزاق ص۳۸۱ ج۴، باب الضحايا ، كتاب المناسك ، رقم الحديث:۸۱۳۹)

ترجمہ:......حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ: انہوں نے قربانی نہیں کی۔

قال علقمة : لأن لا اُضَحِّی احبّ الیّ من ان أراه حتما علیّ۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۸۲ ج۴، باب الضحایا ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۸۱۴۷)

ترجمہ:......حضرت علمقہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں قربانی نہ کروں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اسے اپنے اوپر لازم سمجھوں۔

عن عقبة بن عمرو رضی الله عنه قال : لقد هممت ان ادع الاضحية ٬ وانی ایسرکم بها مخافة ان یحسب انها حتم واجب۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۸۳ ج۴، باب الضحایا ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۸۱۴۸)

ترجمہ:......حضرت عقبہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ: میں نے ارادہ کیا کہ میں قربانی ترک کردوں، حالانکہ میں تم سب کے مقابلہ میں زیادہ آسانی سے قربانی کرسکتا ہوں، لیکن اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ لازم اور واجب ہے۔

(۵)......قال ابو مسعود الانصاری رضی الله عنه قال : انی لأدع الاضحیٰ٬ وانی لموسِر ، مخافة ان یری جیرانی انه حتم علیّ۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۸۳ ج۴، باب الضحایا ، کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۸۱۴۹)

ترجمہ:......حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں قربانی کو ترک کرتا ہوں، حالانکہ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں، اس خوف سے کہ میرا پڑوسی اسے ضروری اور واجب سمجھ لے۔

(الاعتصام ص۳۲۶/۳۳۳ ج۲، فصل البدع الاضافية والعبادات ، الباب الرابع فی مأخذ اهل البدع فی الاستدلال)

غور کا مقام ہے کہ جو طریقے شریعت مطہرہ میں ثابت ہیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم

نے ان کو بھی اس لئے ترک کیا کہ لوگ کہیں انہیں واجب یا سنت نہ سمجھ لیں، اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم غیر ثابت شدہ چیزوں پر عمل کرنے میں احتیاط نہیں کرتے ہیں۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۵/شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ مطابق: ۲/مئی ۲۰۱۸ء

بدھ

....

نوٹ:......کوئی یہ اشکال کرے کہ خطبہ سے پہلے بیان کا ثبوت کہاں ہے؟ وہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ جواباً عرض ہے کہ: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ’’بخلاف مجلس وعظ کے کہ وہ فی نفسہ ضروری ہے، وہاں مفاسد کا انسداد کریں گے، خود اس کو ترک نہ کریں گے‘‘۔

(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص ۶۲۴ ج ۱۱، سوال نمبر: ۳۲۵۹، کتاب البدعات)

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ﴾ الآیة

تحفۂ زوجین

مباشرت کے آداب ومقاصد، موضوع کے متعلق مفید وکارآمد مسائل، اور مباشرت کے فضائل پر قرآن واحادیث کی روشنی میں اکابر کی تحریرات کا مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعة القراءات، کفلیتہ

عرض مرتب وسبب تالیف

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى خلق الذكر و الانثى من نفس واحدة ، و جعل المرأة لباسا له و جعله لباسا للزوجة ، و عدّ من الآيات ازواجاً لتسكنوا اليها و جعل بينكم مودة ، و الصلو ة و السلام على رسوله نبى الرحمة ، و على اٰله و اصحابه و على جميع امته المرحومة ، اما بعد ،

پچھلے دنوں ایک مجلس میں شرکت کا موقع ملا، جس میں اہل علم' ارباب فتوی اور کچھ ہمدردانِ ملت جمع تھے۔ موضوع تھا: ''برطانیہ کے اسکولوں میں ہمارے نوجوان بچوں کو سیکس ایجوکیشن (SExEDUCATION) کے نام سے جو تعلیم دی جاتی ہے اس کے متعلق غور وفکر''۔

اس مجلس کی شرکت نے دل میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ جماع کے متعلق اسلامی تعلیمات پر کوئی مختصر سا رسالہ مرتب کردیا جائے۔

اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ بعض نوجوانوں نے راقم سے اس کے متعلق معلومات چاہیں۔ میں موٹی موٹی باتیں کبھی تفصیلا کبھی مختصرا حسب موقع بتادیا کرتا تھا۔ اس وقت بھی ذہن میں یہ بات آتی تھی کہ اس موضوع پر کچھ مواد جمع کردوں۔

البتہ حیا کی وجہ سے یہ جھجک تھی کہ اس موضوع پر کچھ لکھا جائے، مگر مفتیٔ گجرات یادگارِ سلف حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی اس عبارت:

''جس طرح جسمانی اطباء اور ڈاکٹروں کو علاج کے سلسلہ میں انسان وحیوان' مرد وزن کی شرمگاہ وغیرہ کا معائنہ کرنا پڑتا ہے اور شرم وحیا کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ایسے ہی روحانی اطباء

(پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین علماء وفقہاء ومحدثین) نے عبادات ومعاملات اور طہارت سے متعلق امور مثلاً: پاکی، ناپاکی، پیشاب، پاخانہ، پانی، مٹی، حیض ونفاس، غسل وتیمّم اور نشست و برخاست کے مسائل واحکام بالتفصیل بیان کئے ہیں۔ بیشک ان میں ایسے مسائل بھی ہیں جن کا بے حجابانہ تذکرہ شرم وحیا کے خلاف معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر شرم وحیا کا لحاظ کر کے بیان نہ کیا جائے تو ان مسائل کے جاننے کی اور کیا صورت ہوسکتی ہے؟ تحقیق مسائل میں شرم وحیا کی گنجائش نہیں''۔ ۱؎

کے نظر سے گذرنے کے بعد کچھ ہمت ہوگئی، اور قرآن کریم کا یہ اعلان: ﴿وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾۔ ۲؎ تو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

رسالہ کی ترتیب میں اکابر کی تحریرات کو جمع کیا گیا ہے، کوئی بات اپنی طرف سے لکھنے کی جرأت نہیں کی گئی ہے، اور ویسے بھی مجھ جیسا بے علم اپنی طرف سے کیا لکھتا۔ میرے استاذ محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کا ایک جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہم ان متقدمین کے خوشہ چیں ۳؎ اور کاسہ لیس ہیں، کاسہ گدائی ۴؎ لیکر ان حضرات کے خوان علم وتحقیق کے اردگرد گھوم رہے ہیں''۔ ۵؎

۱؎......فتاوی رحیمیہ ص۲۲ ج۲۔

۲؎......سورہ احزاب، آیت نمبر:۵۳۔

ترجمہ:......اور اللہ تعالی صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتے۔

۳؎......خوشہ چیں: فیض حاصل کرنے والا، دوسروں کی تخلیق سے فائدہ اٹھانے والا۔ (فیروز اللغات)

۴؎......کاسۂ لیس: فقیر۔ کاسہ گدائی: بھیک کا ٹھیکرا، پیالہ۔ (فیروز اللغات)

۵؎......هدية الدراری لطالبی صحیح البخاری ص۱۲۔

آخر میں راقم اپنے محسن ومربی استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم (صدر مفتی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل) کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ حضرت والا نے باوجود مصروفیات ومشاغل کے رسالہ کومن وعن ملاحظہ فرما کر حوصلہ افزا تقریظ تحریر فرمادی، جزاهم الله تعالى احسن الجزاء في الدارين۔

اسی طرح راقم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم کا بھی ممنون ہے کہ موصوف نے رسالہ نظر سے گذرنے پر گرامی نامہ تحریر فرما کر مفید مشورہ دیا، اور ایک جگہ شعر کا ترجمہ غلط لکھا گیا تھا اس کی بھی اصلاح فرمائی۔

اس رسالہ کا گجراتی ترجمہ جناب الحاج عبدالقادر فاتی والا صاحب مدظلہ نے بہت بہتر انداز میں فرمایا، جو ''جامعۃ القراءات، کفلیتہ'' کی طرف سے شائع ہوا اور بہت ہی مقبول ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی شایان شان بہتر بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

انگریزی ترجمہ باٹلی کے ایک صاحب' جناب الحاج امین پانڈور صاحب نے کیا۔ وہ بھی جامعہ ہی کی طرف سے شائع ہوا۔ بعد میں ساؤتھ افریقہ کے ایک عالم مولانا آدم صاحب نے بھی اس کا عمدہ ترجمہ فرمایا اور افریقہ سے خوبصورت وعمدہ انداز پر طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

حق تعالیٰ ان سطروں کو دینی خدمت شمار فرمائیں، اور کام میں اخلاص وللّٰہیت نصیب فرمائے، لغزشات کو معاف فرمائیں، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۲؍ جمادی الاخری ۱۴۱۸ھ، مطابق ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۹۷ء

شب سہ شنبہ

تقریظ: استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

حضور اکرم ﷺ جس طریقۂ زندگی کو لے کر مبعوث ہوئے وہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے۔ انہی میں میاں بیوی کے جنسی تعلقات بھی ہیں۔ کتب حدیث وفقہ میں اس سے متعلق واضح ہدایات موجود ہیں، لیکن اس موضوع کو مستقل تصنیف کے لئے اختیار نہیں کیا گیا۔ وجہ بھی ظاہر ہے۔

دور حاضر میں جنسیات کو بھی ایک فن کی حیثیت دی گئی اور ٹی-وی وغیرہ آلات جدیدہ کے ذریعہ اس کی اتنی اشاعت کی گئی کہ انسانی دور حیات کا وہ زمانہ جس کے متعلق آج تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ اس میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی زمانۂ طفولیت۔ اس سے گذرنے والی نسل کو بھی اس کی تعلیم دی جانے لگی۔ اور جنسی تعلیم کے نام سے وہ حیاء سوز حرکات سکھائی جانے لگیں کہ انسانیت کا سر شرم سے جھک جائے۔

ان حالات میں ضروری ہوگیا کہ حضرات علماء کرام اس کو اپنی تصانیف وتالیفات کے لئے مستقل موضوع بنا کر شریعت مطہرہ کی تعلیمات کو امت کے سامنے پیش کریں، تا کہ نوجوان نسل کو جنسی بے راہ روی سے محفوظ رکھا جاسکے۔ چنانچہ اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے عزیز مکرم مولانا مرغوب احمد لاجپوری صاحب زیدت مکارمھم نے قلم اٹھایا اور حضرات علماء کی طرف سے اس فرض کفایہ کو ادا کرنے کی سعی مشکور فرمائی۔ اللہ تعالی ان کی اس تالیف کو شرف قبولیت عطا فرما کر نوجوان نسل کی حیاء سوز حرکات سے حفاظت کا ذریعہ بنائے، آمین۔ احقر نے اس رسالہ کو حرف بحرف پڑھا ہے، اور مضامینِ مندرجہ کو درست پایا۔ فجزاهم الله تعالى احسن الجزاء۔ کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

مؤرخہ ۱۱ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مکتوب گرامی: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم

ٹورنٹو...کینیڈا

۵؍صفر۱۴۲۱ھ

عزیز القدر مولوی مرغوب احمد صاحب سلمہ زادکم اللہ علما وفضلا

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون۔امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

(۱)......آپ کی تالیفات کی اشاعت سے مسرت ہوتی ہے۔اس ہفتہ ’’آداب الجماع والمباشرۃ‘‘ نامی رسالہ نظر سے گذرا۔اپنے موضوع پر اچھا مواد جمع ہوگیا ہے۔اللہ تعالی اس طرح مزید خدمت کی سعادت نصیب فرماوئے،آمین۔

(۲)...... پاکستان کے ایک صاحب قلم کی کتاب ’’خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق‘‘ شائع ہوئی ہے۔اچھی مفید کتاب ہے،اس کے ص۲۰؍ پر ایام حیض ونفاس میں ترک جماع کے عنوان سے جو باتیں مؤلف نے لکھی ہیں ان کو مناسب خیال فرمائیں تو آئندہ اڈیشن میں شامل فرمالیں اور بھی بعض مضامین قابل اخذ ہیں۔[۱]

(۳)......آپ کے مذکورہ رسالہ کے ص۱۴؍ پر جو عربی اشعار ہیں،ان کے پہلے شعر کا ترجمہ اس حقیر کے نزدیک قابل اصلاح ہے،جو ترجمہ:۱؍ میں چھپا ہے،اس پر غور فرمالیں۔ناچیز کے خیال میں ترجمہ اس طرح ہوگا:

رات دراز ہوگئی اور اس کا اکثر حصہ ڈھل گیا،مگر میری آنکھوں سے نیند غائب ہوگئی،کیونکہ میرے ساتھ کوئی لیٹنے والا نہیں جس کے ساتھ میں دھینگا مستی کرسکوں۔

---

[۱]......باوجود تلاش کے وہ کتاب راقم کو نہ مل سکی، ورنہ حضرت مدظلہم کے حکم کی تعمیل ضرور کرتا۔

’’الاعبصہ‘‘ کا ترجمہ دھینگا مستی آتا ہے۔’’ارق‘‘(س) ارقا: رات میں نیند نہ آنا، ’’ارقد‘‘: بیدار رکھنا۔ یہ لفظ’’رقت‘‘ سے نہیں ہے، جیسا کہ مترجم نے سمجھا ہے۔

دوسرے مصرعہ میں’’ضجیج‘‘نہیں ہے،’’ضجیع‘‘ کا لفظ ساتھ لیٹنے والا ہونا چاہئے، جیسے ص:۱۳۰ر پر’’خلیل‘‘اور’’حبیب‘‘وارد ہوا ہے۔’’ضجّ‘‘ کا معنی شور کرنا ہوگا، مگر یہاں اس کا کوئی محل نہیں،’’ضجیع‘‘ہی مناسب ہے۔’’ازورّ عن الشیئی ونزاور ای مال‘‘، جس کا ترجمہ بندے نے ڈھل جانا کیا ہے۔ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔[1]

(۴)......’’تذکرۃ المرغوب‘‘ اور’’مرغوب الفتاوی‘‘ کا انتظار رہے گا، طبع ہونے پر مطلع فرماویں، تاکہ استفادہ کرسکوں۔

(۵)......جولائی میں آپ کے شہر میں حضرت مفکر ملت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ پر جو سمینار ہو رہا ہے اس میں شرکت کا ارادہ ہے’’الامر بید اللہ‘‘۔ اللہ تعالی اس سمینار کو علماء کرام میں اسلام کے لئے کام کرنے کا حوصلہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنائے، آمین۔

(۶)......عصبیت والا مضمون کسی رسالہ میں نظر سے گذرا تھا۔ اس مضمون کو انگریزی، گجراتی میں ترجمہ کرکے ہر علاقہ میں پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اس عصبیت جاہلیہ نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے اور مسلمانوں کو

---

[1]...... وہ شعر درج ذیل ہے جس کا ترجمہ راقم نے’’تحفۃ العروس‘‘ کے ترجمہ سے نقل کیا تھا جس کی حضرت نے اصلاح فرمائی۔

تُطَاوِلُ ھٰذَا اللَّیْلُ وَ ازْوَرَّ جَانِبُہٗ وَ اَرَّقَنِی عَلٰی اَن لَّا ضَجِیْجَ اُلاعِبَہٗ

رات بھیکتی چلی گئی اور اس کا سرا دراز ہوا مجھے اس چیز نے رقت میں مبتلا کردیا کہ یہاں کوئی شور یا ہنگامہ نہیں جس سے میں دل ہی بہلا سکوں۔

وحدت کلمہ کی بنیاد پر بنیان مرصوص بنادے۔ ا

(۷)......محترم مولانا یعقوب قاسمی صاحب، مولانا مصلح الدین صاحب، مفتی یوسف ساچا صاحب وغیرہ علماء و احباب کی خدمت میں بشرط سہولت و یاد اور عدم مانع سلام مسنون عرض فرماویں۔

(۸)...... بندہ کے لئے استقامت اور حسن خاتمہ کی دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اخوکم عبداللہ کاپودروی

نزیل ٹورنٹو، کینیڈا

ا...... راقم نے عصبیت کے موضوع پر چند مضامین لکھے تھے، جو ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' جونپور، ستمبر ۱۹۹۶ء، ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی، شعبان ۱۴۱۷ھ، ماہنامہ ''اذان بلال، جولائی و اکتوبر رنومبر ۱۹۹۶ء ماہنامہ ''بینات'' کراچی، رجب ۱۴۲۱ھ مطابق نومبر ۲۰۰۰ء، وستمبر ۲۰۰۱ء و فروری ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئے تھے، ان کی طرف اشارہ ہے۔

جماع کے موضوع پر جامع تحریر علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ کی ''طب نبوی'' میں نظر سے گذری، وہی مقدمہ میں درج کی گئی ہے۔ مرتب

مقدمہ

طب نبوی میں مباشرت کے اعلیٰ قوانین

جماع اور قوت باہ کے سلسلہ میں بھی آپ کی ہدایت تمام ہدایات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ ان کو اپنا کر صحت کی حفاظت ممکن ہے، اور اسی کے ذریعہ لذت وسرور کا پورا پورا سامان فراہم کیا جا سکتا ہے، اور جماع اور قوت باہ کی وضع جن مقاصد کے پیش نظر کی گئی ہے ان کا حصول بھی آپ ہی کے طریقہ پر چل کر ممکن ہے، جماع تین باتوں کے لئے وضع ہوا ہے، اور یہی جماع کے حقیقی مقاصد ہیں۔

جماع کے تین مقاصد

پہلا مقصد:......نسل انسانی کا بقاء ودوام: جماع ہی کے ذریعہ پوری بنی نوع انسانی کا بقاء ممکن ہے، اور خدا نے انسانوں کی تعداد بھی اپنے علم کے مطابق دنیا میں متعین فرمائی ہے، اس کی تکمیل کا واحد ذریعہ جماع ہے۔

دوسرا مقصد:......اس رطوبت کا اخراج جس کے رک جانے اور جمع ہو جانے سے سارے بدن کو نقصان وضرر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

تیسرا مقصد:......خواہش پوری کرنا' لطف اندوزی' اور نعمت الٰہی سے بہرہ ور ہونا ہے، اور یہی ایک نفع ہے جو انسان کو جنت میں حاصل ہوگا، کیونکہ وہاں نہ اضافۂ نسل ہوگا اور نہ احتقان منی کو بذریعۂ جماع استفراغ کرنا مقصود ہوگا۔

جماع حفاظت صحت کا ذریعہ ہے

دنیا کے تمام بڑے فاضل اطباء کا خیال ہے کہ جماع حفظان صحت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ:

منی کے جوہر پر نار اور ہوا کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کا مزاج حار رطب ہے، اس لئے کہ اس کا وجود اس خالص صاف خون سے ہوتا ہے جو اعضائے اصلیہ کے غذا کے کام آتا ہے۔ جب منی کی حقیقت واضح ہوگئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کو بدن سے جدا کرنا اور خارج کرنا کسی بڑے مقصد کے پیش نظر ہی ہوسکتا ہے۔ اور وہ نسل انسانی کی حفاظت اور جمع شدہ منی کو خارج کرنا ہے، چنانچہ جس کی منی رک گئی وہ بہت سے موذی قاتل اور مہلک امراض کا شکار ہوتا ہے، مثلاً: وسوسے، جنون، مرگی وغیرہ، اور اس کے صحیح استعمال سے انسان ان امراض خبیثہ سے اکثر محفوظ رہتا ہے، اس لئے کہ اگر زیادہ دنوں تک منی رکی رہے تو فاسد ہوجاتی ہے، اور زہریلی صورت اختیار کرلیتی ہے، جو امراض ردیہ کا سبب بنتی ہے، جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا، اسی وجہ سے جماع نہ کرنے کے باعث جب منی کی کثرت ہوجاتی ہے تو طبیعت اس کو احتلام کے ذریعہ نکال دیتی ہے۔

انسان تین باتوں کا عہد کرلے

بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ: انسان کو خود سے تین معاہدے کرلینا چاہئے:

پہلا تو یہ کہ:...... چہل قدمی کرنا ترک نہ کرے، اگر کبھی کسی ضرورت کے پیش نظر ترک کردے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ:...... کھانا ترک نہ کرے، کہ اس سے آنتوں میں تنگی ہوجاتی ہے۔ اور تیسرا یہ کہ:...... جماع نہ چھوڑے، اس لئے کہ جس کنویں سے پانی نہیں نکالا جاتا وہ خشک ہوجاتا ہے۔

جماع نہ کرنے کے نقصانات

اور محمد بن زکریا کا بیان ہے کہ:

جو کچھ عرصہ تک جماع نہ کرے تو اس کی اعصابی قوت جاتی رہتی ہے، اور منی کے راستے مسدود ہو جائیں گے، اور اس کا عضو تناسل سکڑ جائے گا۔

مزید بیان کیا کہ: میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ اس نے خشک مزاجی اور زہد وورع کے باعث جماع کرنا چھوڑ دیا تو ان کے جسم ٹھنڈے پڑ گئے، اور ان کے لئے نقل وحرکت دشوار ہوگئی، اور ان پر بغیر کسی سبب کے مشکلات کا نزول ہوا، ان کی خواہشات ختم ہوگئیں اور ہاضمہ کمزور ہوگیا۔

جماع کا فائدہ

جماع کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ: آدمی کی نگاہ پست ہو جاتی ہے، نفس پر کنٹرول ہو جاتا ہے، اور حرام کاری سے محفوظ رہتا ہے، اور اسی جذبہ کے تحت اس میں نکاح کی خواہش اور عورت کے حصول کی تمنا ابھرتی ہے، جس سے اسے دنیاوی واخروی دونوں منافع حاصل ہوتے ہیں، اور عورت سے الگ نفع اٹھاتا ہے۔

اسی وجہ سے پیغمبر خدا ﷺ اس کا بے حد لحاظ رکھتے اور اسے پسند فرماتے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ: دنیا کی دو چیزیں مجھے پسند ہیں، ایک عورت، اور دوسری خوشبو۔ [1]

امام احمد رحمہ اللہ کا مقولہ: ''میں جماع سے رک نہیں سکتا''

''کتاب الزہد'' میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں ایک

[1]......نسائی، باب حب النساء ، کتاب عشرة النساء ، رقم الحدیث:۳۳۹۱/۳۳۹۲۔

لطیف نکتہ بیان کیا ہے کہ: ’’میں کھانے پینے سے تو رک سکتا ہوں، لیکن عورتوں سے جماع سے رکنا میرے لئے مشکل ہے‘‘۔

مضرت رساں جماع

مضرت رساں جماع کی دو قسمیں ہیں:

ایک تو: شرعی طور پر مضر ہے، اور دوسرا: فطری طور پر نقصان دہ ہے۔

شرعی طور پر مضرت رساں جماع حرام ہے۔ اس کے چند درجات ہیں جو اپنی نوعیت و مراتب کے اعتبار سے مختلف ہے۔

بعض بہت زیادہ بدتر ہوتے ہیں اور تحریم کی سطح تک پہنچ جاتے ہیں۔ تحریم عارض تحریم لازم سے کمتر درجہ کی ہے، جیسے حالت احرام‘ روزہ‘ اعتکاف میں جماع کی تحریم۔ یا کفارہ ادا کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کے جماع کی تحریم۔ یا حائضہ عورت سے وطی کرنے کی تحریم وغیرہ کہ ان تمام صورتوں میں جماع کرنے پر کوئی شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔

تحریم لازم کی دو قسمیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ: اس میں حلت کی کوئی صورت نہ ہو، جیسے محرم عورتوں سے جماع کرنا کہ یہ بدترین قسم کی مباشرت ہے۔

ایسے لوگوں کو علماء کی ایک جماعت مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک قتل کر دینا واجب ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث مرفوع بھی موجود ہے۔[1]

---

[1]...... حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لقیتُ عمی و معه رَأية فقلتُ له : این تريد ؟ فقال : بعثنی رسول الله صلى الله عليه وسلم الى رجلٍ نكح امرأة ابيه ، فأمرنی ان أضرب عُنُقه ، و آخُذ مالَه۔

دوسری قسم یہ ہے کہ: جس کا حلال ہونا ممکن ہو، جیسے کسی شادی شدہ اجنبی عورت سے زنا

یعنی میں اپنے ماموں سے ملا جو جھنڈا لئے ہوئے تھے، میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: پیغمبر خدا ﷺ نے ایسے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا کہ میں اسے قتل کر کے اس کا مال ضبط کرلوں۔

(ابوداؤد، باب فی الرجل یزنی بحریمه ، کتاب الحدود ، رقم الحدیث:۴۴۵۷۔ترمذی، باب فیمن تزوج امرأة ابیه ، ابواب الاحکام عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث:۱۳۶۲۔نسائی نکاح ما نکح الآباء ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۳۳۳۱/۳۳۳۴۔ابن ماجہ، باب من تزوج امرأة ابیه من بعده ، کتاب الحدود ، رقم الحدیث:۲۶۰۷)

اس کو ''ابوداؤد'' نے مسدد کی حدیث سے:'' خالد بن عبد الله مطرف عن ابی الجهم عن البراء بن عازب'' کی سند کے ساتھ بایں الفاظ نقل کیا ہے:

'' قال بینما انا اطوف علی ابل لی ضلّتُ ' اذ اقبل رکُب أو فوارس معهم لِواءٌ ، فجعل الاعراب یطیفون بی ' لمنزلتی من النبی صلی الله علیه وسلم ' اذ أتوا قبة فاستخرجوا منها رجلا فضربوا عنقه ' فسألتُ عنه ' فذكروا : انه أعرس بامرأة ابیه''۔

(ابوداؤد، باب فی الرجل یزنی بحریمه ، کتاب الحدود ، رقم الحدیث:۴۴۵۶)

میں اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں تھا کہ ایک قافلہ جھنڈا کے ہمراہ میرے سامنے آیا اور دیہات کے لوگ میرے آس پاس گھومنے لگے، میرے حضور اکرم ﷺ سے قدر و منزلت کی وجہ سے، پھر سب ایک قبہ کے پاس پہنچے اور اس میں سے ایک شخص کو ڈھونڈ نکالا اور اس کو قتل کر دیا، میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا تھا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

اور یہ ''مسند احمد'' (۲۹۵۴) میں ''اسباط عن مطرف عن ابی الجهم عن ابی البراء '' کے طریق سے منقول ہے۔ اور آپ کے قول '' اَعْرَسَ '' کے بارے میں خطابی نے بیان کیا کہ: اس نے باپ کی بیوی کو اپنی بیوی بنا کر اس سے جماع کیا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذوات المحرم سے جماع کرنا زنا کے درجہ میں ہے۔ ''ابن ماجہ'' میں صحیح سند کے ساتھ ''عن معاویه بن قرة عن ابیه'' کے طریق سے یوں روایت کیا:'' بعثنی النبی صلی الله علیه وسلم الی رجل تزوج امراة ابیه ان اضرب عنقه و أصفی ماله''۔(ابن ماجہ، باب من تزوج امرأة ابیه من بعده ، کتاب الحدود ، رقم الحدیث:۲۶۰۸)

کرنے میں دو طرح کے حقوق کا ضیاع ہوتا ہے۔ ایک حق خداوندی اور دوسرا شوہر کا حق۔ اور اگر جبراً اس کے ساتھ زنا کیا گیا تو تین حقوق تلف ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے اعزہ واقرباء ہوں جو اس فعل شنیع کو عار سمجھتے ہوں، تو چار حقوق تلف ہوتے ہیں۔ اور اگر وہ زانی کی محرم ہے تو اس میں پانچ حقوق تلف ہوتے ہیں۔ ایسے جماع کی مضرتیں تحریم کے درجہ سے شمار کرنی چاہئے۔

اور طبعاً ضرر رساں جماع کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ: جس میں ضرر کیفیت کے اعتبار سے ہو، جس کا بیان اوپر گذر چکا۔ اور دوسری قسم وہ ہے: جس میں مقدار وکمیت کے لحاظ سے مضرت ہو مثلاً: کثرت جماع [۱] کہ اس سے قوت ختم ہو جاتی ہے، اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں، رعشہ، فالج اور تشنج [۲] جیسی مہلک بیماریاں گھیر لیتی ہیں، اور نگاہ اور دیگر اعضاء میں کمزوری آجاتی ہے، حرارت غریزی [۳] بجھ جاتی ہے اور مجاری [۴] بدن کشادہ ہو جاتے ہیں جو فضلات ردیہ موذیہ کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

۱......حدیث میں بھی کثرت جماع پر فخر کو حرام فرمایا۔ معلوم ہوا کہ کثرت جماع کوئی اچھی چیز نہیں۔ فرمایا: ''السباع حرام''، یعنی کثرت جماع پر فخر کرنا حرام ہے۔

(فیض القدیر ص ۱۷۷ ج ۴، رقم الحدیث ۴۷۹۲۔ کنز العمال، محظورات المباشرة، رقم الحدیث: ۴۴۸٦۸)

فقہاء رحمہم اللہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر عورت کو کثرت جماع سے مضرت کا اندیشہ ہو تو اس کی طاقت سے زیادہ جماع کرنا جائز نہیں: لو تضرّرت من کثرة جماعه لم تجز الزيادة علی قدر طاقتها۔

(شامی ص ۳۸۰ ج ۴، (ط: مکتبة دار الباز، مکة المکرمة) باب القسم، کتاب النکاح)

۲......تَشَنُّج: جکڑ جانا، اعضاء جسمانی کا کھچنے لگنا۔

۳......حرارت غریزی: بدن کی قدرتی گرمی۔

۴......مَجَارٍ: مجاری' کی جمع، جاری ہونے کے مقامات۔

جماع کا بہترین وقت غذا کے معدہ میں ہضم ہو جانے کے بعد ہے۔ساتھ ہی ساتھ موسم کی مناسبت بھی ضروری ہے۔ بھوک کے وقت جماع کرنا ممنوع ہے، اس سے حرارت غریزی کم ہوجاتی ہے۔اور پر شکمی کی حالت میں بھی جماع نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے وقت میں جماع کرنے سے شدید امراض پیدا ہوتے ہیں۔اسی طرح آدمی تھکا ماندہ ہوتب بھی جماع مضر ثابت ہوتا ہے۔ نیز غسل کرنے اور استفراغ کے بعد اور اسی طرح کسی نفسانی کیفیت مثلاً رنج وغم یا فرط مسرت وشادمانی کے وقت بھی جماع بے حد مضر ہے۔اور جماع کا عمدہ وقت رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد ہے، جبکہ غذا کا ہضم اس کا مقابل نہ ہو، پھر جماع کے بعد غسل یا وضو کرے اور سو جائے۔ جماع کے بعد غسل کرنے کے بعد سو جانے سے اس کی ضائع شدہ قوت بازیاب ہوجاتی ہے،اور جماع کے بعد حرکت وریاضت سے پرہیز کرے، کیونکہ اس سے غیر معمولی نقصان کا اندیشہ ہے،انتھی کلام ابن قیم۔

خوبصورت بیوی کی طرف نظر سے بصارت کی زیادتی

ایک حدیث میں فرمایا:

((النظر الی المرأة الحسناء والخضرة یزیدان فی البصر))۔

(کنز العمال ، النکاح ، الترغیب فیه ، رقم الحدیث:۴۴۴۲۱۔ فیض القدیر ص۳۸۹ ج۶، رقم الحدیث:۹۳۲۱)

خوبصورت بیوی اور سرسبز چیز کی طرف دیکھنا بصارت کو بڑھاتا ہے۔

ابونعیم کی ایک روایت میں: ''النظر فی وجه المرأة'' کے الفاظ آئے ہیں، یعنی خوبصورت بیوی کے چہرے کی طرف دیکھنا زیادتی بصارت کا سبب ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’نظرہ الی جمال حلیلہ ‘ یکف بصرہ عن غیرھا ‘ فتقوی بصیرۃ ھداہ ‘ و یأمن ظلمۃ ھواہ‘‘

یعنی بیوی کی خوبصورتی کی طرف نظر کرنا غیر کی طرف نظر بازی سے باز رکھتا ہے، تو اس سے خواہشات کی ظلمت سے امن ملتا ہے۔ اور ہدایت کی بصیرت کو قوت ملتی ہے۔

(فیض القدیر ص۳۸۹ ج۶، رقم الحدیث:۹۳۲۱)

حدیث پاک کے الفاظ: ’’مرأۃ‘‘ سے کوئی اجنبیہ کو دیکھنے کا جواز نہ نکالے، اس لئے کہ اجنبیہ کی طرف دیکھنا تو حرام ہے اور اسے آنکھ کا زنا فرمایا گیا۔ یہاں ’’مرأۃ‘‘ سے مراد بیوی ہے: والمراد بالمرأۃ الحلیلۃ لا الأجنبیۃ۔ (حوالہ بالا)

بیوی کی طرف دیکھنا اور اس کے ہاتھ کو چھونا گناہوں کو معاف کرتا ہے

حدیث میں فرمایا: شوہر جب اپنی بیوی کو دیکھے اور بیوی اپنے شوہر کو دیکھے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی) کی طرف نظر رحمت سے دیکھتا ہے، پھر جب شوہر اپنی بیوی کی ہتھیلی کو پکڑتا ہے تو دونوں کے گناہ ان کی انگلیوں کے پوروں سے جھڑ جاتے ہیں۔

((ان الرجل اذا نظر الی امرأتہ ‘ و نظرت الیہ ‘ نظر اللہ تعالیٰ الیھما نظرۃ رحمۃ ، فاذا اخذ بکَفِّھا تساقطت ذنوبھما من خلال اصابعھما))۔

(کنز العمال، النکاح ، الترغیب فیہ ، رقم الحدیث:۴۴۴۳۷)

بیوی سے جماع پر صدقہ کا ثواب

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر تسبیح یعنی ’’سبحان اللہ‘‘ کہنا صدقہ ہے، ہر تکبیر یعنی ’’اللہ اکبر‘‘ کہنا صدقہ ہے، ہر تحمید یعنی ’’الحمد للہ‘‘ کہنا صدقہ ہے، ہر تہلیل یعنی ’’لا الہ الا اللہ‘‘ کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم کرنا

صدقہ ہے، ہر برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے، اور اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے اور اسے اس میں ثواب ملے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ! کہ اگر کوئی شخص حرام ذریعہ (یعنی زنا) سے اپنی شہوت پوری کرے تو آیا اسے گناہ ملے گا یانہیں؟ (ظاہر ہے کہ یقیناً اسے گناہ ملے گا) لہذا اسی طرح جب وہ حلال ذریعہ سے (یعنی اپنی بیوی اور اپنی لونڈی) سے شہوت پوری کرے گا تو اسے اس پر ثواب ملے گا۔

(مسلم، باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف ، کتاب الزکوۃ ، رقم الحدیث:۱۱۰۶)

جماع میں آدمی کومحض لطف اندوزی کی نیت نہ کرنی چاہئے، بلکہ گناہ سے بچنے اورتقوی کے حصول کی نیت ہو، پاکدامنی اور عفت کی نیت ہو، نیک صالح اولاد کے حصول کی نیت ہو۔علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے کتنی عمدہ بات لکھی ،فرماتے ہیں:

ایسا جماع ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے

بسا اوقات مباشرت و جماع کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے ایسا لڑکا پیدا ہوتا ہے جیسے: امام ابوحنیفہ (امام مالک' امام شافعی) امام ابو یوسف' امام محمد اور امام احمد رحمہم اللہ، ایسا جماع ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہوجاتا ہے۔(تلبیس ابلیس اردو ص ۳۶۹)

بیوی سے مصافحہ، معانقہ، بوسہ، صحبت اور غسل جنابت کی فضیلت

قال النبی صلی الله علیه وسلم : ما من رجل اخذ بید امرأته یراودها الا کتب الله له خمس حسنات ، فان عانقها فعشر حسنات ، فان قبّلها عشرون ، فان اتاها کان خیرا من الدنیا و ما فیها ، فاذا قام لیغتسل لم یمرّ الماء علی شئی من جسده الا

محا عنه سيئة ورفع له درجة ويعطى بغسله خيرا من الدينا وما فيها ، وان الله تعالى يباهي به الملا ئكة يقول : انظروا الى عبدى قام فى ليلة قر باردة يغتسل من الجنابة يتيقن بانى ربه ، اشهدكم انى غفرت له۔

ترجمہ:......حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا محبت کے طور پر اللہ تعالی اس کے لئے پانچ نیکیاں لکھتے ہیں، اگر اس سے معانقہ کیا تو دس نیکیاں، اگر بوسہ لیا تو بیس نیکیاں، اگر قربت کرے تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پس جب فارغ ہو کر غسل کرے تو اس وقت بدن کے جس جگہ سے پانی بہے اس سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اس کا درجہ بلند ہوتا ہے، اور اس کو اس غسل پر دنیا و مافیہا سے زیادہ عطا کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالی اس کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: دیکھو! میرے بندے کو ٹھنڈی رات میں اٹھا جنابت سے پاک ہونے کے لئے، اور یقین کرتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں، اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس کو معاف کر دیا۔

(البرکۃ (لابی عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن م۷۸۲) ص۵۶۔ بکھرے موتی ص۹۴ ج۱)

جماع کتنی مدت میں ہونا چاہئے

جماع عورت کا حق ہے۔ اب جماع ہفتہ میں ایک بار ہو یا مہینہ میں اس سلسلہ میں مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہٗ نے "جدید فقہی مسائل" میں جو بحث کی ہے اس کا نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ موصوف لکھتے ہیں:

جمہور و ابن حزم کی رائے کہ ایک طہر میں ایک مرتبہ جماع واجب ہے

ابن حزم کی رائے ہے کہ: ہر طہر میں کم از کم ایک دفعہ مرد پر عورت سے صحبت کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾۔(سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۲۲۲)

جب وہ پاک ہوجائیں تو اسی راہ سے آؤ جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔

اور شیخ سابق نے لکھا ہے کہ: جمہور علماء کی رائے یہی ہے:''وذهب جمهور العلماء الى ما ذهب اليه ابن حزم من الوجوب على الرجل اذا لم يكن له عذر''۔[۱]

امام احمد رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ہر چار مہینوں میں ایک مرتبہ واجب ہے

امام احمد رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ کم از کم چار ماہ میں ایک دفعہ مباشرت واجب ہے، اس لئے کہ ایلاء کی مدت چار ماہ ہے، اور اگر شوہر سفر پر ہو تب چھ ماہ میں ایک بار ضرور آئے اور صحبت کرے، یہاں تک کہ اگر ایسا کرنے سے انکار کرے اور عورت علیحدگی کی طالب ہو تو قاضی دونوں میں تفریق کردے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی ایک خاتون کا واقعہ

امام احمد رحمہ اللہ کی دلیل وہ واقعہ ہے جو زید بن اسلم رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ: ایک بار آنجناب مدینہ کا جائزہ لینے نکلے، ایک خاتون کے مکان سے گذر ہوا جو یہ اشعار پڑھ رہی تھیں:۔

تُطَاوِلُ هٰذَا اللَّيْلُ وَ اسْوَدَّ جَانِبُهُ　　وَ طَالَ عَلٰى اَن لَّا خَلِيْلَ اُلَاعِبُهُ

وَ اللّٰهِ لَوْلَا خَشْيَةَ اللّٰهِ وَحْدَه　　لَحَرَّكَ مِنْ هٰذَا السَّرِيْرِ جَوَانِبُهُ

---

[۱]...... گویا ہر مہینہ میں ایک مرتبہ، چونکہ عورت کو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ حیض آتا ہے، پھر جب پاک ہو جماع کرنا واجب ہے۔ ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:''يكفى المؤمن الوقعة فى الشهر''مؤمن کے لئے مہینہ میں ایک مرتبہ جماع کرنا کافی ہے۔

(كنز العمال، المباشرة و آدابها و محظوراتها، النكاح، رقم الحديث :۴۴۸۶۷)

وَلٰکِنْ رَبِّی وَلاَ الحَیَاءُ یَکْفِیْنِیْ　　　وَ اِکْرَامُ بَعْلِی اَنْ تُوْطَاءَ رَاکِبُہٗ

رات طویل ہوگئی اور رات کا کنارا سیاہ ہوگیا اور مجھ پر یہ بات گراں ہے کہ میرا کوئی دوست نہیں ہے جس کے ساتھ میں کھیلوں۔

خدا کی قسم اگر خدائے واحد کا خوف نہ ہوتا تو اس چارپائی کے کنارے ہل رہے ہوتے۔ لیکن میرا پروردگار اور میری غیرت میرے لئے کافی ہے، اور میں اپنے شوہر کی تعظیم کروں گی اس بات سے کہ اس کی سواری روندی جائے۔[۱]

---

[۱]......''کنز العمال'' میں یہ اشعار اس طرح ہیں:۔

تُطَاوِلُ ھٰذَا اللَّیْلُ وَ اسْوَدَّ جَانِبُہٗ　　　وَ اَرَّقَنِی اَن لَّا حَبِیْبَ اُلاعِبُہٗ

فَوَ اللّٰہِ لَوْلاَ اللّٰہُ أَنِّی اُرَاقِبُہٗ　　　لَحَرَّکَ مِنْ ھٰذَا السَّرِیْرِ جَوَانِبُہٗ

اور دوسری جگہ ''کنز العمال'' ہی میں دوسرا شعر اس طرح ہے:۔

فَلَوْ لَا حِذَارُ اللّٰہِ لَا شَیَٔ مِثْلُہٗ　　　لَزُعْزِعَ مِنْ ھٰذَ السَّرِیْرِ جَوَانِبُہٗ

(کنز العمال ، حقوق متفرقة ، النکاح ، رقم الحدیث :۴۵۹۱۷/۴۵۹۲۴)

تُطَاوِلُ ھٰذَا اللَّیْلُ وَازْوَرَّ جَانِبُہ　　　وَ اَرَّقَنِی عَلیٰ اَن لَّا ضَجِیْجَ اُلاعِبُہٗ

اُلاعِبُہٗ طَوْرًا وَ طَوْراً کَأَنَّمَا　　　بَدَأَ قَمَرًا فِیْ ظُلْمَةِ الَّیْلِ حَاجِبُہٗ

یَسُرُّ بِہٖ مَنْ کَانَ یَلْھُوْ بِقُرْبِہٖ　　　لَطِیْفُ الْحَشَا لَا یَحْتَوِیْہِ أَقَارِبُہٗ

فَوَ اللّٰہِ لَوْ لَا اللّٰہُ شَیَٔ غَیْرَہٗ　　　لَحَرَّکَ مِنْ ھٰذاَ السَّرِیْرِ جَوَانِبُہٗ

وَلٰکِنَّنِیْ أَخْشٰی رَقِیْبًا مُوَکِّلاً　　　بِاَنْفُسِنَا لَا یَفْتُرُ الدَّھْرَ کَاتِبُہٗ

مَخَافَةَ رَبِّیْ وَ الْحَیَاءُ یَصُدُّنِیْ　　　وَ اِکْرَامَ بَعْلِی اَنْ تُنَالَ مَرَاتِبُہٗ

۱:......رات دراز ہوگئی اور اس کا اکثر حصہ ڈھل گیا، مگر میری آنکھوں سے نیند غائب ہوگئی، کیونکہ میرے ساتھ کوئی لیٹنے والا نہیں جس کے ساتھ میں دھینگا مستی کرسکوں۔

۲:......لمحہ لمحہ میں اس سے ایسے کھیلوں جیسے رات کے اندھیرے میں بادل کے افق سے چاند نکل کر آنکھ مچولی کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے شوہر جہاد میں ہیں۔ آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ۱؎ سے دریافت کیا کہ ایک

۳:......اس سے نزدیک رہ کر جو اس سے کھیلتا ہے، اسے خوشی ہوتی ہے۔ نرم و نازک پسلیوں والا، اس کے خویش واقارب جمع نہیں ہوتے۔

۴:......خدا کی قسم! اگر خدا (کا خوف) نہ ہوتا، اس کے علاوہ کچھ نہیں، تو اس چارپائی کے پائے کبھی کے ہل چکے ہوتے۔

۵:......لیکن میں ایک نگران کار سے ڈرتی ہوں، جو ہمارے اوپر مسلط ہے۔ کبھی کسی وقت اس کا قلم سست نہیں پڑتا۔

۶:......نیز پروردگار کا خوف ہے، شرم وحیاء سدّ راہ بنی ہوئی ہے، شوہر کی عزت کا پاس ولحاظ ہے کہ اس کے مقام تک (نہیں) پہنچا جاسکتا۔ (تحفۃ العروس (اردو) ص ۳۲۹)

۱؎......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بجائے بیٹی کے بیوی سے سوال کرنا چاہئے۔ اس اشکال کا جواب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب دیا۔ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ: عورت چار ماہ سے زیادہ شوہر کے بدون صبر نہیں کرسکتی، مگر صحیح المزاج ہونا شرط ہے، ورنہ ضعفِ اعضاء کی وجہ سے زیادہ بھی صبر کرسکتی ہے۔ یہ تجربہ کاروں کا قول نقل کرتا ہوں، پھر اس کی تائید میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان فرمایا کہ: آپ شب کو گشت فرمارہے تھے، ایک مکان میں سے کچھ اشعار پڑھنے کی آواز آئی' نہایت دلکش۔ وہ شوہر کو یاد کر رہی تھی۔ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے کہ اے بیٹی! میں ایک بات بضرورت دینی دریافت کرتا ہوں اس میں حجاب نہ کرنا، بتلا دینا، وہ یہ کہ عورت بدون مرد کے کتنا صبر کرسکتی ہے؟ انہوں نے نہایت جبر کرکے جواب دیا کہ: چار ماہ پھر اس کے بعد تکلیف ہوتی ہے۔

یہاں پر ایک بات قابل غور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیٹی سے کیوں دریافت کیا؟ بیوی سے کیوں نہیں پوچھا؟ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید اپنی غرض سمجھ کر نہ بتلاویں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت تمام امراء اور سپاہی اور لشکر کو حکم دیا کہ: کوئی سپاہی یا افسر چار ماہ سے زائد باہر نہ روکا جائے۔ گھر آنے کے لئے اس کو رخصت دیدی جایا کرے۔

(''الافاضات الیومیہ'' ملفوظ نمبر: ۴۶۴ ص ۳۰۰ ج ۲)

عورت شوہر کے بغیر کتنے دن صبر کرسکتی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے شرمائیں، پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر بتایا: پانچ چھ ماہ۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لئے اصول متعین کردیا کہ چھ ماہ جہاد میں رہیں، چار ماہ گھر پر۔ایک ماہ میں آمد کا سفر اور ایک ماہ میں واپسی کا سفر طے کریں۔[۱]

امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے ، اور ایک عورت کی شکایت اور کعب رضی اللہ عنہ کی ذہانت

امام غزالی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ہر چار راتوں میں سے ایک رات میں ملے۔اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خاتون آئیں [۲] کہ امیر المومنین! میرا شوہر دن میں روزہ رکھتا ہے اور رات نماز میں گذارتا ہے، مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ان کی شکایت کروں، حالانکہ وہ اللہ کی اطاعت کا کام کرتے ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا شوہر کیا ہی بہترین شوہر ہے۔ وہ بار بار اپنی بات کہتی رہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح جواب دیتے رہے۔ بالآخر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر

---

[۱]......علامہ شامی رحمہ اللہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جواب چار مہینہ نقل کیا ہے: فسأل بنته حفصة كم تصبر المراة عن الرجل ؟ فقالت : اربعة اشهر ، الخ۔

(شامی، کتاب النکاح ، باب القسم)

''کنز العمال' کی روایت میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔تین مہینہ، چار مہینہ، چھ مہینہ:

" فقالت ستة أو اربعة اشهر"۔

دوسری روایت میں ہے:" فاشارت بيدها ثلا ثة اشهر و الا فاربعة اشهر "

(کنز العمال، حقوق متفرقة ، النكاح ، رقم الحديث :۴۵۹۱۷/۴۵۹۲۴)

[۲]...... كنز العمال ، حقوق متفرقة ، النكاح ، رقم الحديث :۴۵۹۱۶۔

المومنین! یہ دراصل اپنے شوہر کی شکایت کررہی ہے کہ وہ اس سے دور رہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے سمجھا ہے تو فیصلہ بھی تمہیں کرو۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر کو بلایا اور کہا کہ: تمہاری بیوی شکایت کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا: کھانے پینے کی؟ کہا: نہیں۔ اب خود ان کی بیوی نے اشعار کی زبان میں اپنا مدعا سنایا۔

یــایها القاضی الحکیم ارشده الهی خلیلی عن فراشی مسجده

زهــده فــی مــضــجــعــی تعبده فــاقــض الــقــضــاء کعب و لا ترده

نهـــاره ولیـلـــه مـــا یرقـده فــلـست فــی امـر الـنساء احمده

اے عقلمند قاضی! میرے رفیق حیات (شوہر) کو میرے بستر سے ان کی مسجد نے غافل کر دیا ہے۔

اب ان کو ہدایت کیجئے، ان کی عبادت نے ان کو میرے ساتھ سونے سے بیزار کر دیا ہے، تو اے کعب! آپ فیصلہ کیجئے! اور ان کو واپس جانے نہ دیجئے۔

اور عبادت ان کو رات دن کسی وقت سونے نہیں دیتی ہے (اس لئے) عورتوں کے حق میں، میں ان کو لائق ستائش نہیں سمجھتی ہوں۔

شوہر نے جواباً کہا: ۔

زهـدنـی فـی الـنساء و فی الحجل انـــی امــرؤ اذهلنـی مـا نـز ل

فی سورة النمل و فی السبع الطول و فی کتاب الله تخویف جلل

مجھ کو عبادت نے بیوی کے بستر اور اس کی مچھر دانی کے اندر جانے سے روک دیا ہے، اور اب میں ایسا آدمی ہوں۔

جس کو ان آیتوں نے جو سورۂ نمل اور سبع طوال میں نازل ہوئی ہیں مدہوش کر دیا ہے، اور کتاب اللہ میں بہت انذار اور انتباہ ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ۔

ان لها عليك حقا يا رجل　　　　تصيبها في اربع لمن عقل

فاعطها ذاك ودع عنك العلل

اے شخص! لا ریب تمہاری بیوی کے لئے حق تجھ پر واجب ہے، چار شب میں ایک شب ضرور ملا کرو اگر عقلمند ہو۔ اب ان کو اس کا حق دو اور حیلے سے باز آؤ۔

پھر وضاحت فرمائی کہ: اللہ نے تمہارے لئے چار تک بیویاں حلال کی ہیں، لہذا ہر چوتھا دن بیوی کا ہے، بقیہ تین دن تمہارے ہیں، تم اس میں عبادت کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ: میرے لئے یہ فیصلہ دشوار ہے کہ میں تمہاری معاملہ فہمی سے زیادہ متاثر ہوا یا تمہارے فیصلہ سے۔ پھر اسی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ کا قاضی بنا دیا۔ (جدید فقہی مسائل ص ۱۲۱ ج ۳، زمزم پبلشرز، کراچی۔ [۱])

جماع سے عبادت میں کمی آئے تو کیا کرے؟

سوال: ......ایک شخص کو جماع کا شوق ہے، اور جماع سے عبادت میں کمی آتی ہے، اور قوت کم ہو جاتی ہے، اور عبادت کا بھی شوق ہے، تو اب کیا کرے؟

الجواب: ......حدیث شریف [۲] میں ہے: ''ولزوجك عليك حقا و لنفسك

---

[۱] ......اس واقعہ کو علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ''کتاب الاذکیاء'' میں دو جگہ ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو! ''لطائف علمیہ'' لطیفہ نمبر ۱۱۵ و ۵۷۵۔ مرغوب احمد

[۲] ......و عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا عبد الله! الم أُخبر انك تصوم النهار و تقوم الليل؟ فقلت: بلى يا رسول الله، قال:

علیک حقا ’’۔ (الحدیث) اس سے معلوم ہوا کہ زوجہ کا بھی حق ہے، اور اپنے نفس کا بھی حق ہے، لہٰذا توسط ہر ایک امر میں محمود ہے، عبادت بھی کرے اور زوجہ اور عیال کا حق بھی ادا کرے، فقط واللہ تعالی اعلم۔

(مکمل ومدلل ’’فتاوی دارالعلوم دیوبند‘‘ ص۴۰۲ ج ۱۷، سوال نمبر: ۱۸۷۴)

جماع کا بہترین وقت

جماع کا بہترین وقت یہ ہے کہ جماع، غذا ہضم ہونے کے بعد کیا جائے، بدن میں اعتدال ہو، نہ گرمی ہو نہ ٹھنڈک، نہ خشکی ہو اور نہ رطوبت، نہ امتلائے شکم ہو اور نہ شکم بالکل خالی ہو، البتہ پُرشکم جماع کرنے سے جو ضرر ہوتا ہے وہ خالی پیٹ جماع سے ہونے والے ضرر کے مقابل کمتر ہوتا ہے، اسی طرح کثرت رطوبت کے موقع پر جماع کرنے سے جو ضرر ہوگا وہ خشکی کے وقت جماع کرنے سے ہونے والے ضرر سے کم ہوگا، اور حرارت بدن کے وقت جماع برودت کے وقت کئے جانے والے جماع سے کم نقصان دہ ہوگا، آدمی کو پوری طرح جوش اور شہوت کے وقت ہم بستر ہونا چاہئے کہ آدمی کا عضوتناسل پوری طرح استادہ (کھڑا ہوا) ہو اور اس کی اِستادگی میں کسی تکلیف اور کسی تخیل صورت کو دخل نہ ہو اور نہ بار بار عورت کو دیکھنے کے باعث ہوئی ہو۔

اور یہ بھی مناسب نہیں کہ خواہ مخواہ شہوت جماع کو ابھارے اور خود کو بلاضرورت اس میں مشغول کرے، البتہ اگر کثرت منی ہو، استادگی پوری ہو اور شہوت بھی پورے طور پر ہو

فلا تفعل، صُم وافطر، و قم و نم، فان لجسدک علیک حقا، وان لعینک علیک حقا، و ان لزوجک علیک حقا و ان لزَوْرک علیک حقا، الخ۔

(بخاری ص۲۶۵ ج۱، باب حق الجسم فی الصوم، کتاب الصوم، رقم الحدیث: ۱۹۷۵)

اور جماع کرنے کی غیر معمولی خواہش ہوتو جماع کرنا چاہئے۔(طب نبوی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: حضور ﷺ (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصف حصہ میں استراحت فرماتے تھے، اس کے بعد تہجد پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اخیر شب ہوجاتی' تب وتر پڑھتے تھے، اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لاتے، اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے، یعنی صحبت کرتے، پھر صبح کی اذان کے بعد اٹھ کر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے، ورنہ وضو فرما کر نماز کے لئے تشریف لیجاتے۔(نسائی، وقت الوتر ، كتاب قيام الليل و تطوع النهار ، رقم الحديث:۱۶۸۱)

فائدہ:...... اطباء کے نزدیک صحبت کے لئے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے، نیز سوکر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے، اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے۔ اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتد ال کا ہوتا ہے، لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے، نبی کریم ﷺ سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔

عین نماز کے وقت صحبت

بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ: عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولا د والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔[۱]

جس گھر میں قرآن رکھا ہو اس میں مجامعت کرنا

س:...... ہمارے علاقہ میں مشہور ہے کہ قرآن شریف اپنے گھر میں رکھنا فرض عین ہے۔

[۱]...... ''دینی دسترخوان'' ج ۱، باب سوم: ازدواجی زندگی کا بیان۔

جس کمرہ میں قرآن شریف رکھا ہوا ہوٗاس کمرہ میں ہمبستری کرنا درست ہے یانہیں؟

ج:......اگرقرآن مجید کپڑے میں لپٹا ہوا ہوٗاوراونچا رکھا ہوتو کوئی حرج نہیں:

’’ يجوز قربان المرأة فی بيت فيه مصحف مستور ‘‘۔

(عالمگیری ص۹۴ ج ۴۔خیر الفتاوی ص۲۶۲ ج۱)

پیشاب و پاخانہ کے تقاضے کے وقت جماع سے مرض کا اندیشہ

پیشاب یا پاخانہ کا روکنا طبی اعتبار سے بھی صحت کے لئے مضر ہے۔فقہاء نے بھی پیشاب یا پاخانہ کی شدت (یعنی دباؤ معلوم ہوتے وقت) نماز میں داخل ہونے کو یا نماز باقی رکھنے کومکروہ تحریمی لکھا ہے۔(عمدۃ الفقہ ص۲۶۹ ج۲)

اسی طرح نبی پاک ﷺ نے پیشاب' پاخانہ کے تقاضے کے وقت جماع سے بھی منع فرمایا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

’’لا يجامعن أحدكم و به حقن من خلاء ، فانه يكون منه البواسير ، ولا يجامعن احدكم و به حقن من بول ، فانه يكون منه النواصير ‘‘۔

(كنز العمال ، محظورات المباشرة ، النكاح ، رقم الحديث:۴۴۹۰۲)

تم میں سے کوئی بیت الخلاء کی ضرورت کے وقت جماع نہ کرے، کیونکہ اس سے مرض بواسیر کا خطرہ ہے،اورتم میں سے کوئی پیشاب کے تقاضے کے وقت جماع نہ کرے، کیونکہ اس سے مرض ’’نواصیر‘‘ کا اندیشہ ہے۔[1]

چندراتوں میں صحبت کی ممانعت

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: تین راتوں میں صحبت کرنی مکروہ ہے: ایک مہینہ کی

[1]......نواصیر: وہ زخم جومقعد میں ہوکرالگ سوراخ بن جاتا ہے۔

اول شب، دوم: آخر شب، سوم: پندرھویں شب۔ کہتے ہیں کہ: ان راتوں میں صحبت کے وقت شیاطین موجود ہوتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں: ان راتوں میں شیطان صحبت کیا کرتے ہیں، اور اس امر کی کراہت ان راتوں میں حضرت علیؓ حضرت معاویہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ؎[1]

فتاوی حقانیہ کا ایک فتوی

سوال:......کیا بیوی سے جماع کے لئے کچھ ممنوعہ اوقات ہیں؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ظہر کے بعد، عید کے دن، شب برأت وغیرہ اوقات ومواضع میں جماع کرنا منع ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب:......شرعی موانع (حیض ونفاس کی حالت) کے علاوہ جماع کے لئے مخصوص اوقات کے تعین اور بعض سے ممانعت کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔ قال الله تعالى :

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۲۲۳)

قال الرازی رحمه الله : اختلف المفسرون فی تفسير قوله :﴿ انی شئتم﴾ والمشهور ما ذكرناه انه يجوز للزوج ان يأتيها من قُبلها ومن دبرها فی قبلها ، والثانی ان المعنى أی وقت شئتم من اوقات الحل يعنی اذا لم تكن اجنبية أو محرمة أو صائمة أوحائضا ، والخامس متى شئتم من ليل او نهار۔

(تفسير كبير للرازی ص۶۸ ج۶، سورة البقرة)

قال الكاسانی رحمه الله : وللزوج ان يطالبها متى شاء الا عند اعتراض اسباب

؎[1]......احیاء العلوم ج ۲، دوسرا باب نکاح، تیسری فصل: آداب مباشرت۔ کیمیائے سعادت، باب ثالث۔

مانعة من الوطأ كالحيض والنفاس والظهار والاحرام وغير ذلک ۔

(بدائع الصنائع ص۳۳۱ ج۲، النفقات)

ومثله فی نيل الاوطار ص۲۲۵ ج۶، باب النفقات ۔ (فتاوی حقانیہ ص۴۳۶ ج۴)

شب جمعہ میں جماع کی فضیلت

اوس بن اوس الثقفی رضی الله عنه قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من غَسَّلَ يومَ الجمعة و اغتسل ، ثم بَكَّر و ابتكر ، و مشى و لم يركب و دنا من الامام فاستمع ، و لم يَلغُ ، كان له بكل خُطوةٍ عملُ سنةٍ : اجرُ صيامها و قيامها ۔[۱]

حضرت اوس ابن اوس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: سرتاج دوعالم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن نہلائے اور خود نہائے، سویرے سے (جامع مسجد) جائے (تاکہ) شروع سے خطبہ پالے، اور پیدل جائے، سوار نہ ہو، اور امام کے قریب بیٹھے اور خطبہ سنے، نیز یہ کہ کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکالے، تو اس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزوں اور رات میں عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

حضرت مکحول تابعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا اس شخص کے متعلق جو جمعہ کے دن غسل جنابت کرے تو فرمایا: ''من فعل ذلک کان له اجران'' کہ جو ایسا کرے اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔ (خصائص يوم الجمعة ص۲۹)

[۱]...... ابوداؤد، باب فی الغسل للجمعة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث: ۳۴۵ ۔ ترمذی، باب ما جاء فی فضل الغسل يوم الجمعة ، ابواب الجمعة ، رقم الحديث: ۴۹۶ ۔ نسائی، فضل غسل يوم الجمعة ، كتاب الجمعة ، رقم الحديث: ۱۳۸۲ ۔ ابن ماجہ، باب ما جاء فی الغسل يوم الجمعة ، ابواب اقامة الصلوة والسنة فيها ، رقم الحديث: ۱۰۸۷ ۔

اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء نے شب جمعہ میں وطی کو مستحب فرمایا ہے۔[۱]

حدیث مبارک میں ''غسّل'' کا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کو نہلائے مراد یہ ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت کرے۔[۲]

صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے:

''جمعہ کے روز اپنی بیوی سے ہم بستری بہتر ہے، اس لئے کہ اس سے زنا کا خطرہ دل میں پیدا نہیں ہوتا، اور نماز میں حضور قلب حاصل ہوتا ہے''۔ (مظاہر حق ص۹۰۳ ج۱)

''انتخاب الترغیب والترھیب'' میں ہے:

یعنی شب جمعہ میں اپنی بیوی سے ملا جس کی وجہ سے بیوی نے غسل کیا اور خود بھی اس نے غسل کیا، اس لفظ ''غسّل'' کا سین کی تشدید سے نقل ہونا اسی کو راجح بتاتا ہے، اس صورت میں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جسم اور لباس کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ جذبات اور خیالات بھی پاکیزہ ہو جائیں گے اور نفس زیادہ سکون واطمینان کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو سکے گا۔ (ص۱۵۵ ج۲)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور بعض علماء نے جمعہ کے دن اور اس کی شب میں صحبت کو مستحب کہا ہے اس حدیث

---

[۱]...... ''کنز العمال'' کی ایک روایت میں ہے: کیا تم میں کوئی اس بات سے عاجز ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہر جمعہ کو جماع کرے، کیونکہ اس میں دہرا اجر ہے، ایک اپنے غسل کا اور ایک بیوی کے غسل کا۔

'' أیعجز أحدکم ان یجامع اھلہ فی کل جمعۃ ' فان لہ اجرین ، اجر غسلہ و اجر غسل امرأتہ ''۔

(کنز العمال ، المباشرۃ و آدابھا و محظورا تھا ، النکاح ، رقم الحدیث :۴۴۸۲۶)

[۲]......قال ابن قدامۃ فی المغنی: (ج۲ص۲۵۷) ''من غسّل و اغتسل أی جامع و اغتسل''

(خصائص یوم الجمعۃ ص ۲۹ الخصوصیۃ الرابعۃ و العشرون)

کے ایک معنی کے لحاظ سے: ’’رحم اللہ من غسّل و اغتسل لیلۃ الجمعۃ‘‘۔

(احیاء العلوم ج ۲، دوسرا باب نکاح، تیسری فصل: آداب مباشرت)

مباشرت کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی بیوی کے پاس جاتے وقت اللہ کے حضور میں یہ عرض کرلیا کرے:

’’بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّیۡطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا‘‘۔

یعنی بسم اللہ، میں اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کرتا ہوں، اے اللہ! تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا۔

تو اگر اس مباشرت کے نتیجہ میں ان کے لئے بچہ مقدر ہوگا تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہ پہونچا سکے گا اور وہ ہمیشہ شر شیطان سے محفوظ رہے گا۔

(بخاری، باب التسمیۃ علی کل حال و عند الوقاع ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۴۱۔ باب ما یقول الرجل اذا أتی اھلہ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۵۱۶۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں (’’اشعۃ اللمعات‘‘ میں یہ عارفانہ نکتہ) لکھا ہے کہ:

اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر مباشرت کے وقت اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی دعا نہ کی (اور خدا کی طرف سے بالکل غافل ہوکر بہائم کی طرح بس اپنے نفس کا تقاضہ پورا کرلیا) تو ایسی مباشرت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد شر شیطان سے محفوظ نہیں رہے گی۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

’’ازاینجاست فساد احوال اولاد و تباہ کاری ایشاں‘‘

یعنی اس زمانہ میں پیدا ہونے والی نسل کے احوال، اخلاق وعادات جو عام طور سے خراب وبرباد ہیں تو اس کی خاص بنیاد یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایات کی قدر شناسی اور ان سے فائدہ اٹھانے کی پوری توفیق عطا فرمائے۔(معارف الحدیث ص ۲۱۵ ج ۵، حدیث نمبر: ۱۶۵/وص ۳۷ ج ۷)

اس دعا کو ضرور پڑھنا چاہئے، کیونکہ ہمبستری کے وقت اللہ کا نام نہ لینے سے شیطان کا نطفہ بھی مرد کے نطفہ کے ساتھ اندر چلا جاتا ہے۔(حصن حصین ص ۲۵۲)

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں: علماء سلف سے روایت ہے اگر عورت سے قریب ہوتے وقت ''بسم اللہ'' نہ پڑھے تو شیطان اس کی مباشرت میں شریک ہوتا ہے۔(غنیۃ)

عورتوں کو بھی یہ دعا یاد کر لینی چاہئے۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے:

بغیر دعا کے مجامعت کرنے سے شیطان بھی مجامعت کرتا ہے۔(ص ۳۲۰ ج ۱۷)

دو بیویاں ہوں تو ایک سے دوسری کے سامنے ہمبستر نہ ہو

کسی کی دو بیویاں ہیں، تو ایک بیوی سے دوسری بیوی کے دیکھتے ہوئے صحبت کرنا بے حیائی ہے، اور دوسری عورت کا دل دکھانا ہے۔اسی طرح ایک عورت کو دوسری عورت کا ستر دیکھنا بھی گناہ ہے۔اس لحاظ سے بھی یہ طریقہ واجب الترک ہے۔

''فتاوی عالمگیری'' میں ہے:

''وطی زوجته بحضرة ضرتها أو امته یکره عند محمد رحمه الله''۔

یعنی شوہر کا اپنی بیوی سے اس حال میں جماع کرنا کہ بیوی کی سوکن یا اپنی باندی موجود

ہوتو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(فتاوی عالمگیری ، کتاب الکراھیۃ ، الباب الثامن ۔فتاوی رحیمیہ ص ۲۵۵ ج ۶ سوال نمبر ۱۷۸۹)

''فتاوی عالمگیری'' کے ''باب القسم '' میں بھی یہ جزئیہ ہے کہ ایک بیوی کے سامنے دوسری سے وطی کرنا مکروہ ہے حتی کہ ایک سے وطی کرنے کی خواہش کی (دوسری کی موجودگی میں) تو اس پر قبول کرنا واجب نہیں ہے، چنانچہ اگر وہ انکار کرے تو نافرمان نہ ہوگی۔

(عالمگیری، گیارہواں باب، کتاب النکاح)

جماع سے پہلے تقبیل و ملاعبت سے عورت کو تیار کرے

جماع سے پہلے عورت کو خوب مانوس کرے، جتنا ہو سکے چھیڑ چھاڑ کر کے اس کو تیار کرے، کھیل کود، [1] بوسہ بازی، ملاعبت سے اسے مباشرت پر ابھارے، بغیر ان مبادیات کے جلد بازی سے صحبت کر لی اور عورت کی خواہش پوری نہ ہوئی تو یہ عورت کے لئے باعث رنج و تکلیف ہے، بلکہ تنفر تک معاملہ پہنچ سکتا ہے۔

عورت کی شہوت کو ابھارنے کی مختلف ترکیبیں کتابوں میں درج ہیں۔ چند یہاں نقل کی جاتی ہیں: ''دینی دسترخوان'' (ج ۱، باب سوم: ازدواجی زندگی کا بیان) میں ہے:

صحبت سے قبل مزید اس کے ساتھ ملاعبت کر لے، یعنی جسم پر ہاتھ پھیرے، بالخصوص اس کی چھاتیوں پر خاص طور سے اس کی ابھری ہوئی بوٹی کو انگلیوں سے سہلانا شہوت کو

---

[1]......حدیث میں بھی عورت کو کھلونا فرمایا: ''النساء لعب فتخیروا '' عورت کھلونا ہے، اسے اختیار کرو۔

(کنز العمال، آداب النکاح ، النکاح ، رقم الحدیث : ۴۴۵۹۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا جب انہوں نے ثیبہ سے شادی کی: کیوں باکرہ عورت سے شادی نہیں کی کہ وہ تجھ سے کھیلتی اور تو اس سے کھیلتا؟۔

(کنز العمال، آداب النکاح ، النکاح ، رقم الحدیث :۴۴۶۰۴)

ابھارنے میں بہت مفید ہے۔

پستانوں کو منھ میں لے کر چوسنا بھی جائز ہے، بلکہ عورت کو تیار کرنے میں یہ بہت ہی اکسیر نسخہ ہے، بشرطیکہ منہ میں دودھ آنے کا خطرہ نہ ہو۔

اسی طرح فرج کے اوپر کے حصہ میں جلد میں چھپا ہوا ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا جو چھوٹے چنے کی شکل میں ہوتا ہے، اس حصہ کو عربی میں ''بــــطــــر'' اور انگریزی میں (CLITORIS) کہتے ہیں، اس کو اپنے ذکر سے چھونے سے عورت کی شہوت اور زیادہ بھڑک جاتی ہے۔

یہ تدابیر گرم مزاج اور شہوت کی زیادتی اور سرعت انزال کے مریض نوجوانوں کے لئے مفید ہیں تاکہ عورت کو بھی جلد انزال ہوجائے، ورنہ اس کے برعکس مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، مثلاً عورت کی بدکاری کا خطرہ، اور خاوند سے محبت کی کمی، استقرار حمل میں رکاوٹ۔

نیز پیٹ رانوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرنا بھی اس لحاظ سے مفید ہے۔ عورتوں میں مزاج کی برودت کی وجہ سے انزال تاخیر سے ہوتا ہے، اس لئے ملاعبت سے اس کی شہوت کو ابھارنا انزال میں مفید ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ ''طب نبوی'' میں تحریر فرماتے ہیں: آدمی کو جماع کرنے سے پہلے بیوی کے ساتھ کھیل کود، بوسہ بازی اور زبان چوسنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ جماع سے قبل اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے تھے، اور ان کا بوسہ لیتے تھے۔ [۱]

۱...... ''كان اذا اجتلىٰ النساء أقعى و قبل '' یعنی نبی پاک ﷺ جب اپنی بیوی کا بغرض جماع کپڑا اتارتے تو بیٹھتے اور بوسہ دیتے۔ (فیض القدیر ص ۱۱۵ ج ۵، رقم الحدیث : ۶۵۳۶)

ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ: نبی ﷺ جماع سے پیشتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیتے، اوران کی زبان چوستے تھے۔ (طب نبوی)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے ''ابوداؤد شریف'' میں یہ حدیث اس طرح نہیں ملی، البتہ ''کتاب الصوم'' میں روایت اس طرح ہے:

''عن عائشة رضی الله عنها : انّ النبی صلی الله علیه وسلم : کان یُقبّلها و هو صائم و یمص لسانها''۔

(ابوداؤد، باب الصائم یبلع الریق ، اول کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۳۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لیتے اور زبان چوستے تھے۔

اس میں جماع کا ذکر کیوں کر ہوسکتا ہے کہ یہ تو حالت صوم کا بیان ہے، واللہ اعلم۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

''ویستحب لها الملاعبة قبل الجماع''

یعنی ادب یہ ہے کہ جماع سے قبل عورت سے ملاعبت کرے۔ (غنیۃ)

علامہ مناوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''یسن مؤکدا تقدیم الملاعبة و مص اللسان علی الجماع و کره خلافه''

جماع سے پہلے بیوی سے ملاعبت کرنا اور زبان کو چوسنا وغیرہ سنت مؤکدہ ہے، اور اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ (فیض القدیر ص۱۱۵ ج۵، تحت رقم الحدیث: ۶۵۳۶)

امام غزالی رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''احیاء العلوم'' میں تحریر فرماتے ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب میاں بیوی صحبت کرنا چاہیں تو

صحبت سے پیشتر گفتگو کرنی اور بوسہ دینا چاہئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ جا پڑتا ہے، بلکہ زن وشوہر میں اول ایلچی ہونا چاہئے۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایلچی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بوسہ اور کلام۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے ''کیمیائے سعادت'' میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صحبت سے قبل بوس وکنار وملاعبت ضرور کرنا چاہئے، بلکہ حدیث میں ملاعبت سے پیشتر جماع کی ممانعت آئی ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ملاعبت سے پیشتر جماع کرنے سے منع فرمایا۔ (طب نبوی۔ ۱)

امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ: مرد میں تین باتیں عاجزی پر دال ہیں: اول یہ کہ: جس کی آشنائی پسند کرتا ہو اس سے ملاقات کرے اور پیشتر اس سے کہ اس کے نام اور نسب سے واقف ہو اس سے جدا ہو جائے، دوسری یہ کہ: کوئی شخص اس کی تعظیم کرے اور کچھ ہدیہ دے اور یہ وہ چیز نہ لے اور ہٹا دے، تیسری یہ کہ: اپنی لونڈی یا بیوی سے صحبت کرنی چاہے اور بدون اس بات کے کہ اس سے بات کرے اور انس پیدا کرے اور پاس لیٹے، اس سے صحبت کرنے لگے، اور حاجت پوری کرے، اور اس کی حاجت پوری نہ ہونے دے۔ (احیاء العلوم ج ۲، دوسرا باب نکاح، تیسری فصل: آداب مباشرت۔ ۲)

''فتاوی عالمگیری'' میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اولیٰ یہ ہے

۱...... نهى عن المواقعة قبل الملاعبة۔

(كنز العمال، محظورات المباشرة ، النكاح ، رقم الحديث :۴۴۸۸۶۔فيض القدير ص۴۱۸ ج۶، رقم الحديث: ۹۴۳۰)

۲...... فيض القدير ص۱۱۵ ج۵، تحت رقم الحديث :۶۵۳۶۔

کہ جماع کے وقت اپنی زوجہ کی فرج دیکھے، تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہے اور وہ اس کے آلۂ تناسل کو مس کرتی ہے، تاکہ اس کا آلۂ تناسل کھڑا ہو جاوے، کیا آپ کے نزدیک اس میں کوئی برائی ہے؟ فرمایا کہ: نہیں، اور مجھے امید ہے کہ اس کو ثواب ملے گا۔ یہ خلاصہ میں ہے۔

(کتاب الکراھیة ، الباب الثامن ، خلاصة الفتاوی ص۳۶۷ ج۴، کتاب الکراھیة ، الفصل السادس فی النکاح والجماع)

جماع کا طریقہ

''دینی دسترخوان'' میں ہے: صحبت کے لئے نشست کا کوئی خاص طریقہ شرعاً ضروری نہیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہر نوع کا رواج معلوم ہوتا ہے، (کما ورد فی حدیث) ''ابوداؤد شریف'' کی حدیث سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ نے مستنبط فرمایا ہے کہ عورت کو سامنے چت لٹا کر دونوں ٹانگیں نیم کھڑی کر کے اس کے مقابل مرد بیٹھ کر صحبت کرے، واللہ اعلم۔ یہ طریقہ طبی لحاظ سے سب طریقوں سے بہتر ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جماع کی عمدہ صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے اوپر ہو، اور ملاعبت اور بوسہ بازی کے بعد عورت کو چت لٹا کر اس سے جماع کرے۔ اسی وجہ سے عورت کو فراش کہتے ہیں۔ خود پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: الولد للفراش۔ [1] یعنی لڑکا عورت کے لئے ہے۔

---

[1] ...... بخاری، باب قول الموصی لوصیه : تعاهد ولدی ، وما یجوز للوصی من الدعوی ، کتاب الوصایا ، رقم الحدیث: ۲۷۴۵۔

یہاں عورت کو فراش سے تعبیر کیا گیا، اور یہ مرد کی عورت پر مکمل حاکمیت کو ثابت کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَى النِّسَآءِ﴾۔[1] مرد عورتوں کے نگران ہیں۔اسی طرح اس شعر میں بھی کہا گیا۔

اِذَا رمتُهَا كانت فراشا يُقِلّنِی　　　وَ عِنْدَ فَرَاغِی خَادِمٌ يَتملَّقُ

جماع کے وقت جب میں فرج میں دخول کرتا ہوں تو وہ بستر بن کر مجھے اٹھاتی ہے، اور انزال ہو جانے کے بعد ایک چاپلوسی نوکر بن جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾۔[2]

[1]...... پارہ: ۵/سورۂ نساء، آیت ۳۴/۔　　[2]...... پارہ: ۲/سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۱۸۷۔

قرآن کریم نے میاں بیوی کو لباس سے تشبیہ دی، جس طرح لباس سے ستر چھپاتے ہو اسی طرح زوجین ایک دوسرے کے لئے عیوب چھپانے اور معاصی سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔اور جس طرح لباس سے انسانوں کو راحت و آرام اور سکون نصیب ہوتا ہے، بہت سی مضرتوں سے حفاظت اور سردی و گرمی سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے، اسی طرح نکاح کے ذریعہ شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے سے راحت و آرام اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔اور جس طرح انسان کو لباس سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے، بدن سے ملصق اور ملا ہوا ہوتا ہے، یہی حال زوجین کا ہے کہ ان کا تعلق آپس میں بہت قریبی ہوتا ہے، بوقت صحبت تو بالکل ہی بدن سے اتصال ہو جاتا ہے، اور ایک دوسرے کے لئے بمنزلہ لباس ہو جاتے ہیں، ''قال الربیع : هن فراش لكم و انتم لحاف لهن''۔

ابن زید کا مقولہ ہے کہ: جماع کے وقت دونوں ایک دوسرے کو لوگوں کی نظر سے چھپا لیتے ہیں، یہی مراد ہے لباس سے۔ (فتاوی رحیمیہ ص ۳۶۳ ج ۸)

ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے: ''ان الله تعالى جعلها لک لباسا و جعلک لها لباسا'' یعنی اللہ تعالی نے تیری بیوی کو تیرے لئے لباس بنایا، اور تجھے تیری بیوی کی لئے لباس بنایا۔

(كنز العمال ، المباشرة و آدابها و محظوراتها ، النكاح ، رقم الحديث :۴۴۸۴۳۔فيض القدير ص ۲۸۳ ج ۲، رقم الحديث :۱۷۱۸)

وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں، اورتم (مرد) ان کے لئے لباس ہو۔

اوراس انداز سے جماع کرنے سے لباس کا معنی پورے طور پر صادق آتا ہے، اس لئے کہ مرد کا فراش اس کے لئے لباس ہے، اوراسی طرح عورت کا لحاف اس کا لباس ہے۔

غرض جماع کا عمدہ انداز اسی آیت سے ماخوذ ہے، اوریہی انداز شوہر و بیوی میں سے ہرایک کا دوسرے کے لئے لباس ہونے کا استعارہ بہتر طور پر کام دیتا ہے۔

اوراس میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے، وہ یہ کہ جماع کے وقت عورت کبھی کبھی مرد سے بالکل چمٹ جاتی ہے، اس طرح عورت مرد کے لئے ایک لباس کی طرح بن جاتی ہے۔ شاعر نے خوب منظر کشی کی ہے ؎

اذا ما الضَّجِیْعُ ثَنیٰ جِیْدَھا و ثَنَّتُ فکانت علیه لباسا

جماع کرنے کے وقت جب سونے والی اپنی صراحی دار گردن گھماتی ہے تو مجھ سے اس طرح چمٹ جاتی ہے جیسے کہ وہ میرا لباس ہے۔[۱]

جماع کرنے کی بدترین صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے اوپر ہو۔ اور مرد پشت کے رخ سے عورت سے جماع کرے، یہ طبعی شکل کے بالکل مخالف ہے، جس انداز پر اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو پیدا فرمایا ہے، بلکہ یوں کہئے کہ نر اور مادہ کو پیدا فرمایا ہے۔

اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ان خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ ہے کہ منی کا پوری طرح اخراج دشوار ہوتا ہے اور کبھی عضو مخصوص میں منی کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا، جو متعفن ہوکر فاسد ہو جاتا ہے، جس سے جامع (صحبت کرنے والا) نقصان اٹھاتا ہے۔ اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ فرج کی رطوبت عضو تناسل میں بہہ کر چلی جاتی ہے، اس طرح سے رحم کو

[۱]...... یہ شعر نابغہ جعدی کے دیوان کے ص: ۸۱/ پر ہے۔ اور الشعر والشعراء کے ص: ۲۹۶/ پر بھی ہے۔

پوری طرح سے منی کو قابو میں رکھنا اور روکنا مشکل ہوتا ہے، چنانچہ تخلیق میں دقت ہوتی ہے، نیز طبعی اور شرعی طور پر اس کام کے لئے عورت مفعول ہے تو جب وہ فاعل بن جائے گی تو یہ طبیعت وشریعت دونوں کے خلاف ہوگا۔ اور اہل کتاب اپنی عورتوں سے جماع ان کے پہلو کے بل کنارے سے کیا کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ: یہ طریقۂ جماع عورتوں کے لئے آسان ترین ہے۔ (طب نبوی)

آیت کریمہ ﴿ نِسَـائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ تمہاری بیبیاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت (کے) ہیں، سو اپنے کھیت میں جس طرح سے چاہو آؤ، یعنی آگے سے، پیچھے سے، کھڑے، بیٹھے، (یعنی کیفیات اگرچہ مختلف ہوں، لیکن صحبت کی راہ وہی قُبُل ہونی چاہئے)۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۴ ج۲)

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں مختلف روایات وواقعات کتب احادیث و تفاسیر میں منقول ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے! ''تفسیر ابن کثیر''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہودی یہ کہا کرتے تھے کہ: جو شخص اپنی عورت سے پیچھے کی طرف سے اس کے اگلے حصہ (یعنی شرمگاہ) میں جماع کرتا ہے، تو اس کے بھینگا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت: ﴿ نِسَـائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ نازل ہوئی۔ (بخاری، باب ﴿ نِسَائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ، فأتوا حرثكم انه شئتم ﴾ ، كتاب التفسير ، رقم الحديث: ۴۵۲۸)

ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

مدینہ میں جن حضرات نے الانصار کا خطاب حاصل کیا وہ پہلے مشرک تھے، یہودیوں کے ساتھ رہا کرتے تھے، چونکہ یہودیوں کے پاس آسمانی کتاب (توریت) تھی تو مشرکین سمجھتے تھے کہ یہود کو علمی فضیلت حاصل ہے، اس لئے وہ بہت سی باتوں میں یہودیوں کا

چلن اختیار کرلیا کرتے تھے۔

مجامعت اور ہمبستری کے سلسلہ میں یہودیوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صرف چت لیٹ کر ہی مجامعت کیا کرتے تھے، اس سے عورت کی پردہ پوشی زیادہ ہوتی تھی، انصار بھی ان کے اسی چلن پر چلا کرتے تھے، ان کے برخلاف قریش کا طریقہ یہ تھا کہ وہ عورتوں سے خوب کھلتے تھے، ان کا سینہ اپنی طرف کرکے، ان کی پشت اپنی طرف کرکے، ان کو چت لٹا کر، غرض ہر طرح سے لذت اندوز ہوتے تھے۔

جب حضرات مہاجرین مدینہ میں آئے تو کسی مہاجر نے انصاری عورت سے شادی کرلی، انہوں نے اپنے طریق (مختلف کیفیات) سے صحبت کرنا چاہا تو اس انصاریہ نے ناپسند کیا اور کہا صرف چت لیٹ کر ہی جماع کیا جاتا ہے، لہذا آپ بھی ایسا ہی کیجئے، ورنہ مجھ سے دور رہیے۔ اس میں بات طول پکڑ گئی، یہاں تک کہ حضور ﷺ تک بات پہنچ گئی، تو خدائے تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿نِسَائُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ﴾ الخ، یعنی تمہاری بیبیاں تمہاری کھیتی ہیں، سو اپنے کھیت میں جس طرح سے چاہو جاؤ، یعنی چاہے آگے سے، پیچھے سے، چاہے چت لٹا کر وغیرہ، بشرطیکہ وہ جگہ ہو جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۲۵ ج۲۔ ابوداؤد ص۳۰۱ ج۱، باب فی جامعِ النکاح، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۲۱٦۴)

جماع سے قبل کوئی کپڑا اچھادے

آداب جماع میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ: بوقت صحبت نیچے کوئی کپڑا اچھادے، تاکہ بستر وغیرہ خراب نہ ہو۔ اور جماع کے بعد عضو خاص کو صاف کیا جاسکے۔

(دینی دسترخوان، اس سلسلہ کی حدیث صفحہ:۵۳؍حاشیہ نمبر:۱؍ پر ملاحظہ فرمائیں)

بوقت صحبت قبلہ رومنھ نہ کرے

صحبت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ: مستقبل القبلہ نہ ہونا چاہئے۔امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: صحبت کے وقت قبلہ کی جانب سے ہٹ جاوے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہے۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ولا یستقبل القبلة عند المجامعة‘‘ جماع کے وقت قبلہ کی طرف منھ نہ کرے۔

’’فتاویٰ عالمگیری‘‘ میں ہے: ’’اپنی عورت سے جماع کرتے وقت ایسا کرنا (یعنی قبلہ رخ ہونا) بھی مکروہ ہے‘‘۔(فتاوی عالمگیری، کتاب الکراھیة ، پانچواں باب)

’’ یکرہ مد الرجلین الی القبلة فی النوم و غیرہ عمدا ‘ وکذا فی حال مواقعة اھله‘‘۔

(شامی ص۵۵۴ ج۱،(ط: مکتبه دار الباز ، مکة المکرمة) فصل فی الاستنجاء ، باب الانجاس ، کتاب الطھارة ، قبیل : مطلب : القول مرجّح علی الفعل)

قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کر کے وطی سے جو بچہ پیدا ہو‘ کیا وہ حرامی ہے؟

سوال:......زید کہتا ہے کہ اپنی زوجہ سے مباشرت کرنا قبلہ رو ہوکر یا قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے حرام ہے،ایسی وطی سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ حرامی ہوگا۔زید کا یہ قول درست ہے یا نہیں؟

الجواب:......زید کا قول سراسر غلط ہے،شامی میں ہے:

’’ولما مر فی الغسل : ان من آدابه ان لا یستقبل القبلة ، لانه یکون غالبا مع کشف العورة ، حتی لو کانت مستورة لا بأس به ، و لقولھم : یکرہ مد الرجلین الی القبلة فی النوم و غیرہ عمدا ‘ وکذا فی حال مواقعة اھله‘‘۔[1]

---

[1]......شامی ص۵۵۴ ج۱، (ط : مکتبه دار الباز ، مکة المکرمة) فصل فی الاستنجاء ، باب الانجاس ، کتاب الطھارة ، قبیل : مطلب : القول مرجّح علی الفعل۔

پس معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف رخ کرنا کشف عورت کی حالت میں مکروہ ہے، اور اگر مستور العورہ ہوتو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی طرح بہ وقت نوم ومباشرت قبلہ کی طرف پیر پھیلانا مکروہ ہے، اور اگر پیر نہ پھیلائے جائیں تو مکروہ نہیں ہے۔ بہر حال اس طرح کی مباشرت سے پیدا ہونے والے بچے کوحرام زادہ کہنا قائل کی جہالت ہے، **فقط واللہ تعالی اعلم**۔(مکمل ومدلل ''فتاوی دارالعلوم دیوبند'' ص۴۰۲ ج ۱۷، سوال نمبر: ۱۸۷۴)

جماع کے وقت کسی کپڑا وغیرہ سے سرڈھانپ لے

جماع کے وقت کوئی کپڑا وغیرہ اوڑھ لیا کرے تو افضل ہے: ''**قالت عائشة رضی الله عنها : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أتى اهله غطى راسه**''

یعنی جماع کے وقت آپ ﷺ سرڈھانپ لیا کرتے تھے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی ادب ہے کہ جس قدر ہوسکے اخفاء ہونا چاہئے کہ لوگ دیکھ یا سن نہ سکیں۔ ایسی جگہ کہ کوئی ان کی حرکات کودیکھ رہا ہو یا سن رہا ہو جماع نہ کرے۔

(دینی دسترخوان'' ج ۱، باب سوم: ازدواجی زندگی کا بیان)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ويغطى رأسه ، و يستر عن العيون ، و ان كان عن صبى طفل ، لانه روى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال : اذا اتى احدكم اهله فليستر ، فانه اذا لم يستر استحيت الملائكة ، و خرجت و يحضره الشيطان ، واذا كان بينهما ولد كان الشيطان فيه شريكا۔(غنیۃ [1])

[1]......اس قسم کی روایت علامہ مناوی رحمہ اللہ نے ''فیض القدیر'' میں حدیث نمبر: ۳۴۰ر کے تحت نقل فرمائی ہے۔ ''جامع صغیر'' کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

یعنی سر ڈھانپ لے اور ایسا پردہ کرے کہ کسی کی نظر نہ پڑے، یہاں تک کہ بچہ بھی نہ دیکھ سکے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو چھپ کر کرے، جو شخص صحبت کے وقت پردہ نہیں کرتا تو فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں، اور وہاں سے چلے جاتے ہیں، اور شیطان حاضر ہو جاتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اور چاہئے کہ اپنے آپ کو اور اپنی بیوی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے کہ آنحضرت ﷺ اپنا سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے، آواز پست کر لیتے تھے اور بیوی سے ارشاد فرماتے تھے کہ: وقار کے ساتھ رہو۔

(خطیب، [1] بروایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ احیاء العلوم ص ج ۲، دوسرا باب: نکاح، تیسری فصل: آداب مباشرت)

((اذا أتى احدكم اهله فليستتر ' ولا يتجردان تجرد العيرين))

ایک روایت میں ہے: اذا أتى احدكم اهله ' فليستتر عليه وعلى اهله ' ولا يتعريا تعرى الحمير۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

ستر کا حکم استحبابا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا تقاضا بھی ہے، اور ملائکہ کا ادب بھی اسی میں ہے، کوئی ایسا کرے یعنی ننگا ہو جائے تو اس کا یہ فعل مکروہ تنزیہی ہوگا، تحریمی نہیں۔

''فان فعل احدهما ذالک كره تنزيها لا تحريما''۔ (فیض القدیر ص ۳۰۸ ج ۱، تحت حدیث: ۳۴۰)

''كنز العمال'' میں بھی ذرا الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔

(كنز العمال، المباشرة و آدابها و محظورا تها ، النكاح ، رقم الحديث :۴۴۸۳۴)

[1]...... ''كنز العمال'' کی روایت اس طرح ہے:

عن ام سلمة رضى الله عنها قالت : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أتى بعض نسائه قنع رأسه ، و غمض عينه ، و قال للتى تكون تحته عليک بالسكينة و الوقار۔

(كنز العمال، المباشرة و آدابها ، النكاح ، رقم الحديث :۴۵۸۸۶)

ایک اور حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جب میاں بیوی صحبت کرنا چاہیں تو گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔

(ابن ماجہ، باب التستر عند الجامع ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث :۱۹۲۱)

یہ ادب ہے جواز میں کوئی کلام نہیں۔ ۱؎

''فتاوی عالمگیری'' میں ہے: اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک، تو اپنی بیوی کو جماع کے لئے ننگا کرسکتا ہے۔ اور مجد الائمہ ترجمانی و رکن الصباغی اور حافظ سائلی نے فرمایا کہ: بیت (مکان) میں اگر دونوں ننگے ہو جائیں تو کچھ ڈر نہیں۔ (کتاب الکراھیة)

جماع کے وقت بات چیت

جماع کے وقت زیادہ بات چیت نہ کرے۔ ایک حدیث میں ہے:

((لا تکثر الکلام عند مجامعة النساء ' فان منه یکون الخرس و الفأفاء)) او کما قال علیه الصلوة و السلام۔ یعنی جماع کے وقت زیادہ کلام نہ کرو اس سے گونگا پن اور تو تلا پن پیدا ہوتا ہے۔ ۲؎ (''دینی دسترخوان'' ج۱، باب سوم: ازدواجی زندگی کا بیان)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور ﷺ جب اپنی بعض عورتوں کے پاس قضاء حاجت کے لئے تشریف لاتے تو سر کو چھپا لیتے اور آنکھ بند فرما لیتے، اور بیوی سے فرماتے سکون و وقار سے رہو۔

خطیب کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ''عن ام سلمة رضی الله عنها انه کان یغطی رأسه ، و یخفض صوته، و یقول للمرأة علیک السکینة''۔

(فیض القدیر ص۱۱۵ ج۵، تحت رقم الحدیث:۶۵۳۶)

۱؎..... ایک روایت میں بھی آیا ہے: ''و اهلی یرون عورتی و انا أری ذلک منهم''۔

(فیض القدیر ص۲۸۳ ج۲، رقم الحدیث:۱۷۱۸)

۲؎..... کنز العمال، محظورات المباشرة ، النکاح ، رقم الحدیث :۴۴۹۰۱۔

صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں:

’’ویکرہ الکلام فی المسجد و خلف الجنازۃ و فی الخلاء و فی حالۃ الجماع‘‘

یعنی مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلاء میں اور جماع کے وقت بات کرنا مکروہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ’’ و فی حالۃ الجماع‘‘ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ حالت چھپانے کی ہے، اور آپ ﷺ نے اس حالت میں ادب کا حکم دیا ہے، اور حالت جماع میں سنت یہ ہے کہ کثرت کلام نہ ہو اس لئے کہ اس سے لڑکا گونگا ہوتا ہے۔

(شامی ص۶۰۰ ج۹،(ط: مکتبہ دار الباز،مکۃ) باب الاستبراء و غیرہ، کتاب الحظر و الاباحۃ)

مگر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ: حالت جماع میں اپنی بیوی سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں، ممانعت دوسرے سے کلام کرنے کی ہے۔

سوال:......مرد اپنی منکوحہ سے حالت جماع میں کسی قسم کی گفتگو کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:......حالت جماع میں کلام کرنا مکروہ ہے ، لما فی الدر المختار، لیکن یہ جب ہے کہ کسی دوسرے سے کلام کرے۔اور خود زوجہ سے کلام کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(امداد المفتین ص۸۵۶ ج۲،سوال نمبر ۹۳۸، کتاب الحظر و الاباحۃ)

انزال کے وقت کی دعا

عین انزال کے وقت دل ہی دل میں یہ دعا پڑھے:

’’کنز العمال‘‘ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اذا جامع احدکم فلاینظر إلی الفرج، فان ذٰلک یورث العمی، و لا یکثر الکلام فان ذٰلک یورث الخرس۔

(کنز العمال، المباشرۃ و آدابھا و محظوراتھا، النکاح، رقم الحدیث :۴۴۸۴۱)

''اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِي نَصِيْبًا''۔

یعنی اے اللہ! جو اولاد آپ مجھ کو عطا فرماوے اس میں شیطان کا حصہ نہ کیجئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۳۵ ج۹، ما یؤمر به الرجل اذا دخل علی اهله، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۱۷۴۳۹۔ ص۳۵۱ ج۱۵، باب ما یدعو به الرجل اذا دخل علی اهله، کتاب النکاح، رقم الحدیث:۳۰۳۵۴)

جماع سے فراغت پر کیا کرے

(۱)......مرد انزال کے بعد اٹھنے میں جلدی نہ کرے، جب تک عورت کو بھی تسکین حاصل نہ ہو جائے، [۱] ورنہ یہ فعل بہت ہی خطرے کا باعث ہوسکتا ہے۔ اور اس عمل کی کثرت عورت

---

[۱]......حدیث پاک میں اس کی تعلیم دی گئی ہے کہ جماع کے وقت مرد عورت کی تسکین کا خیال رکھے۔ ایک حدیث میں فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو قوت اور شدت اور اچھائی سے جماع کرے، پھر جب شوہر اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے' عورت کی حاجت کے پورا ہونے سے پہلے جلدی نہ کرے یہاں تک کہ عورت کی خواہش وحاجت پوری ہو جائے، یعنی مرد انزال کے بعد عورت کے اوپر سے اٹھ نہ جائے، بلکہ بوس وکنار وغیرہ کے ذریعہ عورت کی تسکین تک سوتا رہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر مرد کو انزال جلدی ہوتا ہو تو وہ اس کا علاج کرائے۔ (فیض القدیر)

چند روایات کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......اذا جامع احدکم اهله فَلْيَصْدُقْهَا، ثم اذا قضی حاجته قبل ان تقضی حاجتها فلا يُعَجِّلْهَا حتی تقضی حاجتها۔

(۲)......اذا جامع احدکم امرأته فَلْيَصْدُقْهَا، فان سابقها فلا يُعَجِّلْهَا۔

(۳)......اذا جامع احدکم فلا يتنحی حتی تقضی حاجتها کما يُحِبُّ ان يقضی حاجته۔

(فیض القدیر ص۴۱۸ ج۱، رقم الحدیث:۵۵۰/۵۴۹/۵۴۸۔

کنز العمال، المباشرة و آدابها و محظوراتها، النکاح، رقم الحدیث:۴۴۸۳۷)

میں نفرت پیدا کرسکتی ہے۔شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

اور یہ بھی جماع کا ادب ہے کہ عورت کی خواہش پوری ہونے کا انتظار کرے (اپنی خواہش پوری کر کے لاپرواہ نہ ہوجائے ، بلکہ عورت کی خواہش بھی پوری ہونے دے) ایسا نہ کرنے سے عورت کو رنج پہنچتا ہے جو عورت کی دشمنی اور اس کے جدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے۔(غنیۃ)

عورت کی تسکین از حد ضروری ہے۔اس میں ان کی دین و دنیا دونوں کی صلاح ہے،حتی کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

یا اللہ! میرے عضو خاص (ذکر) کو مضبوط کردے، کیونکہ اس میں میرے گھر والوں کی دین و دنیا کی صلاح ہے۔(دینی دستر خوان' ج ا، باب سوم: ازدواجی زندگی کا بیان)

امام غزالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہئے کہ اسی طرح کچھ دیر ٹھہرا رہے، تاکہ عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے، کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال تاخیر سے ہوتا ہے، تو اس وقت مرد کا اس سے جدا ہونا اس کو ایذا کا سبب بنتا ہے، اور انزال میں عادت کی رو سے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہے بشرطیکہ مرد کو انزال پیشتر ہوتا ہو، اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(احیاء العلوم ج ۲، دوسرا باب نکاح، تیسری فصل: آداب مباشرت)

جماع سے فراغت پر ذکر کو کپڑے سے صاف کرے

(۲)...... جب جماع سے فارغ ہوجاوے تو ذکر وغیرہ کو کپڑے سے صاف کرلے، [۱]

[۱]...... جماع سے پہلے کوئی کپڑا اچھالے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، فرماتی ہیں:

اور نیم گرم پانی سے دھولے تو یہ سب سے اعلی بات ہے۔

ویسے روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ: آپ ﷺ کبھی جنابت ہی کی حالت میں سوجاتے اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے ''من غیر ان یمس ماء ''اس لئے بغیر وضو دھونے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو ذکر کو دھولے یا وضو کرلے

(۳)......دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو ضروری ہے کہ ذکر [۱] وغیرہ دھولے اور وضو کرلے تو بہتر ہے۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جب جماع کرنے والا ایک مرتبہ عورت سے جماع کرنے کے بعد غسل سے پہلے ہی دوسری مرتبہ جماع کی خواہش کرے، تو اس کے لئے شریعت نے دو جماع کے وقفہ میں وضو کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لتعدّ احداکن الخرقة لزوجها اذا أتاها ''۔ (اے عورتو) تم میں سے ہر ایک کوئی کپڑا اپنے شوہر کے لئے تیار رکھے جب وہ تمہارے پاس (بغرض جماع) آئے۔

دوسری روایت میں ہے: بیشک عورت کوئی کپڑا اپنے شوہر کے لئے رکھ لے (تاکہ جماع کے وقت بچھادے) پھر جب شوہر اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائے تو عورت اس کپڑے سے (اپنی شرم گاہ) صاف کرلے، پھر شوہر کو دیدے تاکہ وہ بھی اس کپڑے سے (اپنی شرم گاہ) کو صاف کرلے۔

(کنز العمال، المباشرة و آدابها، النکاح، رقم الحدیث :۴۵۸۸۴/۴۵۸۸۵)

[۱]......اذا اتی احدکم اهله و اراد ان یعود فلیغسل فرجه۔ یعنی جب تم میں سے کوئی اپنی عورت کے ساتھ جماع کرچکے اور پھر دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو اپنی شرمگاہ کو دھولے۔

(کنز العمال، المباشرة و آدابها و محظورا تها، النکاح، رقم الحدیث :۴۴۸۳۳)

((اذا اتی احدکم اهله ثم اراد ان یعود فلیتوضأ))۔[۱]

جب کوئی اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اور پھر دوبارہ مباشرت کرنا چاہے تو اسے وضو کر لینا چاہئے۔

جماع کے بعد غسل اور وضو کر لینے سے ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے، دل کی شگفتگی حاصل ہوتی ہے، اور جماع کی وجہ سے جو قوت تحلیل ہوئی اس کے کچھ حصہ کی تلافی بھی ہوجاتی ہے، اور اعلی درجہ کی طہارت اور نظافت حاصل ہوجاتی ہے، اور صحبت کی وجہ سے بدن کے اندرونی حصہ میں جو حرارتِ غریزی منتشر ہوئی تھی وہ دوبارہ مجتمع ہوجاتی ہے، اور نظافت وستھرائی جو اللہ تعالی کو پسند ہے حاصل ہوجاتی ہے، اور اس کا برعکس (یعنی گندگی) اللہ تعالی کو ناپسند ہے، اس لئے یہ جماع کے لئے بہترین طریقہ ہے، جس میں صحت اور قوائے جسمانی کی بھی حفاظت ہے۔ (زادالمعاد ص ۳۱۰ ج ۳)

جمہور علماء کے نزدیک متعدد جماع کے درمیان وضو کا حکم استحباب کے لئے ہے، وجوب کے لئے نہیں۔ ''والامر للندب عند الاربعة و للوجوب عند الظاهرية''۔

(فیض القدیر ، تحت رقم الحدیث:۳۳۹)

متعدد جماع کے درمیان وضو کا حکم ائمہ اربعہ کے نزدیک استحبابی ہے، اور ظاہریہ کے نزدیک یہ حکم واجب ہے۔

ویسے نبی پاک ﷺ سے دونوں طرح کا عمل ثابت ہے، کبھی آپ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ جماع کرتے، پھر ایک مرتبہ غسل فرما لیتے، اور کبھی ہر ایک کے لئے الگ الگ غسل فرماتے۔

---

[۱]...... کنز العمال، المباشرة و آدابها و محظوراتها ، النكاح ، رقم الحديث :۴۴۸۳۲۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس ہوکر آئے ایک ہی غسل سے: طاف ذات یوم علیٰ نسائه فی غسل واحد۔(ابوداؤد، باب فی الجنب یعود ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۲۱۸)

دوسری روایت میں ہے، حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے، اور آپ ﷺ ہر ایک کے پاس غسل فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ سب سے فارغ ہوکر ایک ہی بار غسل فرمالیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عمل طہارت اور پاکیزگی میں بہتر اور پسندیدہ ہے۔

(ابوداؤد، باب فی الوضوء لمن اراد ان یعود ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۲۱۹)

کیا جنبی پر فوراً غسل ضروری ہے؟

''ابوداؤد شریف'' کی ایک حدیث میں ہے:

اس گھر میں فرشتے نہیں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کوئی تصویر ہو، کتا ہو یا جنبی ہو۔

(ابوداؤد، باب الجنب یؤخر الغسل ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۲۲۷)

اس سے یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا جنبی پر فوراً غسل جنابت ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: یہ ضروری نہیں، خود رسول اللہ ﷺ سے غسل جنابت میں تاخیر احادیث صحیحہ سے ثابت ومنقول ہے۔

''ابوداؤد'' میں حضرت عفیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: کیا آپ بتاسکتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کا غسل اول شب میں کرتے تھے یا آخر شب میں؟ آپ نے جواب دیا کہ: آپ ﷺ

کبھی اول شب میں غسل کرتے اور کبھی آخر شب میں ۔ (گویا دونوں معمول تھے) میں نے کہا: اللہ اکبر! شکر ہے اس خدا کا جس نے کام میں آسانی پیدا فرمائی۔

(ابوداوٗد، باب في الجنب يؤخر الغسل ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۲۲۶)

اس لئے پہلی روایت میں جنبی سے مراد وہ جنبی ہے جو کئی دنوں تک جنبی رہے، یا اس حالت میں نماز قضا کر دے، یا عمداً و عادۃً تاخیر کرے۔

صحبت اور رات کی راز کی باتیں کسی سے نہ کرے

صحبت کے سلسلہ میں میاں بیوی کے افعال اور صحبت کی باتیں وغیرہ کسی سے نہ کرے نہ مرد نہ عورت، یہ بے حیائی اور بے مروتی ہے۔ ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے:

مرد کے لئے جائز نہیں کہ جماع کے متعلق مخفی باتیں کسی سے بیان کرے، یہی حکم عورتوں کے لئے بھی ہے، کیونکہ یہ شرع اور عقل دونوں اعتبار سے بے وقوفی اور کمینہ پن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

ایک بار آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر مردوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ: کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت دروازہ بند کر کے پردہ ڈال لیتا ہے اور چھپ کر یہ فعل کرتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ: یا رسول اللہ! ایسے لوگ موجود ہیں، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اس کے بعد وہ اس فعل کے متعلق لوگوں سے کہتا پھرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا' ویسا کیا، تو صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے؟ پھر آپ ﷺ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسی عورت ہے جو اپنے شوہر کی خاص باتیں دوسری عورتوں کے سامنے بیان کرتی ہو؟ یہ سن کر عورتیں بھی خاموش

رہیں۔ کچھ دیر بعد ایک نوجوان عورت اپنی گھٹنوں کے بل کھڑی ہوئی اور عرض کرنے لگی ایسی باتیں مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی، تب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مرد یا عورتیں ایسی باتیں کرتی ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شیطان شیطانہ سے کوچہ و بازار میں ملتا ہے اور اپنی حاجت پوری کرکے چل دیتا ہے، حالانکہ لوگ ان کو دیکھ رہے ہیں۔

(ابوداوٗد، باب ما یکرہ من ذکر الرجل مایکون من اصابتہ من اھلہ ، آخر کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۲۱۷۳)

''مسلم شریف'' کی صحیح روایت میں ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بڑی امانت-ایک روایت میں یوں ہے- قیامت کے دن اللہ تعالی کے نزدیک باعتبار مرتبہ کے سب سے برا شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اور اس کی بیوی اس کے ہم آغوش ہو اور پھر وہ اس کی پوشیدہ باتیں ظاہر کرتا پھرے۔

(مسلم ص۴۶۴ ج۱، باب تحریم افشاء سر المرأۃ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۴۳۷)

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ خاوند اور بیوی کے درمیان جنسی معاملات اور ذاتی امور سے متعلق جو باتیں ہوتی ہیں یا جو افعال ہوتے ہیں، ان کو غیروں کے سامنے بیان کرنا صرف اخلاقی نکتہ نظر ہی سے معیوب نہیں، بلکہ شرعی طور پر بھی آخرت میں مواخذۂ خداوندی کا سبب ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: کیفیت جماع' ایک دوسرے سے تلذذ کے طریقے اور عورت کی جانب سے ظاہر ہونے والے افعال یا اقوال کا دوسروں کے سامنے نقل کرنا حرام ہے۔ (نووی علی مسلم ص۴۶۴ ج۱)

ایک سبق آموز واقعہ

اس سلسلہ میں ایک سبق آموز واقعہ کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ایک صاحبِ علم ودانش نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا میں اپنی بیوی کے عیوب کیونکر ذکر کروں، پھر جب انہوں نے طلاق دیدی تو کچھ لوگوں نے پوچھا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق کیوں دی؟ انہوں نے کہا میں ایک اجنبی عورت کے عیوب کیسے ظاہر کروں؟۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ: خاوند و بیوی کے لئے ایک دوسرے کی باتوں کو ظاہر کرنے کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ جبکہ اس کا کوئی فائدہ اور مقصود نہ ہو۔ ہاں اگر اس کا کوئی فائدہ، یا اس کی کوئی معقول وجہ ہو تو پھر یہ ممانعت نہیں ہوگی، مثلاً اگر عورت کا یہ دعوی ہو کہ اس کا خاوند اس کی جنسی خواہش کی تسکین کا اہل نہیں ہے، یا بیوی یہ شکایت کرے کہ اس کا شوہر اس کے ساتھ بیزاری اور لا پرواہی کا برتاؤ کرتا ہے،تو اس صورت میں بیوی کے لئے ان چیزوں کا ذکر کرنا غیر پسندیدہ نہیں ہوگا، جیسا کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِم﴾۔

اللہ تعالی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی بری بات کو علانیہ بیان کیا جائے، ہاں اگر کسی پر ظلم کیا گیا ہے (تو وہ اسے علانیہ بھی بیان کرسکتا ہے)۔(مظاہر حق جدید ص۳۴۲ ج ۳)

حالت حیض میں صحبت کی ممانعت

حالت حیض میں جماع کرنا حرام ہے، اور اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ ط قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا

تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾۔

اورلوگ آپ سے حیض کی حالت میں (صحبت وغیرہ کرنے کا) حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے (کہ) وہ (حیض) گندگی کی چیز ہے (تو) حالت حیض میں عورتوں (کے ساتھ صحبت کرنے) سے علیحدہ رہا کرو (اس حالت میں) ان سے قربت مت کرو جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہوجاویں۔ (معارف القرآن ص ۵۴۷ ج ا، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۲۲۲)

شریعت مطہرہ نے حالت حیض میں صرف صحبت کی ممانعت فرمائی اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ گندگی ہے، طب قدیم وجدید دونوں کو مسلم ہے کہ یہ ایک خاص قسم کا ناقص خون ہے رنگ، بوٗ، ترکیب میں عام خون سے الگ ہے، تو اس حالت میں عورتوں سے علاحدہ رہو۔ یہ علاحدگی کا حکم صرف ہمبستری کے عمل خاص تک محدود ہے۔ مجالست ومواکلت وغیرہ عام معاشرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (تفسیر ماجدی، بتصرف)

''مسلم شریف'' کی صحیح روایت میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: یہود میں جب کوئی عورت ایام (حائضہ) سے ہوجاتی تو وہ لوگ نہ صرف یہ کہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہ تھے، بلکہ اس کے ساتھ گھروں میں سونا بیٹھنا تک چھوڑ دیتے تھے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے آپ سے اس بارہ میں حکم پوچھا، تو اللہ تعالی نے یہ آیت: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ﴾ نازل فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (تم عورتوں کے ساتھ حالت حیض میں) سوائے صحبت کے جو چاہے کیا کرو۔

(مسلم، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله وطهارة سؤرها، والاتكاء في حجرها وقراءة القرآن فيه، كتاب الحيض، رقم الحديث:۳۰۲)

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حالت حیض میں صحبت تو حرام ہے، مگر صحبت کے

علاوہ بیوی سے تمتع نہ صرف جائز بلکہ نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حالت حیض میں ہوتی تو آپ ﷺ مجھے (تہبند باندھنے کا حکم) ارشاد فرماتے، جب میں تہبند باندھ لیتی تو آپ مجھ سے (ناف کے اوپر اوپر) اپنا بدن لگا کر لیٹ جایا کرتے تھے۔

(بخاری، باب مباشرۃ الحائض ، کتاب الحیض ، رقم الحدیث:۳۰۲/۳۰۳)

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حالت حیض میں ہوتی تو آپ ﷺ میری گود میں سہارا دیکر بیٹھ جاتے اور قرآن پڑھتے۔

(بخاری، باب قراءۃ الرجل فی حجر امرأتہ وھی حائض ، کتاب الحیض ، رقم الحدیث:۲۹۷)

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ میرے لئے میری بیوی سے حالت حیض میں کیا جائز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے جسم پر اس کا تہبند خوب مضبوط باندھ لو، پھر تہبند کے اوپر تمہارا کام ہے (یعنی ناف سے اوپر کو اختلاط مباح ہے)۔(موطا امام مالک، باب ما یحل للرجل من امرأتہ وھی حائض ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۳۴)

حالت حیض میں جماع پر وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حائضہ عورت سے یا اپنی عورت کی مقعد میں جماع کرے، یا کسی کاہن (سے غیب کی بات پوچھنے) گیا، اور اس کی تصدیق کی تو اس شخص نے (گویا) محمد ﷺ پر نازل کئے گئے دین کا کفر کیا۔(ترمذی، باب ما جاء فی کراھیۃ اتیان الحائض ،کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۱۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص اپنی حائضہ بیوی سے جماع کرے تو اسے ایک دینار یا نصف دینار

صدقہ کرنا چاہئے‘‘۔(ابوداؤد، باب فی اتیان الحائض ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۲۶۴)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حالت حیض میں صحبت کرنی ہوتو نصف دینار صدقہ کرکے کرے، جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا۔حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

نصف دینار خیرات کرنا بطور فیس کے نہیں، بلکہ بطور جرمانہ اور سزا کے ہے،اور غضب خداوندی سے بچنے کے لئے ہے۔کتب فقہ میں ہے کہ کوئی رمضان المبارک میں حالت صوم میں صحبت کرے تو کفارہ لازم ہے،اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزہ کی حالت میں صحبت کرنی ہوتو کفارہ دے کر کرسکتے ہیں۔(فتاوی رحیمیہ ص۵۴ ج۱/وص۳۹۹ ج۹)

اگر کسی بدنصیب سے یہ گناہ کبیرہ سرزد ہوجائے تو بارگاہ خداوندی میں بقلب صمیم اور عجز اور انکساری سے توبہ واستغفار واجب ہے،مزید برآں حسب حیثیت صدقہ وخیرات کرے کہ قانون شکنی اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے غضب الٰہی جوش میں آجاتا ہے،اور وہ صدقہ سے ٹل جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ ’’عمدۃ الفقہ‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

حیض اور نفاس والی عورت سے جماع حرام ہے،اور اس کو جائز اور حلال جاننا کفر ہے، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک مرد کو جائز ہے کہ ایسی بیویوں سے بوس وکنار کرے، اور ان کو پاس لٹائے، اور سوائے اتنے بدن کے جو گھٹنے اور ناف کے درمیان میں ہے، باقی تمام بدن سے لذت حاصل کرے،اور ساتھ کھائے‘ پئے۔

اس حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو سے چھونا جائز نہیں جبکہ کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو‘ خواہ شہوت سے ہو یا بے شہوت،اور اگر ایسا حائل ہو کہ

بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو مساس میں کچھ حرج نہیں۔

اگر ہمراہ سونے میں غلبۂ شہوت اور اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھنے کا احتمال ہو تو ساتھ نہ سوئے، اور اگر غلبۂ شہوت کا گمان غالب ہو تو ساتھ سونا منع اور گناہ ہے، اور عدم غلبۂ شہوت میں حلال نہ جان کر ساتھ نہ سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۴۹ ج ۱)

حیض کے بعد بغیر غسل کے صحبت جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ: ...... اگر حیض پورے دس دن گذرنے پر موقوف ہو تو فوراً ہی صحبت درست ہے، اور اگر دس دن سے پہلے حیض موقوف ہو جاوے مگر عادت کے موافق ہو تو صحبت جب درست ہوتی ہے کہ عورت یا تو غسل کرے، یا ایک نماز کا وقت ختم ہو جاوے۔

اور اگر دس دن سے پہلے موقوف ہوا اور ابھی عادت کے دن بھی نہیں گذرے، مثلاً سات دن حیض آیا کرتا تھا اور چھ ہی دن میں موقوف ہو گیا تو بدون ایام عادت کے گذرے ہوئے صحبت درست نہیں۔ (بیان القرآن، سورہ بقرہ، تحت آیت: ﴿نسائكم حرث لكم﴾)

وطی کے چند مسائل

حاملہ بالزنا سے وطی جائز نہیں

مسئلہ: ...... مزنیہ حاملہ سے نکاح تو درست ہے، مگر وطی جائز نہیں جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے۔ "وان تزوج حبلی من زنا جاز النكاح، ولا يطأها حتى تضع حملها"۔

(ہدایہ ص ۳۳۲ ج ۲، فصل فی المحرمات، کتاب النكاح)

مسئلہ: ...... سالی سے زنا کیا تو جب تک سالی کو ایک حیض نہ آجائے اپنی بیوی سے جماع نہ کرے، اس لئے کہ اتنی مدت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں۔

ولو زنی باحدی الاختین لایقرب الاخری حتی تحیض الاخری بحیضۃ۔

(شامی ص۱۱۹ ج۴، فصل فی المحرمات ، کتاب النکاح (دار الباز مکۃ المکرمۃ)۔

(مجمع الانہر قدیم ص۳۵۲ ج۱۔ جدید ص۴۷۹ ج۱،مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ ، بیروت ص۳۸۶ ج۲)

مسئلہ: ......سالی سے زنا کیا اور سالی کو حمل ٹھہر گیا تو وضع حمل تک اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں۔" قال قتادۃ رحمہ اللہ : لا یحرِّمھا ذلک علیہ ، غیر انہ لا یغشی امرأتہ حتی تنقضی عدۃ التی باء بھا"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۲۵ ج۹، فی الرجل یزنی باخت امرأتہ ، ما حال امرأتہ عندہ ؟ کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۶۶۱۰)

"عن النخعی مثل قول قتادۃ رحمہ اللہ ، وان کانت حاملا فحتی تضع حملھا"

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۲۵ ج۹، فی الرجل یزنی باخت امرأتہ ، ما حال امرأتہ عندہ ؟ کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۶۶۱۲)

"کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ ما لم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ"۔(شامی ص۱۱۹ ج۴، فصل فی المحرمات ، کتاب النکاح (دار الباز مکۃ المکرمۃ)

مسئلہ: ......مزنیہ کا نکاح زانی سے درست ہے، اور بلا استبراء کے جماع بھی جائز ہے۔" لو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا"۔

(درمختار ص۱۴۲ ج۴، فصل فی المحرمات ، کتاب النکاح (دار الباز مکۃ المکرمۃ)

عورت کا مرد کے ذکر کو منہ میں لینا

اس دور پرفتن میں انسان، صفت انسانیت سے نکل کر حیوانی صفات بلکہ اس سے بھی آگے پہنچ چکا ہے۔ بے دین کہے جانے والوں کا تو ذکر ہی کیا، صوم وصلوۃ کے پابند اور ظاہر

میں فرشتہ صفت لوگ خواہش کے ہوس میں اس فعل بد کے مرتکب ہو رہے ہیں، بعض ارباب فتوی نے بتلایا کہ: ہمارے دارالافتاء میں ایسے سوالات بہت ہی زیادہ آرہے ہیں، اس فعل بد پر ''فتاوی رحیمیہ'' میں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے جو فتوی تحریر فرمایا ہے وہ قابل دید ہے۔اس کو من وعن نقل کرتا ہوں۔

مرد کا عورت کی شرمگاہ کو چوسنا اور عورت کے منھ میں اپنا عضو مخصوص دینا

سوال:......(۱۸۰۷) مرد وعورت جب پاک ہوں تو ان کی شرمگاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر بوقت ہمبستری عورت مرد کی شرمگاہ منہ میں لیوے یا مرد اس کے منہ میں دیدے، اسی طرح اگر مرد عورت کی شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو زبان لگائے، چومے تو ایسی حرکتوں میں قباحت ہے یا نہیں؟ گناہ ہوگا یا نہیں؟ ایسے مسائل کے دریافت کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے، مگر ضرورۃً دریافت کیا ہے معاف فرمائیں۔

الجواب:......دین کے مسائل واحکام دریافت کرنے میں شرم وحیا کو آڑ نہیں بنانا چاہئے، اگر شرم وحیا کا لحاظ کر کے دینی احکام معلوم نہ کئے جائیں تو شرعی احکام کا علم کیسے ہوگا؟ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ اللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ﴾ (اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے)۔لہذا مسائل کے دریافت کرنے میں شرم وحیا کو حجاب نہ بنانا چاہئے۔

بے شک شرمگاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ لگایا جائے اور منہ میں لیا جائے، اس کو چوما جائے اور چاٹا جائے۔ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا' اس کی رطوبت کو منہ میں لینا' پسندیدہ چیز (خصلت) ہوسکتی ہے؟ اور اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟۔

مقعد (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں، پاک ہے، تو کیا اس کو چومنے کی

اجازت ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں، اسی طرح عورت کی شرمگاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں' بکروں وغیرہ حیوانات کی خصلت کے مشابہ ہے، اگر شہوت کا غلبہ ہے تو صحبت کر کے ختم کرلے، البتہ عورت فاعل نہیں ہے مفعول ہوتی ہے، پس صحبت اس کے اختیار کی بات نہیں، اس لئے اگر وہ صحبت کی درخواست کرنے میں شرم محسوس کرے اور شہوت سے مغلوب ہوکر مرد کے عضو مخصوص کو منہ میں لے لے تو معذوری ہے، لیکن اس کی عادت کر لینا مکروہ ہے۔ ''فتاوی عالمگیری'' میں ہے:

''فی النوازل اذا ادخل الرجل ذکرہ فی فم امرأتہ قد قیل یکرہ و قد قیل بخلافہ کذا فی الذخیرۃ''۔ (عالمگیری ص۲۴۶ ج۶، کتاب الکراھیۃ، الباب الثلاثون فی المتفرقات)

غور کیجئے! جس منہ سے پاک کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس کو ایسے خسیس کام میں استعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کرسکتا ہے؟ ایک شاعر کہتا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ دھوؤں، تب بھی تیرا پاک نام لینا بے ادبی ہے۔[۱]

فقط و اللہ اعلم بالصواب۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۷۰ ج۶)

خلاف وضع فطری جماع پر خدا کی لعنت، اور دوسری وعیدیں

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیوی کے ساتھ خلاف فطرت عمل کرے (یعنی مقعد میں

---

[۱]...... راقم الحروف کے نانا حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کا ایک شعر اسی مضمون کا قابل ذکر ہے۔ ؎

ہزاراں بار از مشک وگلابم گر زباں شویم ہنوز اسم رسول پاک بردم سخت نادانم

اگر ہزار بار بھی مشک وگلاب سے اپنی زبان دھولوں، تو بھی رسول پاک ﷺ کا نام لینا نادانی سمجھوں گا

جماع کرے) وہ ملعون ہے۔

(ابوداؤد، باب فی جامع النکاح ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۲۱۶۲)

ایک روایت میں ہے: اس امت کے دس قسم کے لوگ خدائے بزرگ و برتر کے منکر ہیں: قاتل، جادوگر، دیوث، بیوی کی سرین میں جماع کرنے والا، زکوۃ نہ دینے والا، اور جو شخص وسعت رکھتے ہوئے بغیر حج ادا کئے مرگیا، فتنہ برپا کرنے والا، اسلام کے خلاف برسر پیکار لوگوں کو ہتھیار بیچنے والا اور جو شخص ذوی المحارم سے نکاح کرے۔

(کنز العمال ، الترهيب العشارى ، المواعظ والحكم ، رقم الحدیث:۴۴۰۵۳)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مرد یا عورت کے ساتھ خلاف فطرت حرکت کرے، اللہ اس کی طرف نظر بھی نہ فرمائے گا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراهية اتيان النساء فی ادبارهن ، ابواب الرضاع ، رقم الحدیث:۱۱۶۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص .....اپنی عورت کی مقعد میں جماع کرے.....تو اس شخص نے (گویا) محمد ﷺ پر نازل کئے گئے دین کا کفر کیا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراهية اتيان الحائض ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۳۵)

ایک حدیث میں ہے: جو اپنی بیوی سے اس کی مقعد میں جماع کرے، اس نے کفر کیا۔

(مجمع الزوائد ص۲۹۳ ج۴، باب فی من وطئ امرأة فی دبرها ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث: ۷۵۹۶)

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا، عورتوں کی سرین میں تم لوگ جماع نہ کرو۔

(ترمذی، باب ما جاء فی کراهية اتيان النساء فی ادبارهن ، ابواب الرضاع ، رقم الحدیث:۱۱۶۴)

ایک روایت میں ہے: جو شخص کسی عورت کی یا مرد یا لڑکے کی مقعد میں مباشرت کرے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آئے گی، جس سے تمام لوگ پریشان ہو جائیں گے تا آنکہ وہ داخل جہنم ہو جائے گا، خدا اس کے اعمال خیر کو برباد کر دے گا، اور اس کا فرض و نفل قبول نہ ہوگا، اور آتشیں تابوت میں اس کو داخل کیا جائے گا، اور اس کے اوپر آتشیں کیلیں بھی ٹھونکی جائیں گی۔

(تفسیر النور لابن تیمیہ ص۵٦ (۱۴۴) بحوالۂ 'اسلام میں غیر فطری عمل کی قباحت اور سزا' ص۱۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس نے اس فعل بد سے توبہ نہ کی اس کے لئے یہ عذاب ہے۔

(تفسیر النور لابن تیمیہ ص۵٦ (۱۴۴) بحوالۂ 'اسلام میں غیر فطری عمل کی قباحت اور سزا' ص۱۳۴)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے خوب لکھا ہے:

''بیچارے حیوانات بھی جو عقل و تمیز سے محروم ہیں وہ بھی شہوت کا تقاضا خلاف فطرت طریقے سے پورا نہیں کرتے، پس جو انسان ایسا کرتے ہیں وہ حیوانوں سے بھی بدتر اور ﴿ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ﴾ (پھر ہم اسے پستوں سے بھی پست کر دیتے ہیں۔ (تفسیر ماجدی) کے مصداق ہیں''۔

(معارف الحدیث ص۳۷ ج۷، خلاف وضع فطری عمل پر خدا کی لعنت ہے، مباشرت کے متعلق ہدایات اور احکام)

ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر

اس فعل بد کی مذمت پر علامہ ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ کی تحریر قابل دید ہے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

قرآن نے اعلان فرمایا: ﴿ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ یعنی عورتوں سے اسی مقام میں جماع کرو جہاں کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت:'' فَأْتُوهُنَّ '' الخ ، کا مطلب دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: جس مقام میں جماع کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے وہیں جماع کرو، اور ایام حیض میں جماع سے بچتے رہو، اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ: صرف فرج میں جماع کرنا ہے، اور اس کے سوا کسی دوسری جگہ روا نہیں۔

یہ آیت کریمہ عورت کی دبر میں جماع کرنے کی حرمت پر دو سبب سے دلالت کرتی ہے: پہلا سبب یہ کہ: عورتوں سے جماع کرنا کھیتی کے مقام یعنی پیدائش کے مقام میں مباح ہے (یعنی فرج میں) نہ کہ مقعد میں جو آلائش کا مقام ہے، اور اللہ تعالی کے قول ''مِنْ حَيْثُ '' سے مراد کھیتی کا مقام یعنی فرج ہے، اور ایک دوسری آیت ﴿ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ سے بھی فرج میں جماع کرنا مؤکد ہو جاتا ہے۔ اور اسی آیت سے عورت کے پیچھے سے اس کے فرج میں جماع کرنا بھی ثابت ہو گیا، اس لئے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ''أَنّٰى شِئْتُمْ ''، یعنی جس انداز سے بھی آگے یا پیچھے سے تم چاہو فرج میں جماع کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ''حرث '' سے مراد عورت کی فرج ہی ہے۔

اور قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالی نے ایام حیض میں عارضی ضرر کی وجہ سے فرج میں جماع کرنا حرام قرار دیا، تو پھر مقعد میں جماع کرنا کیسے قابل قبول ہوگا؟ جو دوامی آلائش کا مقام ہے۔

مزید برآں اس کے مفاسد بھی غیر معمولی ہیں، اس لئے کہ اس سے انقطاع نسل کا

مفسدہ بھی ہے۔اس کے علاوہ اس سے حقوق نسوانی کا تلف کرنا بھی لازم آئے گا، اس لئے کہ عورت سے جماع کرنا عورت کا حق ہے، اور مقعد میں جماع کرنے سے یہ حق بری طرح مجروح ہوتا ہے۔ نہ عورت کی خواہش کی تکمیل ہوگی اور نہ مقصود جماع حاصل ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ: مقعد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی، اور نہ اس کی تخلیق کا یہ مقصد ہے، بلکہ جماع کے لئے فرج ہی ہے، لہذا جو لوگ فرج کو چھوڑ کر مقعد کی طرف رخ کرتے ہیں وہ شریعت اور حکمت الٰہی دونوں ہی کے منکر ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مردوں کے لئے ضرر رساں بھی ہے، اسی لئے عقلاء و اطباء اس سے روکتے ہیں، اور فلاسفہ بھی اس کو سفاہت و جہالت پر محمول کرتے ہیں۔ اس لئے کہ فرج میں قوت جاذبہ ہوتی ہے جو مرد کی رکی ہوئی منی کو جذب کر لیتی ہے، جس سے مرد کو آرام ملتا ہے، اور مقعد میں جماع کرنے سے رکی ہوئی منی کا پوری طرح اخراج نہیں ہو پاتا، ایک تو مقعد کے بیرونی سوراخ کی تنگی، دوسرے مفعول کے متألم (تکلیف میں) ہونے کی وجہ سے عضو مخصوص کو جلد از جلد اس سے باہر نکالنے کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے کہ لواطت غیر طبعی مجامعت ہے۔

اس سے ایک دوسرے طریقہ سے بھی ضرر پہنچتا ہے، وہ یہ کہ مقعد کے سوراخ کی تنگی کے باعث عضو مخصوص کو اس میں داخل کرنے میں بڑی جد و جہد کرنی پڑتی ہے، جس سے آدمی جلد ہی تھک جاتا ہے، اور خلاف امر فطری کا احساس الگ ہوتا ہے۔

مقعد گندگی اور آلائش کا مقام ہے، اور لواطت کرتے وقت اپنی تمام آلائشوں کے ساتھ سامنے ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات عضو مخصوص آلائش سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

عورت کو بھی اس سے سخت نقصان ہوتا ہے، اس لئے یہ کام اس کے لئے خلاف طبیعت

وفطرت بالکل نادر ہوتا ہے، جس سے انتہائی نفرت اور غیر معمولی وحشت پیدا ہوتی ہے۔

اس فعل بد کے باعث انسان کو رنج وغم سے دوچار ہونا پڑتا ہے، مستقبل میں افزائش نسل کی طرف سے مایوسی اور ماضی میں ضیاع قوت کا غم لاحق ہوجاتا ہے، دوسرے فاعل و مفعول ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں، اس سے چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے، اور سینے کا نور ختم ہوکر ظلمت آجاتی ہے، اور دل کی روشنی مدھم پڑجاتی ہے اور اس کے چہرے پر ہونق[1] کی طرح وحشت برستی ہے، جس کو ادنی فراست والا دیکھ کر بھانپ لیتا ہے۔ آخر میں سخت نفرت اور باہمی بغض وکینہ دونوں کے درمیان پیدا ہوجاتا ہے، اور ازدواجی تعلق ٹوٹنے کی منزل تک پہنچ جاتا ہے، اس سے کوئی بچ نہیں سکتا، اس کار بد کا انجام بہر حال بھگتنا ہی پڑتا ہے۔

علاوہ ازیں فاعل ومفعول (شوہر وبیوی) کے حالات اس حد تک پیچیدہ ہوجاتے ہیں جن کی اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، البتہ اگر کسی کو اللہ تعالی سچی توبہ کی توفیق عطا فرمادے تو اصلاح ممکن ہے۔

نیز اس کار بد سے دونوں کے محاسن یکسر ختم ہوجاتے ہیں، اور معائب اس کی جگہ لے لیتے ہیں، اسی طرح دونوں کے درمیان محبت والفت ختم ہوجاتی ہے، اور اس کی جگہ باہمی بغض وکینہ، ایک دوسرے پر طعن وتشنیع ان کا شیوہ بن جاتا ہے۔

اور یہ فعل نعمتوں کے زوال اور غضب الٰہی کے نزول کا سب سے بڑا سبب ہے، اس لئے کہ یہ لعنت وغضب الٰہی کا سب سے بڑا سبب بنتا ہے، اور خدا اس کے فاعل سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں، اور فاعل کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کرتے، اس قابل نفرت فعل

[1]......ہونق: احمق، بےوقوف، وحشی۔ (فیروز اللغات)

کے بعد ہر چیز کی توقع ختم ہوجاتی ہے، اور انسان کسی بھی برائی سے محفوظ نہیں رہتا، اور وہ بندہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے، جس پر لعنت اور غضب الٰہی برس رہا ہو، اور خدا نے اس سے اپنی رحمت کی نظر پھیر لی ہو، اور اس کی طرف کبھی بھی نظر کرم نہیں کرتے۔

لواطت سے حیا وشرم کا کلیۃً خاتمہ ہوجاتا ہے، اور حیا وشرم ہی سے دلوں کی زندگی برقرار رہتی ہے، جب دل اسے گنوا دے گا تو پھر ہر قبیح چیز حسین وجمیل اور ہر برائی، اچھائی لگنے لگتی ہے، اس وقت انسان کا فساد قلبی اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے، جہاں سے لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔

لواطت سے اس کی طبیعت مسخ ہوجاتی ہے، جس ترکیب پر خدا نے اس کی تخلیق فرمائی تھی وہ ختم ہوجاتی ہے۔ انسان اپنی فطرت سے نکل کر ایسی طبیعت میں تبدیل ہوجاتا ہے کہ خدا نے اس انداز پر کسی حیوان کو مرکب نہیں فرمایا، بلکہ وہ طبع منکوس ہے۔ اور جب طبیعت مسخ ہوگئی تو دل بھی مسخ ہوجاتا ہے، نہ کوئی عمل خیر باقی رہتا ہے نہ ہدایت، تو اس وقت اعمال خبیثہ اور ہیئات شیطانیہ کو عمدہ سمجھنے لگتا ہے، اور اب اضطراری طور پر اس کی حالت اس کا عمل اور اس کا انداز گفتگو بد سے بدتر ہوجاتا ہے۔

اور اعمال قبیحہ کی انجام دہی میں وہ اتنا جری ہوجاتا ہے کہ اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اور یہ بے حیائی آنے والی نسلوں کے لئے ترکہ بن جاتی ہے، کمینہ پن سفلہ پن اور ذلت کی سب سے نچلی سطح پر اتر آتا ہے۔

اور انسان بے شرمی اور نفرت کا لبادہ پہن لیتا ہے، اور لوگ بھی اس کو اسی لبادہ میں دیکھنا پسند کرتے ہیں، لوگ اسے کمین ورذیل سمجھتے ہیں، اور ہر شخص اس کو ایک گھٹیا اور کمتر انسان جانتا ہے۔

خدا کی بیشمار رحمتیں اور اس کی سلامتی اس ذات اقدس پر نازل ہو جس کی ہدایت و شریعت کی اتباع سے ہم کو سعادت دارین نصیب ہوئی، اور جس کی مخالفت نے ہم کو دونوں جہاں کی تباہی و بربادی کے راستے پر ڈالدیا۔ (طب نبوی)

ربڑ کی عورت سے مباشرت کا حکم

سوال :...... ایک شخص نیم پاگل ہے، جس کا علاج ایک حاذق حکیم مسلم نے مجامعت بتلایا ہے، اور یہ شخص نکاح کی قدرت نہیں رکھتا، یعنی کوئی اس سے نکاح کے لئے تیار نہیں ہے۔

مگر امریکہ نے ایک مصنوعی عورت یعنی (بلون) تیار کی ہے، جس کی نوعیت یہ ہے کہ: اس میں پھونک بھردی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس میں عورت کی صورت اور جنسی اعضاء ابھر جاتے ہیں، یعنی بعینہ عورت معلوم ہوتی ہے، نیز اس کے اندر ایسی صنعت کی ہے جس کی وجہ سے وہ متحرک بھی ہو جاتی ہے۔ تو کیا اس بلون کا علاجا استعمال کرنا اس کے لئے جائز ہوگا ؟ نیز جو لوگ ملازمت پیشہ ہیں وہ اپنی بیویوں سے دور رہتے ہیں کیا وہ بھی استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :...... مصنوعی عورت کے ساتھ جماع سے فائدہ نہیں ہوسکتا ہے، جس ڈاکٹر یا طبیب نے مشورہ دیا ہے، اس طبیب سے استصواب کر لیا جائے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ، اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾۔ (پارہ:۱۸/سورۂ مؤمنون، آیت نمبر:۶/۵)

جنسی خواہش جائز طور پر دو طرح سے پوری کی جاسکتی ہے: جس کی قرآن نے صراحت کی ہے، ایک بیوی، دوسری لونڈی اور باندیاں۔

''الَّا علی ازواجھم أی من زوجا تھم أو ماملکت ایمانھم أی السراری'' (جلالین)

آگے قرآن کہتا ہے:

’’فمن ابتغی وراء ذلک ای من الزوجات و السراری ‘ کالاستمتاع بیدہ ‘ فاولئک ھم العادون ای المتجاوزون الی مالا یحل لھم‘‘۔(جلالین)

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے اس آیت سے ثابت کیا ہے کہ استمناء بالید حرام ہے۔

فقہاء احناف لکھتے ہیں:

’’وکذا الاستمناء بالکف وان کرہ تحریماً لحدیث ناکح الید ملعون‘‘۔(درمختار)

البتہ اگر کوئی دیانت داری سے سمجھتا ہے کہ اس نے ایسا نہ کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے لئے کراہت تنزیہی کے ساتھ اس کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

’’ولو خاف الزنا یرجی لا وبال علیہ‘‘۔(درمختار)

وعبارۃ الفتح :

’’ فان غلبتہ الشھوۃ ففعل ارادۃ تسکینھا بہ فالرجاء ان لا یعاقب ‘‘ الخ۔

حدیث نبوی میں ہے کہ: اگر کوئی شادی پر قادر نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کہ اس سے شہوت ٹوٹتی ہے۔’’و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء‘‘۔(متفق علیہ)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنسی خواہشات کی تکمیل کے طریقے شریعت میں دو ہی ہیں: بیوی یا اپنی باندی سے ہمبستری، تیسری کسی صورت کی اجازت نہیں دی گئی ہے، اس میں بلون سے استمتاع بھی آتا ہے۔

ازروئے شرع مصنوعی عورت سے شہوت رانی جائز نہیں ہے، اگر کوئی استعمال کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

’’ویدل ایضا علی ماقلنا ما فی الزیلعی حیث استدل علی عدم حلّہٖ بالکفّ لقولہ تعالیٰ﴿وَ الَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ الآیۃ، و قال: فلم یبح الاستمتا ع الا بھما ای بالزوجۃ و الامۃ ‘ فافاد عدم حل الاستمتا ع ای قضاء الشھوۃ بغیرھما ‘‘۔(درمختار)

البتہ اگراس پاگل کا وہی علاج ہو جو سوال میں درج ہے،اورکوئی دوسرا علاج کارگر نہ ہو اور حاذق مسلمان طبیب ذمہ داری قبول کرتا ہو تو تداوی بالمحرم کے قاعدہ سے علاجاً تجویز کیا جاسکتا ہے۔فقہاء لکھتے ہیں:

" اختلف فی التداوی بالمحرم ظاھر المذھب المنع کما فی رضاع البحر، لکن نقل المصنف ثم ھنا عن الحاوی ‘ و قیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ‘ و لم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان و علیہ الفتوی ‘‘ ، (در مختار)

" لان حل الخمر و المیتۃ حیث لم یوجد یقوم مقامھما ‘‘ ، (رد المحتار)

اگر دوسرا علاج ہے اوراس کے ملنے کی توقع بھی ہے تو پھراس نیم پاگل کے لئے مصنوعی عورت’’بلون‘‘ سے مجامعت کی اجازت نہ ہوگی،اس لئے کہ استمناء بالید کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے:’’ ناکح الید ملعون‘‘۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے بحث کی ہے کہ: استمناء بالید (ہاتھ سے منی خارج کرنے) میں گناہ کی وجہ آدمی کے ایک جزء ہاتھ کا استعمال‘ پانی کا ضائع کرنا‘اورشہوت کا بھڑکانا ہے۔انہوں نے دوسری شکل کو بنیاد قرار دیا ہے۔’’ولم ار من صرح بشیء من ذلک والظاھر الاخیر‘‘۔

’’رد المحتار‘‘ میں اس کی مثال دی ہے:" وعلی ھٰذا فلو ادخل ذکرہ فی حائط أو نحوہ حتی امنی أو استمنی بکفہ بحائل یمنع الحرارۃ یأثم ایضا ‘‘۔(رد المحتار)

یعنی ہاتھ کے سوا دوسری چیز کے ذریعہ بھی منی خارج کرے گا تو بھی گنہگار ہوگا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ منی کو بے فائدہ قصداً ضائع کرنے کی شریعت میں اجازت نہیں ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

باقی ملازمت پیشہ لوگ جو اپنی بیویوں سے دور رہتے ہیں، یا نوجوان طالب علموں کے لئے اس کی اجازت قطعاً نہیں ہے، اور ان کے لئے شرعا ناجائز ہے۔ یہ اپنی بیویوں کو لا سکتے ہیں، دوسری شادی کر سکتے ہیں۔

اسی طرح مجرد نوجوانوں کو بھی شادی کی اجازت ہے، یا پھر وہی جس کی طرف سرور کائنات ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ: تم میں جو شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے اوپر روزہ رکھنا لازم کرلے، اس سے بھی شہوت ٹوٹتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج ' فانه اغض للبصر و احصن للفرج ' ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء۔ (متفق علیہ)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فالمعنى ان الصوم يقطع الشهوة و يدفع شر المنى''۔ (مرقاۃ)

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بلوغ کے بعد شادی کی تاکید کی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من ولد له ولد ' فليحسن اسمه ' وادبه، فاذا بلغ فليزوجه ' فان بلغ ولم يزوجه ' فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه۔ (مشکوۃ)

جہاں باپ کی ذمہ داری لڑکے کے لئے تعلیم وتربیت کا انتظام ہے، وہیں بالغ ہونے کے بعد شادی کا نظم کرنا بھی ہے۔

اگر مصنوعی مرد یا مصنوعی عورت کا لوگ استعمال کرنا شروع کردیں گے تو فتنہ وفساد زیادہ سے زیادہ پھیل پڑے گا، نہ مرد کو عورت کی ضرورت باقی رہے گی اور نہ عورت کو مرد کی۔

اس طرح انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ بتدریج رک جائے گا، اور نسل کشی کی ایک نئی قسم عام ہو جائے گی۔

دراصل یورپ سے مذہب بے زاری کا جو طوفان چلا ہے، وہ بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے، اور لوگ اس کی گرفت میں آتے جا رہے ہیں، یہ بھی نسل بندی کی ایک قسم ہے، جس کی علماء مخالفت کرتے آ رہے ہیں۔

کتبہ: ظفیر الدین	الجواب صحیح
مفتی دار العلوم دیو بند	نظام الدین الاعظمی عفی عنہ
۱۴۰۴/۲/۱۲ھ	مفتی دار العلوم دیو بند

(منتخاب نظام الفتاوی ص ۴۰۷ تا ۴۰۹ ج ۲)

ہمبستری میں نرودھ ولوپ کا استعمال

موجودہ زمانے میں بچوں کی تعداد میں تحدید اور کمی کی غرض سے بعض مخصوص قسم کے ربڑ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان ربڑ کی ٹوپیوں میں ایک تو وہ ہوتی ہے جسے خود مرد اپنے عضو مخصوص پر پہن لیتا ہے، اس کو ''نرودھ'' کہتے ہیں۔ دوسرے وہ جسے عورت اپنے رحم کے منہ پر ڈال لیتی ہے، تاکہ مادہ اس کے اندر داخل نہ ہو سکے، اسی کو ''لوپ'' کہا جاتا ہے، یہ صورت گو کہ نئی ہے، مگر چونکہ کم اولاد ہونے کا جذبہ بہت قدیم اور پرانا ہے، اس لئے ہمیں اسلام کے ابتدائی عہد میں اس کی نظیر ملتی ہے۔

چنانچہ اسلام سے پہلے لوگ اس کے لئے ''عزل'' کا طریقہ اختیار کرتے تھے۔ عزل یہ

ہے کہ ہمبستری کے دوران جب انزال کا وقت آئے تو مرد اپنا عضوِ مخصوص باہر نکال لے۔ احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے، مگر اس کا حکم کیا ہوگا؟

اس سلسلہ میں احادیث مختلف ہیں۔ بعض احادیث سے مطلقاً جواز معلوم ہوتا ہے، اور اکثر فقہاء احناف کا اسی طرف رجحان ہے، بشرطیکہ بیوی کی اجازت سے ہو۔ بعض حضرات مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے۔ اور زیادہ تر احادیث بھی ایسی ہی منقول ہیں۔ اور بعض احادیث سے تو بالکل حرمت معلوم ہوتی ہے، مثلاً یہ کہ اس کو ''مؤودت'' (بچوں کو زندہ درگور کرنا) قرار دیا گیا ہے۔

زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ بلا عذر عزل کرنا کراہت سے خالی نہیں، بالخصوص اس وقت جب کہ محض معاشی حالات کے پیش نظر اولاد سے بچنا مقصود ہو۔ اور محققین فقہاء احناف کو بھی اس کا اعتراف ہے، چنانچہ ملا علی قاری المتوفی: ۱۰۱۴ھ حدیث کے اس فقرہ: ''ذلک الوأد الخفی '' کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ذلک لایدل علی حرمة العزل ، بل یدل علی کراهته ''۔ یہ عزل کی حرمت کو نہیں بتلاتا ہے، بلکہ محض کراہت کو بتاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ''نرودھ'' اور ''لوپ'' کا استعمال مکروہ ہے، بالخصوص اس وقت جب کہ یہ محض معاشی پریشانی کے احساس پر مبنی ہو، البتہ کسی عذر کی بناء پر ہو تو اجازت ہے۔ مثلاً شیر خوار بچہ کو حمل ٹھہر جانے کی وجہ سے دودھ سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہو، یا حمل ٹھہر جانے میں عورت کی صحت کو معمول سے زیادہ خطرہ لاحق ہو۔ البتہ ان اعذار کے باعث بھی جب ''نرودھ'' کا استعمال کرے تو بھی بیوی سے اجازت لینی چاہئے، اس لئے کہ اس طریق کار کی وجہ سے وہ اتنی لذت اندوز نہیں ہو سکتی جتنی اس کے بغیر۔

(جدید فقہی مسائل ص ۱۵۷ ج ۱۔ ص ۱۹۷ ج ۱، ہمبستری میں نرودھ ولوپ کا استعمال، ط: زمزم، کراچی)

مصنوعی ذکر کا استعمال اور اس سے وجوب غسل کا مسئلہ

مصنوعی ذکر یعنی وہ آلہ جو بشکل ذکر بنایا جاتا ہے، اور اس کا استعمال بعض عورتیں اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے کرتی ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ کے فتوی کی رو سے اس کا استعمال ناجائز معلوم ہوتا ہے، البتہ سخت مجبوری میں جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

وجوب غسل کے سلسلہ میں ذرا تفصیل ہے۔ دیکھئے! ''عمدۃ الفقہ''۔ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جو چیز لکڑی وغیرہ سے ذکر کی مانند بنائی جاتی ہے (جسے بدکار عورتیں شہوت رانی کے لئے استعمال کرتی ہیں) ان چیزوں میں سے کسی کی قبل یا دبر میں داخل کرنے سے مختار قول کی بنا پر (جب تک انزال نہ ہو) غسل واجب نہیں ہوتا۔ (عمدۃ الفقہ ص ۱۷۰ ج ۱)

متفرق مسائل

حاملہ بیوی سے جماع

شریعت میں حاملہ عورت سے وطی کے بارے میں کوئی تحدید نہیں ہے، جب تک عورت کو ضرر اور تکلیف پہنچنے کا خطرہ نہ ہو حالت حمل میں وطی کرنا جائز ہے۔

قال فی الھندیة:" واما اذا اقر الزوج ان الحبل منه ' فالنکاح صحیح بالا تفاق وهو غیر ممنوع من وطئها "۔ (عالمگیری ص ۵۴۶ ج ۱، الباب السابع فی النفقات)

قال ابن نجیم رحمه الله :" اما التزوج الزانی لها (للحاملة) فجائز اتفاقا ،

وتستحق النفقة عند الکل ، ویحل وطؤھا عند الکل کما فی النھایة "۔

(البحر الرائق ص۱۰۶ج۴،باب النفقة۔ ومثله فی رد المحتار ص۳۱۷ج۲،باب النفقة)

(دیکھئے! کفایت المفتی ص۲۳۴ج۵۔فتاوی حقانیہ ص۴۳۸ج۴۔نظام الفتاوی ص۱۶۰ج۳،ج۲)

نابالغ بیوی سے جماع کرنا

سوال:......کیا خاوند اپنی نابالغ بیوی سے جماع کرسکتا ہے؟

الجواب:...... بیوی کے ساتھ جماع کرنے کے لئے عمر کی کوئی خاص قید نہیں، بلکہ جب بھی منکوحہ میں جماع کے لئے قوت برداشت پیدا ہو، اور اس سے جماع کرنے سے کسی بیماری کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی حالت میں نابالغ بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم اگر بیوی کی حالت ایسی ہو کہ بالغ ہونے کے باوجود اس کی صحت جماع کی اجازت نہ دیتی ہو، بلکہ جماع کرنے کی وجہ سے امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو ان حالات میں منکوحہ کے بالغ ہونے کے باوجود اس سے جماع جائز نہیں۔

قال فی الھندیة : " واکثر المشایخ علی انه لا عبرة للسن فی ھذا الباب ' وانما العبرة للطاقة ' ان کانت فحمه سمینة تطیق الرجال ' ولا یخاف علیھا المرض من ذلک ' کان للزوج ان یدخل بھا ، وان لم تبلغ تسع سنین ، وان کانت نحیفة مھزولة لا تطیق الجماع ' ویخاف علیھا المرض ' لا یحل للزوج ان یدخل بھا وان کبر سنھا "۔(الفتاوی الھندیة ص۲۸۷ج۱، الباب الرابع فی الاولیاء (الضابطه))

قال ابن نجیم رحمه الله : " وفی الخلاصة واکثر المشایخ علی انه لا عبرة للسن فیھما ' وانما المعتبر الطاقة "۔(البحر الرائق ص۱۲۰ج۳، باب الاولیاء والاکفاء)

ومثله فی رد المحتار ص۳۲۹و۳۷۷ج۲، باب الاولیاء والاکفاء۔(فتاوی حقانیہ ص۴۳۹ج۴)

بیوی سے استمناء بالید کرانا

سوال:......اگر بیوی حیض یا نفاس یا دیگر امراض کی وجہ سے جماع کے قابل نہ ہو، اور خاوند کو جماع کی ضرورت ہو تو وہ بیوی کے ہاتھ سے استمناء کرا سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ ایسی حالت میں فعل حرام سے بچنے کا امکان نہ ہو۔

الجواب:......مذکورہ اعذار کی وجہ سے اپنی بیوی سے استمناء بالید کرانا جائز ہے، ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

قال ابن عابدین رحمه الله : " ویجوز ان یستمنی بید زوجته وخادمته ، ولیذکر الشارح فی الحدود عن الجوهرة : انه یکره ، ولعل المراد به کراهة تنزیهیة "۔

(رد المحتار ص۱۰۹ ج۲)

قال ابن نجیم المصری رحمه الله : " وهل یجوز الاستمناء بالکف خارج رمضان ان اراد الشهوة لا یحل لقوله علیه السلام :" ناکح الید ملعون " وان اراد تسکین الشهوة یرجی ان لا یکون علیه وبال "۔

(البحر الرائق ص۲۷۲ ج۲، باب مایفسد الصوم ، ومالا یفسد)

ومثله فی الهندیة ص۲۰۳ ج۱، الباب الرابع فیما یفسد ومالا یفسد۔

(فتاوی حقانیہ ص۴۴۰ ج۴)

بیوی کے برہنہ بدن کو دیکھنا

سوال:......کیا خاوند اپنی بیوی کا برہنہ بدن جماع کے وقت یا اس کے علاوہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:......قرآن کریم کے انداز بیان ﴿هن لباس لکم وانتم لباس لهنّ﴾ سے معلوم

ہوتا ہے کہ میاں اور بیوی کے درمیان رشتۂ ازدواج کی وجہ سے پردہ کی کیفیت باقی نہیں رہتی، اس لئے میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کے بدن پر نظر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں، تاہم فقہاء کرام نے شرمگاہ پر نظر ڈالنے سے اجتناب کرنے کو بہتر لکھا ہے۔

قال الطوری تحت قول النسفی رحمه الله : " وينظر الرجل الى فرج امته وزوجته ، يعنى عن شهوة وغير شهوة ، قال عليه الصلوة والسلام :" غض بصرک الا عن زوجتک وامتک " ،وما روى عن عائشة رضى الله عنها قالت : كنت اغتسل انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم من اناء واحد۔

(البحر الرائق ص۱۹۳ج۸، كتاب الكراهية ، فصل فى النظر)

قال فى الهندية : " اماا لنظر الى زوجته ومملوكته فهوحلال من قرنها الى قدمها عن شهوة وغير شهوه ، وهذا ظاهر ، الا ان الاولى ان لا ينظر كل واحد منهما الى عورة صاحبه كذا فى الذخيرة "۔

(الفتاوى الهندية ص۳۲۷ج۵، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر اليه)

ومثله فى بدائع الصنائع ص۱۱۹ج۵، كتاب الاستحسان۔ (فتاوی حقانیہ ص۴۴۰ج۴)

بیوی کا شب باشی سے انکار سخت گناہ ہے

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: (۲۵۱ج۵، جواب نمبر۴۰۷)

اگرچہ خاوند کے لئے مناسب ہے کہ زوجہ کی صحت اور موسم کی شدت اور غسل کی دقت کا لحاظ رکھے، تاہم زوجہ کا انکار بغیر کسی سخت مجبوری کے جائز نہیں، اگر فی الحقیقت نماز فجر سے پہلے غسل کرنے میں کوئی شرعی عذر ہو تو وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتی تھی۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جوعورت خاوند کی ناراضی میں رات گذارے تو فرشتے اس پرلعنت کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ : عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا دعا الرجل امرأته الی فراشہ فابت ان تجیئی ' لعنتھا الملا ئکة حتی تُصبح۔

(بخاری ص۷۸۲ج۲، باب اذا باتت المرأۃ مهاجرۃ فراش زوجھا ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث: ۵۱۹۳)

بدون مہر کی ادائیگی مجامعت درست ہے یانہیں؟

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

اگرسب مہر بیک وقت ادا کرنے کی قوت نہیں تو تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرے، اور مہر ادا کئے بغیر بھی صحبت کرنا گناہ نہیں، اور مہر بغیر ادا کئے بھی صحبت درست ہے۔

(نظام الفتاوی ص۱۶۰ج۳، جزءدوم)

البتہ عورت بغیر مہر کے صحبت سے انکار کرے تو؟ اس کا جواب اگلے فتوی میں ہے۔

سوال:...... بدون مہر معجّل مجامعت روا ست یانہ؟

الجواب:......مہر مؤجل ادا کرنے سے قبل عورت کو حق ہے کہ ہمبستری اور خلوت سے انکار کردے، شوہر کو جبر کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر ایک مرتبہ خلوت یا ہمبستری کی اجازت دیدی اور بعد میں پھر انکار کردے تب بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک انکار کا حق رکھتی ہے، پس اس صورت میں شوہر کو اس پر جبر کرنا مختلف فیہ ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت میں بھی جبر حلال نہیں ہے۔

كما قال الشامي تحت قول الدر (لها منعه) : و اشار الى انه لا يحل له وطيها على كره منها ان كان امتناعها لطلب المهر عنده ، وعندهما يحل كما في المحيط بحر ، وينبغي تقييد الخلاف بما اذا كان وطيها اولا برضاها ' اما اذا لم يطأها ولم يخل بها كذلك فلا يحل اتفاقا۔

اور حق منع میں چونکہ امام صاحب رحمہ اللہ کا قول مفتی بہ ہے، لہذا حرمت استمتاع میں بھی (جو کہ اس کی فرع ہے) انہیں کا قول معتبر ہوگا۔ (امداد الاحکام ص۳۸۲ ج ۲، سوال نمبر: ۹)

کیا عورت کا مرد پر حق ہے کہ وہ رات کو اپنے بستر پر لٹائے ؟

سوال: ...... کیا مرد پر عورت کا حق ہے کہ رات کو اپنے بستر پر لٹاوے یا فقط ایک گھر میں یا کچھ بھی ضروری نہیں، دوسرے گھر میں بھی رکھ سکتا ہے؟ اور ایفائے حق جماع کے لئے کبھی کبھی اپنے پاس لانے سے ادائے حق سے سبکدوش ہو جائے گی، غرض رات کو سونے میں عورت کا حق کہاں پر سونا ہے؟

الجواب: ...... مرد کے ذمہ عورت کو اپنے بستر پر لٹانا واجب نہیں۔ یہ واجب ہے کہ رات کو اسی گھر میں سوئے جہاں عورت سوتی ہے، بلکہ دیانۃً یہ واجب ہے کہ عورت کے پاس جانے میں اتنی دیر نہ کرے جس سے عورت کے فساد خیال کا خطرہ ہو، البتہ اگر کسی کے دو بیویاں ہوں اور وہ ایک گھر میں سوتا ہو تو اس پر دوسری کے گھر سونا بھی واجب ہے، تسوية و عدلا فـي البيتـوتة ، اور یہ اس وقت ہے جبکہ عورت کو خاوند کے باہر لیٹنے سے وحشت نہ ہوتی ہو، اور اگر وحشت ہوتی ہو تو سوال دوبارہ کیا جائے، اور یہ بھی بتلایا جائے کہ دفع وحشت کی اور کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔ ۱۵/ ذی الحجہ ۴۷ھ

(امداد الاحکام ص۳۸۱ ج ۲، کتاب النکاح، سوال نمبر: ۷)

مباشرت کے وقت بچوں کو چار پائی سے جدا کرنے کا حکم

سوال:...... بیوی سے مباشرت کے وقت بچوں کو اس پلنگ سے علیحدہ کر دینا چاہئے یا نہیں؟ اس کی کیا اصل ہے؟

الجواب:...... اگر بچے کچھ سمجھ دار ہو چکے ہوں تو ان سے مخفی طور پر یہ فعل کرنا چاہئے، اس چار پائی پر یا دوسری جگہ ہٹ کر، شرعی حیثیت صرف اتنی ہی ہے۔

(نظام الفتاوی ص ۱۵۹ ج ۳، جزء دوم)

خاتمہ...... شب زفاف کے مختصر آداب

بیوی کے بالوں کو پکڑ کر دعا پڑھنا

شب زفاف میں پہلی ملاقات کے وقت زوجہ کو سلام کرے اور پاس بیٹھ کر اس کی پیشانی (کے اگلے حصہ) کے بالوں کو پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

’’اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ‘‘۔[۱]

اے اللہ میں آپ سے اس کی بھلائی اس کے عادات واخلاق کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور بری عادتوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

اس کے بعد دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھیں۔ مرد آگے کھڑا رہے اور عورت پیچھے، نماز کے بعد خیر وبرکت‘ مودت ومحبت کی دعا کریں۔

---

[۱]...... ابوداؤد، باب فی جامع النکاح، کتاب النکاح، رقم الحدیث: ۲۱۶۰۔ ابن ماجہ، باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیہ اھلہ، ابواب النکاح، رقم الحدیث: ۱۹۱۸۔ عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۴۱، باب مایقول اذا أفاد امراۃ، رقم الحدیث: ۶۰۰۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص ان کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے پسند نہ کرے اور دشمن تصور کرے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محبت اللہ کی طرف سے ہے اور دشمنی شیطان کا فعل ہے۔ جب عورت تیرے گھر میں آوے تو اس سے کہہ کہ: تیرے پیچھے کھڑی ہو کر دو رکعت نماز پڑھے [1]، اور یہ دعا پڑھ:

''اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِی فِی اَھْلِی وَ بَارِکْ لِاَھْلِی فِیَّ ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی مِنْھُمْ وَارْزُقْھُمْ مِنِّی ، اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنَنَا اِذَا جَمَعْتَ فِیْ خَیْرٍ وَ فَرِّقْ بَیْنَنَا اِذَا فَرَّقْتَ اِلٰی خَیْرٍ''۔ [2]

اے اللہ! میرے لئے میرے اہل میں برکت عطا فرما اور میرے اہل کے لئے مجھ میں

[1]...... عبد الرزاق عن الثوری عن الاعمش عن ابی وائل قال : جاء رجل من بجیلة الی عبد اللہ فقال : انی قد تزوجت جاریة بکرا ' وانی قد خشیت ان تفرکنی ، فقال عبد اللہ : ان الالف من اللہ ' وان الفرک من الشیطان ' لیکرہ الیہ ما احل اللہ لہ ' فاذا اُدخلت علیک فمرھا فلتصل خلفک رکعتین۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۹۱ ج۶، باب ما یبدأ الرجل الذی یدخل علی اھلہ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۰۴۶۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۳۴ ج۹، ما یؤمر بہ الرجل اذا دخل علی اھلہ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۷۴۴۱)

عن ابی سعید مولی ابی أسید ' قال : تزوجت وانا مملوک ' فدعوت نفرا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ' فیھم ابن مسعود وابو ذر وحذیفة ، قال : واقیمت الصلاة ، قال : فذھب ابو ذر لیتقدم ، فقالوا : الیک ، قال : اوَ کذلک ؟ قالوا : نعم ، قال : فتقدَّمت الیھم وانا عبد مملوک و علّمونی ، فقالوا: اذا اُدخل علیک اھلُک فصلّ رکعتین ' ثم سل اللہ تعالی من خیر ما دخل علیک ، و تعوّذ بہ من شرہ ' ثم شأنَک و شأنَ اھلِک۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۳۴ ج۹، ما یؤمر بہ الرجل اذا دخل علی اھلہ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۱۷۴۳۸)

[2]......مجمع الزوائد ص۳۸۲/۳۸۳ ج۴، باب ما یفعل اذا دخل باھلہ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث:۷۵۴۶/۷۵۴۷۔

برکت عطا فرما۔اے اللہ! مجھے اس سے اور اس کو مجھ سے روزی عطا فرما۔اے اللہ! جب آپ ہمیں یکجا جمع کریں تو خیر کے ساتھ جمع کریں اور جب الگ فرمائیں تو خیر کے ساتھ جدا فرمائیں۔ (طبرانی (سند صحیح کے ساتھ) بحوالۂ ''تحفة العروس'' ص۱۶۰)

پہلی ملاقات بڑے نیک جذبات اور اچھی تمناؤں کے ساتھ ہونی چاہئے۔شوہر تلطف ومحبت کے ساتھ پیش آئے، آہستہ آہستہ کلام کے ذریعہ اسے مانوس کرے، اپنا سکہ اور رعب جمانے کی فکر نہ کرے، کچھ دین کی باتیں بھی کرے۔

گفتگو ہی گفتگو میں اس کو اپنے قریب کرتا رہے، یا خود اس کے قریب ہوتا رہے، اس پر ہاتھ بھی پھیرتا رہے، کبھی کبھی اپنے سے لپٹا بھی لے، آہستہ آہستہ ہونٹ اور رخسار پر بوسہ بھی دیتا رہے۔الغرض خوب پیار ومحبت سے مانوس کرے، تب صحبت کا ارادہ کرے، پھر صحبت کے تمام آداب جو رسالے میں درج ہیں اس کے مطابق عمل کرے۔

میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں، اس لئے پہلی رات میں ملاقات کے وقت ایک دم صفات حیوانیت، بوس وکنار وملاعبت میں ضرورت سے زائد شدت وجلد بازی سے کام نہ لے، صحبت میں بھی جلدی نہ کرے، بلکہ مذکورہ آداب کا لحاظ کرے، انشاء اللہ یہ آداب خوشگوار زندگی گذارنے کا صحیح مقدمہ ثابت ہوں گے۔

صلی اللہ علیه و علیٰ آله و صحبه و سلم

(فتاوی رحیمیہ ص۳۸۰ ج۸۔دینی دسترخوان ص۱۲۹ ج۱)